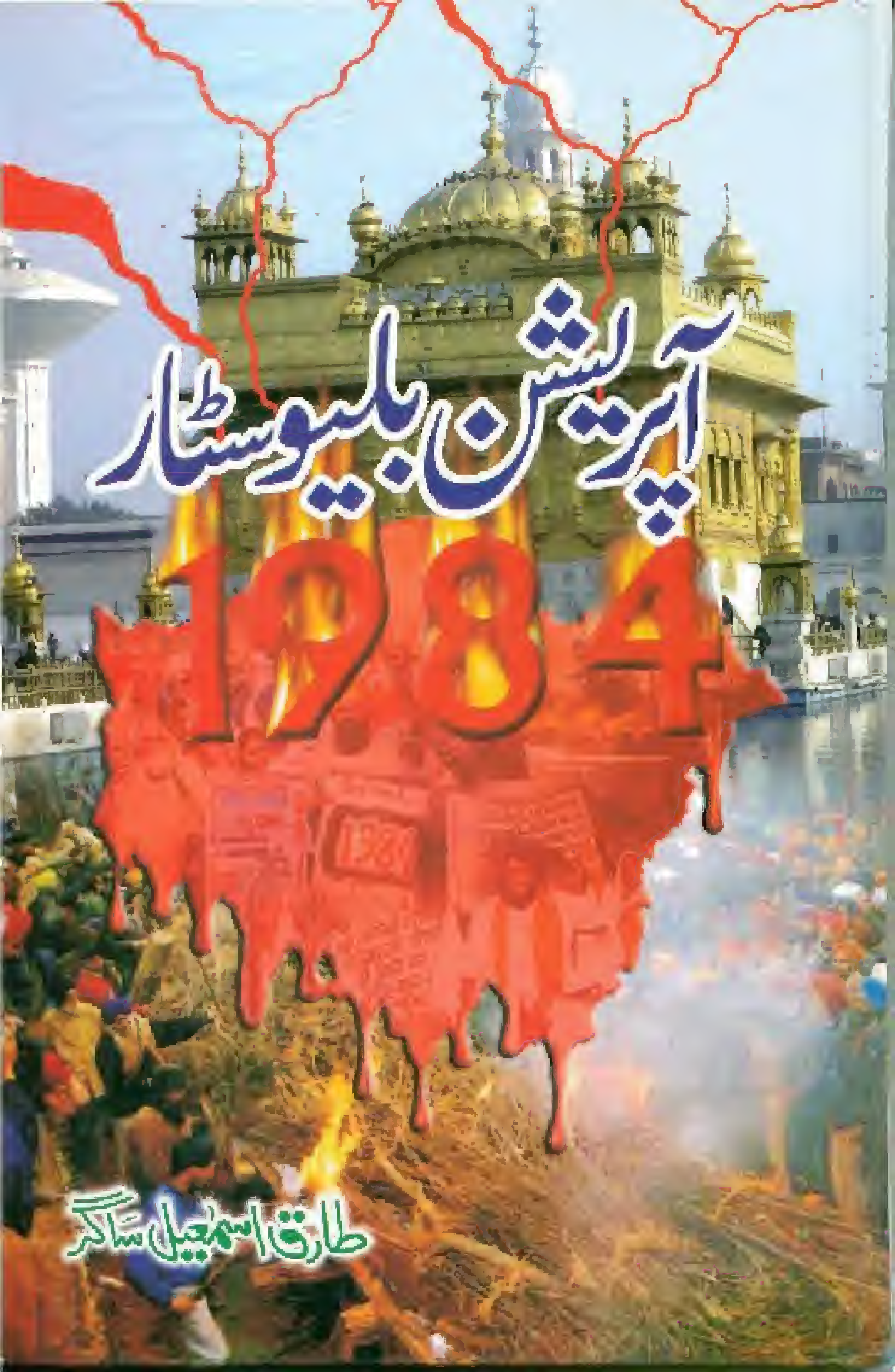

آپریشن بلیو سٹار

1984

طارق اسمٰعیل ساگر

آپریشن بلیو سٹار

طارق اسمٰعیل ساگر

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز
غزنی سٹریٹ، الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور فون:7223584

غیرت اور حریت کی ناقابل فراموش مثال سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کی نذر جو مر کر کروڑوں مقہور اور مظلوم انسانوں کو باوقار زندگی جینے کا درس دے گئے۔

چون کار از ہمہ حیلتے در گذشت
حلال است بردن بہ شمشیر دست

(گورو گوبند سنگھ جی مہاراج)

شاہ محمد جنگ تاں سوئی ہوئی
جیہڑی کرے گا خالصہ پنتھ میاں
(شاہ نامہ)

عرضِ مصنف

1978ء کے اوائل میں بھارتی پنجاب کے سابق ایم۔ایل۔اے (ممبر لیجسلیٹو اسمبلی) اور ممتاز سیاستدان سردار نریندر سنگھ بھاٹیہ کی کتاب ''سکھوں کے لئے ہندو اچھے یا مسلمان'' مجھے ایک بزرگ دوست کے ہاں دیکھنے اور پڑھنے کا موقعہ ملا۔ کتاب اردو زبان میں چھپی تھی اور شاید پٹیالہ سے شائع کی گئی تھی۔ یہی کتاب تحریک خالصتان سے میری دلچسپی کا باعث بنی۔

میری والدہ مہاجر اور والد مقامی ہیں۔ اپنی والدہ اور دوسرے بزرگوں سے میں نے اس سے پہلے 1947ء میں تقسیم ہند پر سکھوں کی طرف سے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے لرزہ خیز مظالم کی وہ کہانیاں سنی تھیں کہ الامان الحفیظ! میں سوچتا تھا دنیا میں کوئی ایسی بے رحم قوم بھی ہو سکتی ہے جو اپنے سینکڑوں سال کے ہمسایوں کے ساتھ محض اس بنیاد پر کہ ان کا مذہب الگ ہے اس طرح کے بہیمانہ ظلم ڈھائے۔ شاید ان لوگوں کا تعلق انسانوں کے قبیلے سے ہو ہی نہیں سکتا۔

لیکن سردار نریندر سنگھ بھاٹیہ کی کتاب ''سکھوں کے لئے ہندو اچھے یا مسلمان'' پڑھ کر میں کم از کم یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ جو اندازے میں نے قائم کر لئے ہیں وہ تمام کے تمام سو فیصد صحیح نہیں۔ سکھ بھی انسان ہیں اور پاکپائی سیاست کے اس انداز میں شکار ہوئے جس طرح قوم پرست مسلمان ہوئے تھے جنہوں نے مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ یہ الگ بات ہے کہ جب پاکستان بن گیا تو پھر انہی لوگوں نے نہ صرف یہ کہا اپنے ہاتھ خوب رنگے بلکہ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں نے یہ بھی دیکھا اور سنا کہ وہ تحریک پاکستان کے داعی بن کر بیٹھ گئے......!!

اس سے بڑا تاریخی فراڈ کیا ہو سکتا تھا کہ تحریک پاکستان کے مخالفین نے تحریک پاکستان کے جانثاروں کا لبادہ اوڑھ لیا۔

لیکن......

جس تاریخی دھاندلی کا شکار پاکستانی مسلمان ہو رہے ہیں بہت عرصہ پہلے سکھ بھی اس شکار ہو گئے تھے۔

یہ تھا وہ پہلا تاثر جو میں نے قائم کیا۔

برہمن ازم کے مسلسل مطالعے تجربے اور مشاہدے کے بعد پھر یہ بات میرے ایقان کا

حصہ بن چکی تھی اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ برہمن کے پاس اور کوئی طاقت ہو یا نہ ہو وہ انسان کو گمراہ ضرور کر سکتا ہے۔

میری دانست میں برہمن ازم کو اس سے زیادہ بہترین خراج تحسین پیش نہیں کیا جا سکتا۔

مروجہ بھارتی سیاسیات کا امام کوٹلیہ تھا جو خود کو بڑے فخر سے ''چانکیہ'' کہلاتا تھا اور ''چانکیہ'' لفظ کا مطلب ہے مکار یا ایسا چالاک جو دغا بازی میں مہارت رکھتا ہو۔ اس لقب یا تخلص پر کوٹلیہ کو بڑا فخر تھا۔ ''ارتھ شاستر'' اور ''منو جی سمرتی'' کی شکل میں ہندو سیاست کے اساتذہ نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے ایسا ''طریق سیاست'' منضبط کر دیا ہے جو مروجہ سیاسیات میں کبھی برہمن کو مار کھانے نہیں دے گا۔

روایات یافتہ ماہر سیاسیات ''نارتھراپ'' نے میکیاولی کی ''دی پرنس'' اور ''منو جی سمرتی'' کا موازنہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ ''دی پرنس'' کی مثال ''منو جی سمرتی'' کے سامنے ایسی ہے جیسے کوئی چرواہن کسی سپینے کو گود میں لے کر کھلا رہی ہو۔

ہمارے سادہ لوح عوام کو اس بات کا علم نہیں کہ آج بھی بھارتی سیاستدانوں کے نزدیک ''منو جی سمرتی'' اور ''ارتھ شاستر'' کو وہ مقام حاصل ہے جو ان کی ''رامائن'' اور ''گیتا'' کو ہے۔

یہ تھی وہ صدیوں کی تربیت یافتہ اور سیاسی داؤ پیچ جاننے والی قوم جس کو سکھوں کی لیڈر شپ نے اپنا دوست جان لیا تھا یا جاننے پر مجبور کر دیئے گئے تھے...... اور وہ جو کسی نے کہا کہ

ع اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں

اس دوستی کا انجام اتنا ہی بھیانک ہو سکتا ہے جتنا کہ مشاہدے میں آ رہا ہے جس کا رونا آج سکھ دانشور رو رہا ہے۔

میں سردار نریندر سنگھ بھلیر کی بات کر رہا تھا۔ جنہوں نے تقسیم ہندوستان کے بعد بھارت میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا تفصیلی جائزہ لیا پھر ان الزامات کو دہرایا جو ہندوؤں نے بڑی مکاری سے سکھوں کے دماغ میں مسلمانوں کے خلاف پیدا کئے اور آخر میں یہ رائے قائم کی کہ بالفرض مسلمانوں کے خلاف لگائے جانے والے یہ الزامات ٹھیک بھی ہوں تب بھی مسلمانوں نے ہم پر اتنے ظلم نہیں کئے جتنے ہندوؤں کی طرف سے کئے گئے ہیں اور ثابت کیا کہ اگر ہندوؤں کے لگائے الزامات درست بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی مسلمان ہمارے لئے ہندوؤں سے بہتر حکمران تھے کہ کم از کم اس دور میں ہم خود پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف آواز تو بلند کر سکتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ سیاسی اختلافات اور ہوس ملک گیری نے حکمرانوں کو ہمیشہ اندھا کئے رکھا اور انہوں نے اعزاز حاصل کرنے کے لئے ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال بنایا.....!

یہ عمل کسی نہ کسی صورت آج بھی جاری و ساری ہے۔

کیا آج کی مہذب دنیا میں سیاست کے نام پر جرائم نہیں ہو رہے؟

کیا آج کا ترقی یافتہ انسان ہوس اقتدار میں اندھا ہو کر وہ کچھ نہیں کر گزرتا جو شاید پتھر کے دور کا انسان بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ہندو کی چالبازیوں میں پھنسا سکھ دانشور یہ کیوں بھول گیا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنا سکھا شاہی کا آغاز ہی اپنی بیوہ ماں کے قتل سے کیا تھا جسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے مہاراجہ نے اپنے ہاتھوں سے زہر دیا تھا۔

اپنی بیوہ ساس رانی سدا کور کو بہانے سے بلا کر قید کیا اور مرنے تک پھر وہ کبھی آزاد نہ ہو سکی۔ یہ وہی رانی سدا کور تھی جس نے ہر آڑے وقت میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مدد کی اور مہاراجہ نے تمام دشمن اس کی مدد سے زیر کرنے کے بعد پھر اس سے بھی نصف علاقہ طلب کر لیا انکار پر اسے قید کر کے قید ہی میں مر جانے پر مجبور کر دیا۔

بندہ بیراگی جسے سکھ بندہ بہادر بھی کہتے ہیں مسلمانوں پر کس کس طرح قیامت ڈھاتا رہا اس سے متعلق مشہور سکھ سکالر گیانی گیان سنگھ جی کا بیان ہے:

بال بردھ نہ ترن نجائے
پھڑ پھڑ بندے قتل کرائے
ترکنیاں کے پیٹوں بچے
بہہ کڈھوائے ہنے تب کچے

(پنتھ پرکاش صفحہ 272 سرام 27 چھاپہ پتھر)

ترجمہ: بندہ بہادر جی نے کوئی عورت اور بچہ نہ چھوڑا یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کے ان کے بچے نکلوائے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

پروفیسر نرنجن سنگھ ایم ایس سی لکھتے ہیں۔

''سکھ تاریخ پر اگر کوئی سیاہ دھبہ ہے تو وہ بابا بندہ کے نپاتے کے مظالم ہیں۔'' (رسالہ نویاں قیمتاں نومبر 1948ء)

انگریز دور حکومت نے یوں تو برصغیر کو بہت سی لعنتوں سے نوازا لیکن ان کے دور میں لکھی گئی

تاریخ جو انگریزی حکمرانوں کے ایما پر زرخرید مصنفین سے لکھوائی گئی اس دور کی بدترین یادگار ہے جسے "اتہاس" History کہنا تاریخ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔

ان تاریخ نگاروں کا منشا برصغیر میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے خلاف سرگرم عمل رکھنا اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور عداوت کے جذبات کو ہمیز لگانا تھا۔

اس تاریخ میں خصوصاً مسلمان حکمرانوں کو ہدف تنقید بنایا گیا اور ان کے دور حکومت کی وہ گھناؤنی شکل پیش کی گئی کہ عام آدمی گمراہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان اس جنگ کا ہندو سے زیادہ بہتر فائدہ اور کون اٹھا سکتا تھا جو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف دانت تیز کئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے واقعات کو مزید بڑھا چڑھا کر اور مرچ مصالحہ لگا کر پیش کیا اور بے خبری کی وجہ سے جنگجو اور بہادر قوم سکھوں کو اس حد تک گمراہ کر دیا کہ وہ سب کچھ بھول بھلا کر مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔

مسلمان حکمرانوں کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ لگایا گیا کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں بڑے بڑے ہندوؤں پر ظلم ڈھائے اور سکھوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ان کی انا کے غبارے میں یہ کہہ کر ہوا بھری گئی کہ ان کے گوروؤں نے ساری زندگی ہندوؤں کی حمایت میں مسلمانوں سے جنگ لڑی۔ اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سکھوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے گوروؤں کی تعلیمات مانتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا ساتھ دیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ خود ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کے مندر اور مورتیاں برباد کیں۔ پنڈت دیانند جی اپنی مشہور و معروف کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں:

> "سوامی شنکر اچاریہ نے دس برس تک تمام آریہ ورت میں دورہ کر کے جینیوں کے مت (دھرم) کا کھنڈن اور ویدک دھرم کا منڈن کیا۔ شنکر اچاریہ کے دور حکومت میں جینیوں کے بت توڑے گئے۔ چنانچہ آج تک ان کے ٹوٹے اور سالم بت جو دریافت ہو رہے ہیں اس دور کی یادگار ہیں۔
> اس زمانے میں جینیوں نے ڈر کے مارے اپنے سالم بت زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں وہی اب تک بعض مقامات سے دریافت ہو رہے ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش سملاس 11 صفحہ 375)

سکھوں نے اپنے دور حکومت میں مساجد اور مندر دونوں مسمار کئے اس سلسلے میں درجنوں

مثالیں سکھ تاریخ نویسوں کی کتابوں سے بھی دی جا سکتی ہیں لیکن اس کی ضرورت اس لئے نہیں کہ کوئی عقل مند سکھ اس سے انکار نہیں کرے گا۔ اس سلسلے کی ایک بہترین مثال سکھ مذہب کی اصطلاح "مست گڑھ" ہے۔

> "مست گڑھ" کا مطلب ہے وہ گوردوارہ جو کسی مسجد میں قائم کیا جائے یا کسی مسجد کو گوردوارہ کی شکل میں تبدیل کیا جائے جیسا کہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھ لکھتے ہیں۔
> "مست گڑھ۔ وہ مسجد جہاں گورگرنتھ صاحب کا پرکاش کیا گیا ہے۔
> مسجد کی جگہ بنایا گیا گوردوارہ ہے۔

(مہان کوش صفحہ 1127)

> "مساجد جو سکھوں کے قبضہ میں آئیں اور جو گورو گرنتھ صاحب پرکاش کر کے دھرم سالہ بنائی گئیں۔ مست گڑھ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

(گورمت پرکاش)

> "مست گڑھ...... مسجد میں نیا گوردوارہ۔

(خالصہ بولے صفحہ 26)

☆☆☆

یہ بحث بھی ہو جائے گی کہ اقتدار ملنے پر کس حد تک کوئی قوم یا کسی مذہب کے پیروکار دوسرے مذاہب سے متعلق اپنے نیک جذبات برقرار رکھ سکتے ہیں۔ جہاں تک مذہبی تعلیمات کا تعلق ہے تو ادیان عالم میں سے کوئی بھی دوسرے کی عبادت گاہ کو ڈھانے کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام نے خصوصاً اس ضمن میں اپنے پیروکاروں کو تاکید کی ہے اور سختی سے دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کو نہ صرف یہ کہ مسمار کرنے سے روکا ہے بلکہ حالت جنگ میں بھی انہیں "عافیت گاہیں" قرار دیا اور یہاں موجود دوسرے مذہب کے پیروکاروں کو "پناہ" کا درجہ دیا گیا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنا نمبر ایک دشمن نامزد کر دیا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جہاں تک براہ راست ٹکراؤ کا تعلق ہے تو مسلمانوں کے بعد اگر کوئی دوسری قوم ان کے خلاف صف آرا ہو گی تو وہ سکھ ہوں گے ان سکھوں کو قابو کرنے کا اس سے بہترین طریقہ اور کیا تھا کہ انہیں مسلمانوں سے ٹکرا دیا جاتا اس سلسلے میں ہندو کی بلا معاوضہ خدمات ان کے پاس موجود تھیں۔ ہندو اور انگریز نے ایک مشترکہ سازش کے تحت سکھوں کو کانگریس کی جھولی میں ڈال دیا اور ماسٹر تارا سنگھ سردار بلدیو سنگھ اور مہاراجا پٹیالہ جیسے لیڈروں

کو سکھوں پر مسلط کر کے ''مطلوبہ نتائج'' حاصل کر لئے۔

سکھوں کو کانگریس نے کس طرح استعمال کیا؟

کیا قائداعظم نے تقسیم پنجاب کو روکنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی؟

ان سوالات کے جوابات لازم ہیں ورنہ آج کے پاکستانی نوجوان کو کبھی قائداعظم کی عظمت کا صحیح احساس نہیں ہو سکے گا نہ ہی اسے ''پاکستان کے قیام'' کی ضرورت سمجھ آ سکے گی۔

آیئے پہلے آپ کو مشہور صحافی قائداعظم اور علامہ اقبال کے قریبی ساتھی میاں محمد شفیع (م۔ش) کی روزنامہ نوائے وقت مورخہ 5 دسمبر 1965ء کو چھپی م۔ش کی ڈائری کا مطالعہ کروا دوں کہ اس سے بہت سے رازوں سے پردہ اٹھ جائے گا۔

(م۔ش کی ڈائری)

''یہ ایک خط کی کہانی ہے جو مکتوب الیہ قائداعظم کو ملنے کی بجائے پنڈت نہرو کی فائل میں پہنچ گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے۔ قائداعظم کو جب پنجاب کی سکھ اقلیت سے بڑی ہمدردی تھی یہ خیال تھا کہ اگر پنجاب کے 57 فیصد مسلمان 13 فیصد سکھوں سے مل کر کانگریس کے خلاف متحدہ مورچہ بنا سکیں تو اس سے نہ صرف پنجاب کو تقسیم ہونے سے محفوظ رکھا جا سکے گا بلکہ پنجاب کی مثال سے ہندوستان کے دوسرے صوبے بھی غیر ضروری تقسیم و غارت سے محفوظ بنائے جا سکیں گے اور پنجاب میں سکھ مسلم مفاہمت سے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان دوسرے بے شمار متنازعہ فیہ امور کے سلجھانے کی راہ نکل آئے گی اس خیال سے قائداعظم اور سکھوں کے بعض لیڈروں خصوصاً گیانی کرتار سنگھ کے درمیان کئی نشستیں بھی ہوئیں لیکن اس اثناء میں مہاراجہ پٹیالہ اور سردار بلدیو سنگھ جن کا اکالیوں کی سیاسیات میں بڑا عمل دخل ہو چکا تھا انہیں کانگریس کے نزدیک لانے میں کامیاب ہو چکے تھے چنانچہ سکھ لیڈر عموماً مسلم لیگ کے خلاف زہر اگلنے میں دن رات مصروف رہتے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر ایک موقع پر قائداعظم نے ایک اخباری بیان میں اعلان فرمایا کہ سکھوں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باتیں کرنی چاہئیں۔ ان کے اس اعلان کے بعد آل انڈیا سکھ یوتھ لیگ کے بعض اراکین نے جن میں سردار امر سنگھ انبالوی پیش پیش تھے۔ حمید نظامی مرحوم کی وساطت سے قائداعظم سے ممدوٹ ولا میں ملاقات کی۔ سکھ نوجوانوں کے اس سوال کے جواب میں کہ آپس میں مل کر باتیں کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے قائداعظم نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ زمین و آسمان کی باتیں کرنے کی بجائے سکھوں کو اپنے مطالبات کو قلمبند کرنا چاہئے جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے وہ ان پر دانشمندی اور ہمدردی سے غور کرے گی۔

سکھ نوجوانوں نے قائداعظم کا یہ پیغام اپنے لیڈروں کے کانوں تک پہنچایا اور اس بات پر اصرار کیا کہ کم از کم اتمام حجت کے طور پر قائداعظم تک سکھوں کے مطالبات پہنچنے چاہئیں چنانچہ گیانی کرتار سنگھ نے جنہیں ''سکھوں کا دماغ'' سمجھا جاتا تھا قائداعظم کے نام ایک خط ڈرافٹ کیا جس میں سکھوں کے مطالبات کی سیاسی مذہبی اور ثقافتی شقوں کے ماتحت گردان کی گئی تھی اس میں صوبے کے علاوہ مرکز میں فوجی اور سول ملازمتوں میں سکھوں کے تناسب پر اصرار تھا۔ سکھ ریاستوں پٹیالہ' نابھ' جیند' فرید کوٹ اور کپور تھلہ کے مستقبل سے متعلق ضمانت طلب کی گئی تھی اور اس بات کی آئینی ضمانت مانگی گئی تھی کہ متحدہ پنجاب میں وزیراعظم اور گورنر کے عہدوں میں سے ایک پر ہمیشہ سکھ کو فائز رکھا جائے گا۔ جہاں تک سکھوں کے گوردواروں کا تعلق تھا ان کے مالیات انتظامات اور انتخابات پر سکھوں کے لئے خود مختاری کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ان مطالبات کی اہم ترین شق یہ تھی کہ پاکستان کی کسی صوبائی یا مرکزی اسمبلی کو سکھوں کی مرضی کے بغیر ایسے مسائل پر جن کا تعلق سکھوں کے مذہبی مسائل سے ہو قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہوگا اس خط کا آخری فقرہ یہ تھا جس طرح برطانیہ کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ ووٹوں کی اکثریت سے بادشاہت کے خاتمہ کا قانون بنا سکے اسی طرح پاکستان کی مجوزہ کسی صوبائی یا مرکزی اسمبلی کو محض اکثریت کے بل بوتے پر سکھوں کے مذہبی معاملات پر قانون سازی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس خط میں گیانی کرتار سنگھ نے قائداعظم کو یقین دلایا تھا کہ اگر مسلم لیگ سکھوں کے ان کم از کم مطالبات کو قبول کر لے تو اکالی دل اور مسلم لیگ دونوں مل کر پنجاب کو متحد رکھنے کے لئے جدوجہد کریں گے گیانی کرتار سنگھ نے یہ میمورنڈم ماسٹر تارا سنگھ کو بھی پڑھایا اور جب انہوں نے اس پر صاد کر دیا تو Post Script کے طور پر یہ فقرہ ایزاد کیا گیا۔ ''ماسٹر تارا سنگھ اس دستاویزات کے مندرجات سے متفق ہیں۔'' جب یہ میمورنڈم ٹائپ ہو کر تیار ہو گیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ اسے ڈاک میں بھیجنے کی بجائے کسی قابل اعتماد قاصد کے ذریعے قائداعظم تک پہنچایا جائے قرعہ فال گیانی کرتار سنگھ کے ایک خاص محرم راز گوپال سنگھ دردی کے نام پڑا۔ گیانی جی نے دردی کو بلا کر میمورنڈم ان کے حوالے کرتے ہوئے تاکید کی وہ دہلی جا کر جہاں قائداعظم ان دنوں اورنگ زیب روڈ پر مقیم تھے یہ اہم دستاویز انہیں دے آئیں۔ مسٹر دردی نے دہلی پہنچ کر اورنگ زیب روڈ کی بجائے برلا ہاؤس کا رخ کیا جہاں ان دنوں کانگریس کا کوئی اجلاس جاری تھا اور یہ کاغذات قائداعظم کی

بجائے پنڈت جواہرلال نہرو کے سپرد کر دیئے۔ اس طرح تاریخ میں ایک اور ''اگر'' کا اضافہ ہو گیا۔ اگر وہ کاغذات قائداعظم تک پہنچ جاتے تو عین ممکن ہے کہ اس امر کے باوجود کہ سکھوں کی سیاسیات سردار بلدیو سنگھ کی بھارت سٹال ل کے مستقبل اور مہاراجہ پٹیالہ کی مسلم دشمنی کے باعث کانگرسی سیاسیات کے تابع ہو چکی تھی تاہم اس بات کا امکان تھا کہ پنجاب کو متحد رکھنے کے خیال سے قائداعظم اکالیوں کے مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے پر تیار ہو جاتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ باہمی افہام و تفہیم اور کسر و انکسار سے سکھوں اور مسلمانوں میں مفاہمت کی کوئی شکل نکل آتی اور اس طرح اگر پنجاب متحد رہ سکتا تو آج برصغیر کی سیاسیات کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

یہاں یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسٹر گوپال سنگھ دردی کی ان خدمات کے عوض انہیں مشرقی پنجاب میں اپر ہاؤس کا پنڈت نہرو کی خصوصی مداخلت کے بعد رکن منتخب کیا گیا تھا آج سکھ عوام گوپال سنگھ دردی کو مخاطب کر کے کہہ سکتے ہیں۔

قومے فروختند وہ ارزاں فروختند

سکھوں کے مشہور اخبار جس کو ماسٹر تارا سنگھ دل چلاتا رہا ہے روزنامہ ''اجیت'' جالندھر کی 19 اگست 1970ء کی اشاعت میں پاکستان کا دورہ کرنے والے اکالی سکھ لیڈر اور اخبار نویس سردار گورمیت سنگھ ایڈووکیٹ سرسا ضلع حصار پنجاب کا لاہور میں موجود ڈیرہ صاحب گوردوارہ کے گرنتھی آنجہانی گیانی ہری سنگھ کے ساتھ ہونے والے انٹرویو کی اشاعت نے سکھوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس انٹرویو کا ایک حصہ پیش خدمت ہے۔

سوال: گیانی جی مجھے علم ہوا ہے کہ آپ پاکستان میں رہنے والے واحد سکھ ہیں؟

جواب: ایسی بات نہیں۔ صوبہ سرحد اور سندھ میں سکھ گھرانے آباد ہیں۔ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں میں واحد ایسا سکھ ہوں جس کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا اور میں نے پاکستانی پنجاب میں قیام کو ترجیح دی۔

سوال: آپ کا جنم کہاں اور کب ہوا؟ ماں باپ کون تھے؟

جواب: میرا جنم 1908ء میں کوٹ بابا دیپ سنگھ ضلع امرتسر میں ہوا۔ میرے والد کا نام حوالدار سوہن سنگھ اور والدہ کا نام پریتم کور تھا۔

سوال: میرے علم میں آیا ہے کہ مسٹر جناح سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے آپ ان سے سب سے پہلے کب اور کہاں ملے؟

جواب: میری پہلی ملاقات جناح صاحب سے 1946ء میں اورنگ زیب روڈ دہلی میں جہاں وہ

قیام پذیر تھے ہوئی۔ میرے ساتھ مشہور سکھ دوان سردار ہزارہ سنگھ گجیٹھ بھی تھے۔

سوال: آپ انہیں کس حیثیت میں اور کس کام سے ملے تھے؟

جواب: میں بابا جیون سنگھ مذہبی دل کا پردھان تھا اور ''دل'' نے ریزولیشن پاس کر کے مجھے اختیار دیا کہ میں جناح صاحب کو ملوں اور اس بات کی کوشش کروں کہ پنجاب کا بٹوارہ نہ ہو اور سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ طے پا جائے۔

سوال: ایسا ریزولیشن پاس کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: ہم سوچتے تھے کہ پنجاب کی تقسیم سے سکھوں کو زبردست نقصان ہوگا۔ ہماری جائیدادیں ختم ہو جائیں گی۔ گوردوارے چھن جائیں گے۔ سکھوں کے قتل عام کا خطرہ موجود تھا۔ گورو گوبند سنگھ جی نے فرمایا تھا جو سکھ کسی مسلمان عورت کو بے آبرو کرے گا میرے نزدیک سکھ نہیں رہے گا اور ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا اور سکھ اس اصول پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔

سوال: جناح صاحب نے آپ کی بات کا جواب کیا دیا؟

جواب: جناح صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ وہ سکھوں کو پاکستان کے اندر ایک خود مختار سٹیٹ دینے کے لئے تیار ہیں۔ جہاں سکھوں کو مکمل مذہبی اور قانونی آزادی ہوگی۔

سوال: اس سکھ سٹیٹ میں کون سے علاقے شامل کئے جاتے تھے؟

جواب: جناح صاحب جالندھر ڈویژن اور ضلع امرتسر کے علاوہ سکھ ریاستوں کو اس میں شامل کرنے پر رضامند ہو گئے تھے اور دوسرے پنجابی علاقوں پر بات چیت کے لئے تیار تھے۔

سوال: پھر اس تجویز کیا کیا بنا؟

جواب: جناح صاحب نے ہمارے ذمے ماسٹر تارا سنگھ کو رضامند کرنے کی ذمہ داری لگائی اور کہا کہ ہم ان کی اور ماسٹر تارا سنگھ کی ملاقات کا بندوبست کریں۔ میں جناح کا پیغام لے کر ماسٹر تارا سنگھ کو ان کے گھر سکھ مشنری کالج امرتسر ملا۔ میرے ساتھ تیس چالیس سرکردہ سکھ موجود تھے۔ ماسٹر جی نے جناح صاحب کو ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ راولپنڈی میں قتل ہونے والے سکھوں کا بدلہ ضرور لیں گے۔

سوال: سکھ لیڈروں میں کون کون آپ کے ہم خیال تھے؟

جواب: یوں تو بہت سے سکھ لیڈر میرے ہم خیال تھے لیکن ماسٹر جی کی مخالفت کے خوف سے ڈرتے تھے۔ گیانی کرتار سنگھ جی نے خود کو اس مشن کے لئے وقف کر رکھا تھا اور وہ اس ضمن

میں دہلی میں ہونے والے مسلم لیگ کنونشن میں بطور خاص شمولیت کے لئے گئے تھے تاکہ مسلمانوں تک اپنے خیالات پہنچا سکیں لیکن بعد میں وہ بھی ماسٹر تارا سنگھ کے خوف سے ایک طرف خاموش ہوکر بیٹھ رہے۔

سوال: جناح صاحب نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ ہمارے ارادے سکھ دوستوں کے متعلق خراب نہیں ہیں میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلوں کو بیرونی اثرات سے آزاد کر لیں...... وہ بھی ملیں...... مسائل پر گفتگو کریں مجھے پورا یقین ہے ہم ایسے تصفیہ پر پہنچ جائیں گے جو ہمارے سکھ دوستوں کے لئے قابل اطمینان ہوگا۔ بحوالہ (میرا پاکستان صفحہ ۹۲) آپ کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟

جواب۔ میرے خیال سے اگر ماسٹر تارا سنگھ ایک مرتبہ بھی جناح صاحب سے مل لیتے تو سمجھوتہ ہونا لازم تھا۔ جناح سکھوں کی ہر شرط ماننے کی تیار تھے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو بھارت کا اتہاس اور شکل ہی بدل جاتی۔

☆☆☆

سکھوں نے قیام بھارت کے فوراً ہی بعد اس بات کا احساس کر لیا تھا کہ انہیں دھوکہ دیا گیا ہے اور 1948ء کے بعد سے آج تک وہ اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی بنیاد اسی روز رکھ دی گئی تھی جس روز پہلے مسلمان نے سندھ میں قدم رکھا تھا۔ بعینہ خالصتان کی بنیاد 15 اگست 1947ء کو اس وقت رکھ دی گئی تھی جس روز بھارتی حکومت کی طرف سے باقاعدہ حکم جاری ہوا کہ

''سکھوں کے ساتھ ایک جرائم پیشہ قوم کے افراد کی حیثیت سے سلوک کیا جائے۔''

یہی وہ حکم تھا جس کی بنیاد پر پہلے سکھ آئی سی ایس سردار کپور سنگھ نے بھارتی حکومت سے ٹکر لی اور بھارتی سپریم کورٹ میں اپنا وہ بیان ریکارڈ کروا دیا جو اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ میں نے شامل کیا ہے۔ تاریخ کو جوں کا توں محفوظ رکھنے اور ترجمے میں معمولی سی بھی غلطی کا احتمال نہ رہے اس احتیاط کے پیش نظر میں نے کتاب میں اس بیان کا انگریزی متن دیا ہے کیونکہ سردار کپور سنگھ نے یہ بیان انگریزی زبان میں دیا تھا۔ جس سے کئی خفیہ گوشے بے نقاب ہوں گے اور تاریخ کے طالب علموں کو واقعات کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھنے کی سہولت بھی میسر آ سکے گی۔

میں نے اپنی کتاب ''آن دی ریکارڈ'' میں سکھوں کی اپنے علیحدہ وطن کے لئے جدوجہد کے حوالے سے ایک طویل مضمون لکھا ہے یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کروں گا تاکہ آپ کو

آپریشن بلیوسٹار کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

یوں تو سکھوں نے 48ء کے فوراً ہی بعد کانگریس کے مظالم اور بے ایمانی کا رونا رونا شروع کر دیا تھا لیکن 60ء میں باقاعدہ سکھ ہوم لینڈ کی تحریک شروع کر دی گئی تھی۔

سکھوں کی بدقسمتی ملاحظہ کیجئے کہ ماسٹر تارا سنگھ کے بعد انہیں فتح سنگھ کی صورت میں دوسرا بزدل لیڈر مل گیا جسے کانگریس جیسا کوئی نہ کوئی چکر دے کر رام کرتے رہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اپنی زندگی میں فتح سنگھ نے کئی مورچے حکومت کے خلاف لگائے ''مرن برت'' رکھے۔

لیکن.......!

ہر دفعہ یا تو حکومت اسے کسی چال یا جال میں پھنسا لیتی یا پھر وہ اپنے پیشرو ماسٹر تارا سنگھ کی طرح بک جاتے۔

اس صورت حال سے تنگ آ کر اپنے لیڈروں کی بے حسی اور ہندو لیڈروں کے سکھوں کے تئیں تمسخر کے خلاف بالآخر 13 اپریل 1967ء کو بھائی نند نے ''سکھ ہوم لینڈ'' اور ''خالصہ جی کے بول بالے'' کے لئے خودسوزی کر لی تاکہ شرومنی اکالی دل کی لیڈر شپ کو ان کی بے حمیتی کا احساس دلا سکیں۔

اس واقعے کے بعد بھی اکالی دل کی لیڈر شپ کو شرم نہ آئی اور وہ اپنی ''گندی راج نیتی'' کے مطابق اسی طرح کانگریس کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہے بلکہ فتح سنگھ نے جو اکالی دل کا پردھان تھا اس کی موت کو ایک ڈرامہ بنانے کی کوشش بھی کی...... اپنے لیڈروں کو ان کی بے حمیتی کا احساس دلانے کے لئے دوسری بڑی کوشش مشہور سکھ ودوان اور لیڈر درشن سنگھ پھیرومان نے کی اور ''سکھ ہوم لینڈ'' کی حمایت میں ''مرن برت'' رکھ کر مر گئے۔

سردار پھیرومان نے اپنی موت سے پہلے آخری وصیت ریکارڈ کروانے کے علاوہ لکھ دی تھی اور سارے سکھوں کو جاری کر دی۔ اس کا متن یہ تھا:

''میں درشن سنگھ پھیرومان سکھ پنتھ بھارتی شہریوں اور دنیا بھر کے حساس اور درد دل رکھنے والے انسانوں کو اپنا یہ آخری پیغام وصیت کی شکل میں پہنچانا چاہتا ہوں۔

جب میرا یہ پیغام آپ تک پہنچے گا میں اس دنیا کو چھوڑ چکا ہوں گا۔ آج یکم اگست 1969ء کو میری عمر 85 سال ہو جائے گی۔ گزشتہ نصف صدی

میں سکھوں کی ''چڑھدی کلا'' اور ملک کی آزادی کے لئے ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑتا رہا ہوں۔ میری زندگی کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔

بھارت آزاد ہو گیا لیکن سکھ پنتھ ابھی تک غلام ہے......!

بھارت میں ہمیں مذہبی آزادی کی بجائے بھرشٹا چار (ظلم) اور گراوٹ کا سامنا ہے۔

سکھوں کی سیاست اور مذہبی مقامات پر جعلی سنت مہنت (اشارہ سنت فتح سنگھ کی طرف ہے) اور سکھ پنتھ کے دشمن چھا گئے ہیں۔

سکھ مذہب، رسومات، سکھوں کی روایات اور سکھوں کا تاریخی اثاثہ قدموں تلے کچلا جا رہا ہے۔

سری اکال تخت کے سامنے کھڑے ہو کر ''ارداس'' کرنے کے بعد مرن برت رکھنے کا عہد کر کے اور خود سوزی کر کے مر جانے کی قسمیں کھانے والے پاکھنڈیوں نے بزدلی کی راہ اختیار کر لی ہے (سنت فتح سنگھ نے اکال تخت کے سامنے دونوں عہد کئے تھے لیکن مرن برت کے آخری مراحل پر سکھوں کو چکر دے کر حکومت سے مل گیا۔ اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے)۔

یہ پاکھنڈی اب ایک سازش کے تحت سکھوں کی مذہبی اور سیاسی اجارہ داریوں پر قابض ہو چکے ہیں۔

اسی سازش اور بزدلی کو سکھ مذہب کا حصہ ثابت کرنے کے لئے سکھوں کی مذہبی اہمیت کے اداروں پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور یہ پاکھنڈی اسے سکھ مذہب بتانے لگے ہیں اس ضمن میں سرکار کی مکمل پشت پناہی انہیں حاصل ہے۔

جس طرح طرح سکھ مذہب کو ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا گیا۔ سکھ مذہب کی مٹی جس طرح پلید کی جا رہی ہے ایسا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ سکھ سیاست پر قابض سنت مہنت (اشارہ سنت فتح سنگھ وغیرہ کی طرف) اور قوم کے غداروں نے سیاست سے عام سکھ کا عمل دخل ختم کر کے ایک سازش کے تحت انہیں ہندو کا غلام بنا دیا ہے۔

میری قربانی کے بغیر فریب کا یہ جال اور مکر اور ریاکاری کی یہ سیاست کبھی ختم نہیں ہو گی۔

سنت فتح سنگھ نے اکال تخت کے سامنے کھڑے ہو کر جھوٹ بولا اور سکھ قوم کو اس کی سزا مل رہی ہے اور جب تک میں اپنی جان کی قربانی نہیں دوں گا سکھ قوم کی گردن سے یہ بوجھ نہیں اتر سکتا۔

سری اکال تخت کے دشمن سنت فتح سنگھ اور اس کے بزدل ساتھیوں نے اپنے جل مرنے کے لئے ''ہون کھنڈ'' (جہاں جل کر مرا جاتا ہے) تیار کروا لئے لیکن اس سے بھاگ گئے اب سکھوں کو اس ''ہون کھنڈ'' میں جل کر اس گناہ کا کفارہ ادا کرنا ہے۔

گورو صاحبان اور اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر سکھ پنتھ کہیں پناہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ کوئی سکھ اپنا سر کٹا کر سنت فتح سنگھ اور دوسرے غداروں کے گناہوں کا پراشچت (کفارہ) کرے تا کہ ہم آزاد ہندوستان میں ''آزاد سکھ دھرم'' اور سکھ ہوم لینڈ کی طرف اپنا سفر شروع کریں۔

اس نشانے (سکھ ہوم لینڈ) کی آزادی کے لئے میں اپنی قربانی پیش کرنے پر جا رہا ہوں۔

سکھوں سے میری اپیل ہے کہ وہ میری موت کے بعد اپنا فرض پہچانیں۔ میری موت کے بعد میرے جسم کو سنت فتح سنگھ کے لئے بنائے گئے ''اگنی کنڈ'' (جو اس نے اپنا جسم جلانے کے لئے بنایا تھا اور بعد میں بھاگ گیا) میں رکھ کر جلایا جائے اور میری استھیاں (راکھ) ''کرت پور صاحب'' پہنچا دی جائیں۔

پنتھ کے غداروں کو سزا دی جائے اور اکال تخت سے ان کا قبضہ ان کی جھوٹی نشانیوں سمیت ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ نشانیاں سکھ پنتھ کے اجلے منہ پر کلنک کا ٹیکہ بنی ہوئی ہیں۔

سنگت ارداس کرے کہ دسم پاتشاہ میری قربانی قبول کریں اور اپنے پنتھ کی عزت کو قائم رکھیں۔''

سمپورن پنجاب زندہ باد

سکھ ہوم لینڈ امر رہے۔

واہے گورو جی کا خالصہ...... واہے گورو جی کی فتح۔

گورو سنگاں دا داس

ورشن سنگھ پھیرو مان

☆☆☆

ورشن سنگھ پھیرو مان کی اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق دی گئی قربانی نے ان ہندوؤں کو کچھ لمحے ہی کے لئے سہی سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا جو سنت فتح سنگھ کے پاس پاکھنڈ کے بعد سے سکھوں کا تمسخر اڑانے لگے تھے اور یہ کہتے تھے کہ سکھ لیڈر صرف مرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں مر نہیں سکتے۔

پھیرو مان نے مر کر سکھوں کے دلوں میں آزادی کی جوت جگا دی اور پھر یہ جوت سے جوت ایسی جلی کہ آج یہ دھکتا الاؤ بن چکی ہے...!

1960ء سے شروع ہونے والی سکھوں کی تحریک علیحدگی بڑے پرامن طریقے سے جاری تھی کہ بھارتی حکمرانوں نے ایسی تاریخی غلطی کا ارتکاب کر لیا جس کے بعد پھر فرار کی کوئی راہ ان کے لئے باقی نہیں بچی۔

یہ غلطی تھی دربار صاحب پر بھارتی فوج کا حملہ......

یہ حملہ مسز اندرا گاندھی کے حکم پر اس زعم میں کیا گیا تھا کہ مٹھی بھر دہشت گردوں کو بھسم کر دیا جائے۔

یہی دہشت گرد پھر اتنے طاقتور ہو گئے کہ خود بھارتی میڈیا انہیں "اتنک وادی" (دہشت گرد) کہتے ہوئے ڈرتا تھا اور انہیں "ملی ٹنٹ" کہنے پر مجبور تھا۔

یہ مختصر سی کتاب جو آپ پڑھنے جا رہے ہیں میری دس برسوں کی محنت کا شاخسانہ ہے۔ میں نے امریکہ اور یورپ میں ان سینکڑوں سکھ نوجوانوں، بوڑھوں، عورتوں سے ملاقاتیں کیں جو کسی نہ کسی طرح آپریشن بلیوسٹار کا حصہ کسی نہ کسی حیثیت میں رہے اور اب بمشکل اپنی جانیں بچا کر ان ملکوں میں آباد ہیں۔

آپریشن بلیوسٹار پر جو بھی رپورٹس یا مضامین سامنے آئے ہیں ان کی سچائی کو تو چیلنج نہیں کیا جا سکتا لیکن سکھوں میں موجود مختلف آزادی پسند گروپوں نے یہ اپنے اپنے نقطہ نظر سے لکھا اور

کوشش کی ہے کہ ان کی "جتھے بندی" نمایاں رہے۔

میں نے اپنی دانست میں کسی تعصب کے بغیر واقعات بیان کئے ہیں اور ایک غیر جانبدار مصنف کا فریضہ ادا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ میرے محترم قارئین کو ہندو ذہنیت کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

☆☆☆

ایک اخبار نویس کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ "ذرائع خبر" کی اہمیت کیا؟ اور مجھے فخر ہے کہ اس ضمن میں مجھے مستند ذرائع حاصل رہے۔

— میں نے 1978ء سے تحریک خالصتان پر لکھنا شروع کیا تھا۔ 1982ء کے اواخر میں میری کتاب بلکہ کتابچہ جس کا نام "خالصتان... ماضی کا خواب مستقبل کی سچائی" منظر عام پر آیا۔ اس کتابچے کے لئے مجھے مواد مشرقی پنجاب میں چھپنے والے پنجابی اخبار "اکالی پتریکا" اور "جتھیدار" سے حاصل ہوا۔

یہ دونوں اخبارات لاہور کے ایک معتبر روزنامے میں آیا کرتے تھے جہاں گورمکھی زبان جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ میں چونکہ گورمکھی میں شد بد رکھتا تھا۔ اس لئے اکثر وہاں جا کر ان اخبارات سے استفادہ کیا کرتا۔ پھر میرا اخبار کے مالکان سے معاہدہ ہوا کہ وہ مجھے اخبارات دے دیا کریں گے اور میں ان کی ضرورت کا مواد اردو میں ترجمہ کر دیا کروں گا۔

یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔

بہرکیف یہ کتابچہ منظر عام پر آیا جو خاکسار نے اپنی جیب سے شائع کیا تھا کیونکہ ان دنوں میں "اتنا بڑا ادیب" نہیں تھا نہ ہی کسی پبلشر کے پاس ایسے "فضول موضوعات" پر شائع کرنے کے لئے رقم موجود تھی۔

حسن اتفاق کتابچے کی اشاعت کے قریباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد سکھ یاتریوں کا ایک جتھہ معمول کے مطابق پاکستان آیا اور انارکلی کے بکسٹالوں سے کچھ سکھ یاتریوں نے یہ کتابچے خرید لئے۔

مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ مجھ سے بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے۔ اس جتھے کی روانگی کے شاید تین یا چار ماہ بعد ایک اور جتھہ آیا۔ تب میں "روزنامہ نوائے وقت" سے منسلک ہو چکا تھا۔

یاتریوں کے اس جتھے میں خاصے غیر ملکی سکھ بھی آئے تھے جن میں ڈاکٹر ہرچند سنگھ دلگیر کا نام نمایاں ہے جو آج کل سکنڈے نیویا کے ملک ناروے میں سیاسی پناہ گزین کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور بلاشبہ ان کا شمار دنیا کے گنتے چنے پنجابی زبان کے سکالرز میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر

صاحب سے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔ ان دنوں وہ پٹیالہ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے۔

اگلے روز اخبار کے دفتر میں ایک سکھ صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ خدا جانے وہ کون تھے؟ لیکن انہوں نے اپنا تعارف "بابا ٹھارا سنگھ" کے نام سے کروایا یہ نوجوان سکھ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے "گڑوئے" تھے۔ گڑوئیے سے مراد وہ سکھ ہے جو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کا مصاحب اور چوبیس گھنٹے ساتھ رہنے والا جانثار ہو۔

بابا ٹھارا سنگھ نے مجھے بتایا کہ چار ماہ پہلے آنے والے جتھے میں کچھ سکھ میرا کتابچہ "خالصتان ۔ سکھوں کا خواب مستقبل کی سچائی" لے گئے تھے جو انہوں نے سنت جی کو پیش کیا۔ کسی مسلمان کا سکھوں کے مسئلے پر لکھا کتابچہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے بڑی دلچسپی سے اردو جاننے والے اپنے ایک گیانی سے سنا اور اس کی تصدیق کی۔

بابا ٹھارا سنگھ نے مجھے سنت بھنڈرانوالہ کی خواہش بتائی کہ وہ چاہتے ہیں میں ان سے ملاقات کروں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب سنت بھنڈرانوالہ کا نام بھارتی اور پاکستانی اخبارات میں گونجا کرتا تھا اور بھارتی حکومت کے لئے وہ مستقل دردِ سر بن چکے تھے غالباً نومبر 83ء کی بات ہے۔

اتنے بڑے اور عظیم سکھ مجاہد کی طرف سے ایک معمولی سے لکھاری کو یہ دعوت میرے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے دلی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ انشاء اللہ میں ضرور بھارت آنے کی کوشش کروں گا۔

قدرت کو شاید یہ ملاقات منظور نہیں تھی کیونکہ جون 84ء تک مجھے فراغت نہ مل سکی اور سنت جی کو زندگی نے مہلت نہ دی۔

1984ء میں جو جتھہ پاکستان آیا۔ اس میں سنت جی نے اپنے ایک خاص پہریدار کو مجھ سے ملاقات کی ہدایت کی اور میرے لئے ہرمندر صاحب سے "سروپا" روانہ کیا۔

یہ "سروپا" جو پگڑی پر مشتمل ہے آج بھی اس عظیم انسان کی یادگار کی صورت میرے پاس محفوظ ہے۔ یہ شاید آخری اظہار محبت تھا جو سنت جی کی طرف سے میرے لئے ہوا۔ پھر وہ جون 1984ء میں اس دارِ فانی کو خیرباد کہہ گئے۔

☆☆☆

1984ء میں خدا جانے میرا کتابچہ کس طرح "روزنامہ اجیت" جالندھر تک پہنچ گیا..... جب "اجیت" کے مالک اور ایڈیٹر سردار سادھو سنگھ ہمدرد تھے جو اب سورگباش ہو چکے ہیں۔ انہوں نے

ایک تفصیلی نوٹ اس کتابچے کے حوالے سے لکھا جس میں یہ "شدلی" بھی موجود تھی کہ یہ کتابچہ بھارتی معاملات میں سراسر مداخلت ہے.....!! مجھے لندن سے کسی مہربان نے اس نوٹ کا تراشہ بھیجا تھا۔ میں نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔

1985ء میں شاید بھارتی خارجہ سیکرٹری مسٹر رسگوترا (جو آج کل ٹریک ٹو ڈپلومیسی فرما رہے ہیں) پاکستان تشریف تو انہوں نے یہ کتابچہ مرحوم جنرل ضیاء الحق کو پیش کر کے اپنی حکومت کا یہ گلہ بھی گوش گزار کر دیا کہ یہ بھارتی حکومت کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے اور دونوں ممالک کے تعلقات میں سردمہری کا باعث بنے گا۔

مجھے ان واقعات کا علم نہ ہو پاتا اگر "بلائے ناگہانی" مجھ پر نہ ٹوٹتی۔ ایک تو خدا کے فضل سے ہماری "کاؤنٹر انٹیلی جنس" یوں ہی بڑی ہنرمند اور جوشیلی ہے خصوصاً جب "اعلیٰ سطح کی انکوائری" آ جائے تو ان کی "آنیاں جانیاں" کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

شاید کسی اعلیٰ کی میٹنگ میں کسی "برگزیدہ ہستی" نے محض یہ جاننا چاہا ہوگا کہ یہ طارق اسمٰعیل ساگر کون ہے؟

خدا ہماری بیوروکریسی کو ایسا موقع دے۔ ان کے نلکے تو بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔

اندازہ کیجئے کہ کتابچہ چھپے قریباً دو سال ہو گئے اور مجھ پر یہ بلائے ناگہانی نوبت پڑی۔ پہلے ایک ٹیم تشریف لائی اور میرے جدِ امجد سے لے کر آئندہ آنے والی نسلوں تک کا احوال لکھ کر لے گئی۔ پھر دوسری، پھر تیسری..... اس دوران "اپنے ذرائع" سے مجھے یہ علم ہو گیا کہ مجھ سے کون سا "ناقابلِ تلافی گناہ" سرزد ہوا ہے لیکن حیرانگی کی بات میرے لئے یہ تھی کہ جب میں ایک صاحب کو کہتا کہ برادرِ عزیز آپ سے پہلے والے کو میں طویل اور تفصیلی انٹرویو دے چکا ہوں تو وہ اداۓ بے نیازی سے مسکرا کر کہہ دیتے کہ ان کا مسئلہ الگ ہے۔ فلاں کا تعلق مرکز سے ہے۔ فلاں کا صوبے سے فلاں کا فلاں سے وغیرہ وغیرہ۔ خدا خدا کر کے یہ مرحلہ طے ہو گیا۔

☆☆☆

ابھی اس حادثے سے سنبھلا ہی تھا کہ ایک اور قیامت ٹوٹی جب بھارت سے جہاز اغوا کر کے پاکستان لانے والے ہائی جیکروں کے لیڈر سردار گجندر سنگھ نے اپنی طرف سے خصوصی عدالت کو صفائی کے گواہوں کی جو لسٹ پیش کی تھی اس میں میرا نام بطور سکھ مسئلے کے ماہر (Expert) کی حیثیت سے دے رکھا تھا.....!! انہوں نے میرا کتابچہ جیل میں پڑھا تھا اور اسی زمانے میں تواتے

وقت میں میرے مضامین سکھوں کے مسئلے پر مسلسل چھپ رہے تھے جس کے بعد سے صحافتی، سیاسی اور "خفیہ سروس" کے حلقوں میں میری شہرت اس حوالے سے ہو گئی تھی۔

سردار گجیندر سنگھ نے شاید اس خیال سے کہ میں گورمکھی میں شدبد رکھنے اور سکھ دھرم کو سمجھنے کے حوالے سے ان کی بات کو عدالت عالیہ تک اچھے انداز میں پہنچا سکوں گا میرا نام دیا ہوگا۔

لیکن......

میرے "خفیہ والے مہربانوں" کو پھر موقع ہاتھ لگ گیا...........!!

اور وہ مجھے "سکھوں کا دوست" بنانے پر تل گئے۔

عین ان دنوں جب اس مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہونے والا تھا میں نے اپنی آئینی لاعلمی کی وجہ سے ایک مضمون "سکھ حریت پسند یا ہائی جیکر" کے عنوان سے نوائے وقت میں لکھ دیا۔ جسے عدالت نے مداخلت جانا اور "توہین عدالت" لگا دی۔

ان پے درپے حادثات نے بیرونی دنیا میں موجود وہاں سکھوں کے اس طبقے کو جو کسی نہ کسی طرح اپنی جانیں بچا کر بھارتی پنجاب سے فرار ہو کر یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں جا بسا تھا میرا نام آشنا اس طرح کر دیا کہ سکھوں کے مشہور ہفت روزہ "دیش پردیس" لندن، "ورلڈ سکھ نیوز" امریکہ "چڑھدی کلا" کینیڈا میں میرے مضامین گورمکھی میں ترجمہ ہو کر چھپنے لگے۔ ورلڈ سکھ نیوز میں تین چار سال تسلسل سے میری ہفت روزہ ڈائری بھی چھپتی رہی۔ جس میں اپنے نقطہ نظر سے میں مشرقی پنجاب کے حالات پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا تھا۔

اس طرح مجھے دنیا بھر میں موجود خالصتان نواز سکھوں تک رسائی حاصل ہوئی اور مجھے (First Hand Information) یعنی تازہ ترین حالات سے آگاہی رہنے لگی۔ اس درمیان میں نے سینکڑوں مضامین اور تین کتابیں سکھ مسئلے کے حوالے سے لکھی ہیں اور دنیا کے ہر قابل ذکر خالصتان نواز سکھ سے ملاقات کر کے ان کے احوال سے آگاہی حاصل کی ہے۔

آپریشن بلیو سٹار پر شدید خواہش کے باوجود ابھی تک کچھ نہیں لکھ سکا تھا۔ دراصل میں مکمل صورت حال کا ادراک کیے بغیر اور اپنے علم کی حد تک واقعات کی تصدیق کے بغیر کچھ لکھنا ٹھیک

نہیں سمجھتا تھا۔ احباب کا تقاضا تھا کہ میں خالصتان تحریک سے متعلق وہ تمام "راز منکشف" کر دوں جو جانتا ہوں اور میں اس تاریخی ساعت کا منتظر تھا جب یہ سب کچھ جو اب دل پر بوجھ بنتا جا رہا ہے کہہ ڈالوں۔ "آپریشن بلیو سٹار" کو اس سلسلے کی پہلی کڑی جانئے میں بھارت کی علیحدگی اور آزادی پسند تنظیموں اور تحریکوں پر کام کر رہا ہوں اور انشاءاللہ جلد ہی قارئین تک اس ضمن میں اپنی گزارشات پیش کرنے کے لائق ہو جاؤں گا۔

میری یہ کتاب ادارہ سیوتھ سکائی پبلی کیشنز سے شائع ہو رہی ہے جس کے بعد امید ہے کہ آپ کی وہ شکایات جو آپ میری کتابوں کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ، جزبندی اور پروف ریڈنگ سے متعلق کیا کرتے ہیں جس طرح یہ قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ کتاب معنوی ہی نہیں صوری طور پر بھی خوبصورت دکھائی دے۔ مصنف بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق جب پیکر میں ڈھلے تو اتنی ہی خوبصورت دکھائی دے جیسا کہ اس نے سوچا اور لکھا۔

ہمارے ہاں بدقسمتی سے حکومت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قاری اور کتاب کا رشتہ ختم ہو جائے اس کے لئے بہترین ہتھیار کاغذ کی گرانی ہے جسے ہر حکومت نے کلہاڑے کی طرح استعمال کیا ہے۔ دنیا کے جاہل ترین معاشروں میں بھی کتاب کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر حکومتیں رعایت دیتی ہیں ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے اور زمانے بھر کے ٹیکس کاغذ پر تھوپ کر اسے اتنا مہنگا اور نایاب کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ان حالات میں جو پبلشرز کتاب خوبصورت انداز میں آپ تک پہنچاتے ہیں بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سیوتھ سکائی پبلی کیشنز بھی ان میں شامل ہے میری تمام پرانی کتابیں اسی ادارے سے ملیں گی اور جلد ہی انشاءاللہ نئی کتابیں بھی۔

آپ سے درخواست ہے کہ میری کتابیں طلب کرتے ہوئے ادارہ سیوتھ سکائی پبلی کیشنز کا نام ضرور دیکھ لیا کریں تاکہ آپ تک معیاری کتاب پہنچے۔

طارق اسمٰعیل ساگر

☆☆☆

2 جون 1984ء کی صبح!

بھارت کے صوبہ آسام کا دورہ کرتے ہوئے بھارتی صدر گیانی ذیل سنگھ صبح کا اشنان کر رہا تھا۔ آج کے پروگرام کے مطابق اس نے خاصے فسار زدہ علاقے کا دورہ کرنا تھا اس ضمن میں سیکورٹی کے خصوصی اقدامات کئے گئے تھے۔

ان اقدامات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ صوبے کی کم از کم ذمہ دار شخصیتوں تک بھارتی صدر کا حتمی پروگرام پہنچ سکے۔

اس کا سبب "را" کی وہ خفیہ رپورٹ تھی جو ہوم منسٹری کو پہنچائی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ آسام میں سرگرم عمل "الفا" تحریک علیحدگی کے آسام کی صوبائی حکومت میں "ہمدرد" موجود ہیں اور وہ لوگ انتہاپسندوں کے لئے کوئی بھی "قانونی حد" عبور کر سکتے ہیں۔

بھارتی انٹیلی جنس کے انتظامات کا یہ عالم تھا کہ مقامی انٹیلی جنس یونٹوں میں جہاں کہیں آسامی آفیسرز موجود تھے انہیں سیکورٹی انتظامات سے بلا کسی معقول طریقے سے الگ کر دیا گیا تھا۔

صرف غیر آسامی اور "را" کے انتہائی قابل اعتبار آفیسرز کو ہی گیانی ذیل سنگھ کے پروگرام کی اطلاع دی گئی تھی۔

عام حالات میں اہم ملکی شخصیات (وی آئی پی) کی حفاظت کی ذمہ داری بھارتی "سی بی آئی" سنٹرل بیورو آف انٹیلی جنس پر عائد ہوتی ہے۔

لیکن......

معاملے کی اہم نوعیت کے پیش نظر بھارتی صدر کی سیکورٹی کے انتظامات "را" نے خود سنبھال رکھے تھے۔

صدر کی آمد سے تین روز پہلے نئی مرکز سے انٹیلی جنس افسران کی ایک خصوصی ٹیم اسی مقصد کے لئے آسام روانہ کر دی گئی تھی جس نے مقامی انتظامیہ کو سیکورٹی معاملات سے عملاً علیحدہ کر دیا تھا۔

بھارتی صدر گیانی ذیل سنگھ کو اس بات سے بہت الجھن ہوتی تھی کہ اس کے معمولات کو اس سے بھی خفیہ رکھا جائے۔

آج بھی جب وہ ناشتے کی میز پر پہنچا تو اس کا "اے ڈی سی" پروگرام میں تبدیلی کی اطلاع کے ساتھ موجود تھا۔

"خیریت۔ پھر کوئی سیکورٹی پرابلم آ گئی ہے۔"...... اس نے اپنے اے ڈی سی کی طرف طنزیہ مسکراہٹ اچھالی۔

نوجوان کیپٹن کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لئے بدلا پھر وہ اپنی سخت تربیت کے مطابق نارمل ہو گیا۔

"جناب والا! پرائم منسٹر نے دورہ ملتوی کر کے فوراً دہلی آنے کے لئے کہا ہے۔ ایئر فورس کا خصوصی جہاز اس مقصد کے لئے ہوائی اڈے پر موجود ہے۔"

کیپٹن نے ایڑیاں بجاتے ہوئے کہا۔

گیانی جی ایک لمحے کے لئے چونکے......!!

مسز اندرا گاندھی نے انہیں خصوصی ہدایات کے ساتھ آسام بھیجا تھا اور اب وہی اچانک دورہ ملتوی کر کے واپس آنے کے لئے کہہ رہی تھیں۔

"او کے"......

انہوں نے صرف دو الفاظ کہنے پر اکتفا کیا۔

صورت حال بالکل غیر واضح تھی۔

گیانی جی کو پرائم منسٹر کی طرف سے آنے والے خصوصی حکم کی کاپی فراہم کی گئی تھی۔ یہ حکم پرائم منسٹر نے بڑے "مودب" انداز میں رات کے دو بجے روانہ کیا تھا۔

چونکہ گیانی ذیل سنگھ اس وقت سو رہے تھے اس لئے ان کے عملے نے انہیں جگا کر آگاہ کرنے کے بجائے صبح تک انتظار کرنا مناسب جانا۔

یوں بھی اس حکم میں "صبح پہلی فرصت" میں دہلی پہنچنے کی درخواست کی گئی تھی۔

ہوائی اڈے تک صدر کو کمانڈوز کی حفاظت میں پہنچایا گیا تھا...... اس وقت گیانی کا ذہن دو معاملات میں الجھا تھا۔

ایک تو پنجاب میں سکھوں کی یورش......

دوسرا وزیراعظم کا غیر ملکی دورہ۔

پہلے مفروضے پر اس نے اس لئے زیادہ توجہ نہ دی کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر اسے بلایا جانا ضروری سمجھا جاتا۔ مٹھی بھر انتہا پسندوں پر قابو پانے کے لئے پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں پولیس' سی آر پی' بی ایس ایف اور دیگر قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے اہلکار تھے......!

دوسری بات البتہ اہم تھی......!!

پاکستان کی طرف سے سرحدوں پر تناؤ کی خبریں صدارتی محل میں گردش کرتی رہتی تھیں اور مقبوضہ کشمیر کے سرحدی علاقوں میں جھڑپیں روزانہ کا معمول بنتی جا رہی تھیں۔ ان حالات میں مسز اندرا گاندھی نے یورپ کا دورہ کرنے کی ٹھانی تھی......!

''کیا ایک مرتبہ پھر ایڈونچر پسند اندرا مہارانی پاکستان پر جنگ مسلط کرنے جا رہی تھی؟''

یہ تھا وہ اہم سوال جو گیانی ذیل سنگھ کو بار بار چٹکو لے دے رہا تھا۔

پنجاب میں بھارتی فوج کی مسلسل آمد کی خبریں گیانی ذیل سنگھ کو اپنے خصوصی ذرائع سے مل رہی تھیں اس کے ذرائع اطلاعات بتا رہے تھے کہ یہ فوجیں پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ سکھوں کو کچلنے کے لئے استعمال کی جائیں گی۔

لیکن... !

گیانی کے ذہن نے یہ دلیل ماننے سے انکار کر دیا تھا...

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسز اندرا گاندھی سکھوں کو اشتعال دلا کر بھارت کے لئے مستقل دردسر مول لینے کا خطرہ مول لے گی۔

گیانی ذیل سنگھ کے پنجاب کی اکالی لیڈر شپ سے تعلقات کوئی آج کی بات نہیں تھی۔ گو کہ وہ ہمیشہ سے کانگریس کا حمایتی رہا تھا۔ لیکن جب سے وہ بھارت کا صدر بنا اکالی اپنے اکثر کام لینے کے لئے اس کی چوکھٹ پر ہی سجدہ ریز ہوا کرتے تھے۔

پنجاب کی مقامی سیاست پر اس کی گرفت بہت گہری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اکالیوں کی کون سی کمزور رگ کو کس وقت دبایا جا سکتا ہے؟

اس کی یہی ''کوالیفکیشن'' اسے بھارتی صدر کے اہم منصب تک پہنچانے کا ذریعہ بنی تھی۔

☆☆☆

بھارتی ایئر فورس کے طیارے نے ساڑھے بارہ بجے پالم پور کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر لینڈ کیا......!!

خدا جانے کیا مصیبت آن پڑی تھی۔ معاملات کتنے سنگین ہو گئے تھے کہ گیانی جی کو وی آئی

پی لاؤنج کی طرف جانے کی بجائے وہیں سے کار میں سوار کروا دیا گیا!

حالانکہ وی آئی پی لاؤنج میں عمائدین سلطنت ان کے استقبال کو موجود تھے۔ ایسا شاید انہیں اخبار نویسوں کی فوج سے بچانے کے لئے کیا گیا تھا۔

یہ لوگ جانے کہاں سے اطلاع پا کر ہوائی اڈے پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ شاید آسام سے ہی یہ خبر آؤٹ ہوئی تھی کیونکہ دہلی میں تو اس بات کو پوشیدہ رکھا جا رہا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ راشٹرپتی ہاؤس پہنچے تو پہلا فون انہیں بھارتی وزیراعظم کا ملا۔

مسز اندرا گاندھی نے انہیں اچانک دورہ ملتوی کر کے یہاں آنے کی زحمت دینے پر معذرت کرتے ہوئے مطلع کیا تھا کہ وہ دس پندرہ منٹ تک راشٹرپتی ہاؤس پہنچ رہی ہیں۔

حالانکہ یہ راشٹرپتی ہاؤس کا لنچ ٹائم تھا......!!

گیانی ذیل سنگھ کے عملے کے لوگ جانتے تھے کہ یہ سکھ صدر ڈسپلن کا بہت زیادہ پابند ہے خصوصاً اپنے ڈاکٹروں کی ہدایات پر وہ انتہائی سادہ لیکن بروقت کھانا کھانے کا عادی تھا۔

لیکن......!

آج اس نے اچانک دوپہر کا کھانا ملتوی کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے اپنے عملے کے لوگوں کو قدرے بوکھلا دیا تھا۔

صرف گیانی جی کے پرسنل سیکرٹری کو ہی اس بات کا علم تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

گیانی جی بھارتی وزیراعظم کے منتظر تھے۔

انہوں نے چائے کی ایک پیالی پینے پر اکتفا کیا۔

دس منٹ بعد ہی ''راشٹرپتی بھون'' کے عملے کو اطلاع مل گئی کہ بھارتی وزیراعظم بھارتی صدر کی ملاقات کو آ رہی ہیں۔

صدارتی محل کا سارا عملہ ''سٹینڈ بائی'' ہو گیا۔

مسز اندرا گاندھی نے معمول کے مطابق جانکیائی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر جما رکھی تھی اور دیویوں کے سے انداز میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھے گیانی جی کے سامنے موجود تھی۔

سفید اچکن پر سرخ پھول سجائے گیانی ذیل سنگھ نے بھی ''سیاسی مسکراہٹ'' کے ساتھ وزیراعظم کا استقبال کیا۔

دونوں سیدھے میٹنگ روم کی طرف گئے تھے...

☆☆☆

مسز اندرا گاندھی کے ساتھ آنے والے خصوصی عملے کے ایک فرد نے جسے بھارتی پریس ''آر این کاؤ'' کے نام سے جانتا تھا جو ''را'' کا بانی اور موجودہ سیکورٹی چیف تھا ایک فائل وزیراعظم کو بڑے ادب کے ساتھ تھما دی۔

وزیراعظم نے فائل ہاتھ میں پکڑی اور دونوں خصوصی میٹنگ روم میں داخل ہو گئے۔

گیانی جی کو حیرت ہو رہی تھی کہ ابھی تک وزیراعظم نے ان کے دورہ آسام کے حوالے سے ایک بھی بات نہیں کی تھی۔

وہ مسلسل پنجاب کی مخدوش حالت کا ذکر کر رہی تھیں......!!

پھر جیسے ہی گیانی نے اپنی سیٹ سنبھالی۔ وزیراعظم نے انہیں سکھ دہشت گردوں کی طرف سے ملکی سالمیت کو درپیش حالات کی تازہ ترین سمری کے نوٹس پڑھ کر سنانے شروع کر دیئے جو ان کے ہاتھ میں موجود فائل میں درج تھے......!

گیانی جی حیرت سے کبھی وزیراعظم اور کبھی اس فائل کی طرف دیکھ لیتے جو اس سیکورٹی چیف آر این کاؤ نے انہیں تھمائی تھی۔

ابھی تک انہوں نے حالات پر اپنی کوئی رائے نہیں دی تھی......!!

ان کی گہری خاموشی وزیراعظم کو کھٹکنے لگی تھی۔

اچانک ہی مسز اندرا گاندھی نے گیانی ذیل سنگھ کی طرف نظریں اٹھا کر ان سے صورتحال پر تبصرہ مانگا تھا۔

گیانی جی نے بڑے محتاط انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اپنی دانست میں مسز اندرا گاندھی کے دل میں پیدا شدہ خطرات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

ایک گھنٹے تک وہ انہیں یقین دلاتے رہے کہ صورتحال اتنی گھمبیر نہیں اور وہ پنجاب میں موجود اپنے لوگوں کی حمایت سے اس پر قابو پا لیں گے۔

انہوں نے بھارتی وزیراعظم کو یاد کروانا چاہا کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک ہی مضبوط سیاسی جماعت اکالی دل ہے جو ہر طرح ان کے ساتھ ہے اور وقت آنے پر وہ لوگ حکومت کی صفوں میں کھڑے ہوں گے......!!

دو گھنٹے تک دونوں تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ اس گفتگو کے درمیان گیانی جی نے مسلسل پانی پیا تھا......

دوسری طرف بھارتی وزیراعظم بھی ایسی ہی صورتحال سے دوچار تھیں...... کیونکہ جس طرف

وہ گیانی جی کو لانا چاہتی تھیں وہ بات گیانی ذیل سنگھ ماننے کو تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔

اچانک مسز اندرا گاندھی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں......

انہوں نے ڈرامائی انداز میں گھنٹی بجائی تھی۔

محافظ کے اندر آنے پر انہوں نے آر این کاؤ کو طلب کیا جو نجانے کب سے میٹنگ روم سے ملحقہ کمرے میں فائلیں اپنے سامنے رکھے پیش آئندہ حالات کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

جیسے وہ اندر داخل ہوا اور مودب انداز میں سر جھکاتے ہوئے اس نے کرسی سنبھالی تو مسز اندرا گاندھی نے اسے مخصوص اشارہ کیا۔

آر این کاؤ نے ایک فائل کھول کر صدر گیانی ذیل سنگھ کے سامنے رکھ دی۔

یہ فائل ایک ٹائم بم تھا......!

جو بھارتی سکھ صدر کے اعصاب پر پھٹا اور وہ لرز کر رہ گیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دہرانے جا رہی تھی......

ایک سکھ جرنیل سکھوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے اتاؤلا ہوا جا رہا تھا...... فائل میں جنرل رنجیت سنگھ دیال کی طرف سے جی ایچ کیو کو رات 12 بجے موصول ہونے والا پیغام رکھا تھا۔

''جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ ہرمندر صاحب کو بم سے اڑانے پر تلا ہوا ہے۔ مجھے فوراً آرمی کی مدد بھیجی جائے...... فوجی کارروائی ناگزیر ہو چکی ہے''......!

''جناب صدر! صورتحال اس ٹیلی گرام سے بھی زیادہ کشیدہ ہے۔ پاکستان نے ہر طرح کا خطرناک اور تباہ کن اسلحہ دربار صاحب میں دہشت گردوں تک پہنچا دیا ہے۔ یہ لوگ ملکی سلامتی کے لئے چیلنج بن چکے ہیں...... سول فورسز ان پر قابو پانے میں مکمل ناکام ہو چکی ہیں اور فوج کا دباؤ ان لوگوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا''......

آر این کاؤ نے اپنی تقریر شروع کی۔

اس نے گیانی جی کے سامنے دربار صاحب کے کمپلیکس کا نقشہ بچھا کر ایک نازک مقام پر انگلی رکھتے ہوئے انہیں ''اُت وادیوں'' (انتہا پسندوں) کے مورچوں کی اطلاع دی اور بتایا کہ یہاں کس نوعیت کا اور کتنا خطرناک اسلحہ موجود ہے۔

میٹنگ کو 100 منٹ گزر چکے تھے جب اچانک مسز اندرا گاندھی نے ایک ٹائپ شدہ کاغذ

نکال کر بھارتی صدر کے سامنے رکھ دیا۔

کاغذ پر ٹائپ تحریر نے ایک مرتبہ پھر گیانی جی کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیے۔

بھارتی آئین کے مطابق ان سے دربار صاحب پر فوجی حملہ کرنے کے "حکم" پر دستخط کرنے کی درخواست کی جا رہی تھی۔

گیانی ذیل سنگھ نے کاغذ پڑھ کر میز پر رکھ دیا......!

اتنا اہم فیصلہ کرنے کے لئے اسے کچھ وقت چاہئے تھے۔

لیکن......!

بھارتی وزیراعظم انہیں ایک لمحہ دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

"محترم صدر میری درخواست ہے کہ ہمیں بدمزگی پر مجبور نہ کیا جائے"......!

آر این کاؤ کے الفاظ نے گویا پگھلا ہوا سیسہ گیانی ذیل سنگھ کے کانوں میں انڈیل دیا۔

یہ کھلی دھمکی تھی......!!

جارحیت تھی......!!

صدر جمہوریہ بھارت کی سراسر توہین تھی......!!!

لیکن......!

وہ مجبور تھا......!

بزدل گیانی سنگھ نے اپنا نام سکھ تاریخ کے غداروں میں لکھوانے کا فیصلہ کر لیا تھا......

وہ موت اور ذلت کے خوف سے لرزاں تھا......!

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے اپنی زندگی کے سب سے زیادہ بھیانک اور شرمناک حکم پر دستخط کیے......

اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے اس نے اپنی موت کا "بلیک وارنٹ سائن" کیا ہو۔

"تھینک یو سر!"

کہتے ہوئے آر این کاؤ نے فائل جھپٹ لی۔

قہر کی دیوی......

کالی ماتا......!

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اسے آنکھ کے اشارے سے باہر جانے کے لئے کہا تھا۔

آر این کاؤ کی روانگی کے چند منٹ بعد ہی مسز اندرا گاندھی مردہ دل بھارتی صدر کے ساتھ

کمرے سے باہر آ گئی۔

اس کے چہرے پر کی خونی مسکراہٹ بہت گہری ہو چکی تھی۔

گو کہ پرائم منسٹر ہاؤس سے روانگی کے وقت ہی ان لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر "گن پوائنٹ" پر بھی گیانی جی سے دستخط کروانے پڑے تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

لیکن......!

بزدل سکھ نے ذرا سی بھی مزاحمت نہیں کی تھی اور ایک ہی دھمکی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

مسز اندرا گاندھی تھوڑی دیر بعد صفدر جنگ روڈ کی طرف فتح کے نشے میں سرشار اڑی چلی جا رہی تھی۔

اس نے ایک وقت میں تین شکار کھیلے تھے۔

کانگریس کی ہاری ہوئی بازی وہ سکھوں پر حملہ کر کے جیتنا چاہتی تھی اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اگلے الیکشن میں ناکام نہیں کروا سکتی تھی کیونکہ ہندو ووٹ پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں گر پڑتا۔

گیانی ذیل سنگھ بھارت کا صدر لیکن سکھ تھا۔ ایک سکھ جرنیل سے اس نے صورتحال کی سنگینی کا ٹیلی گرام لے کر دوسرے سکھ صدر سے سکھوں کے متبرک ترین مذہبی مقام کی تباہی کا حکم حاصل کر لیا تھا۔

اس طرح وہ دنیا کے سامنے سرخرو ہو گئی تھی۔

وہ اقوام عالم کو بتانے جا رہی تھی کہ دربار صاحب میں مورچہ بند سکھ کوئی مذہبی لوگ نہیں اگر ایسا ہوتا تو ایک سکھ جرنیل اور دوسرا سکھ صدر ان کے خلاف حملے کی منصوبہ بندی اور حکم کیوں جاری کرتے؟

☆☆☆

اپنے راج سنگھاسن کی طرف لوٹتے ہوئے گیانی ذیل سنگھ کا دل خزاں زدہ پتے کی طرف لرز رہا تھا۔ آنے والی تباہی کے تصور سے اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا......!

بھارتی صدر جانتا تھا کہ وہ کتنا خوفناک فیصلہ لکھ کر دے آیا ہے۔ اب وہ حکومت کے کسی بھی بہیمانہ عمل پر احتجاج نہیں کر سکتا تھا......

اب وہ اس عمل کا حصہ بن چکا تھا......!

راتوں رات تین لاکھ بھارتی فوج پنجاب کی طرف کوچ کر رہی تھی......!!

"آپریشن بلیو سٹار" کا آغاز ہو چکا تھا۔

مکافاتِ عمل عجب تماشہ دکھانے جا رہا تھا......!

لیکن......!

یہ سب کچھ یونہی نہیں ہو گیا تھا......

تاریخ نے گن گن کر ورق پلٹے تھے......

مظلوم ظالم...... اور ظالم مظلوم...... یونہی نہیں بن گئے تھے۔ اس کا ایک مکمل پس منظر تھا۔

یہ ایک کہانی تھی۔ ایک تاریخ تھی۔

☆☆☆

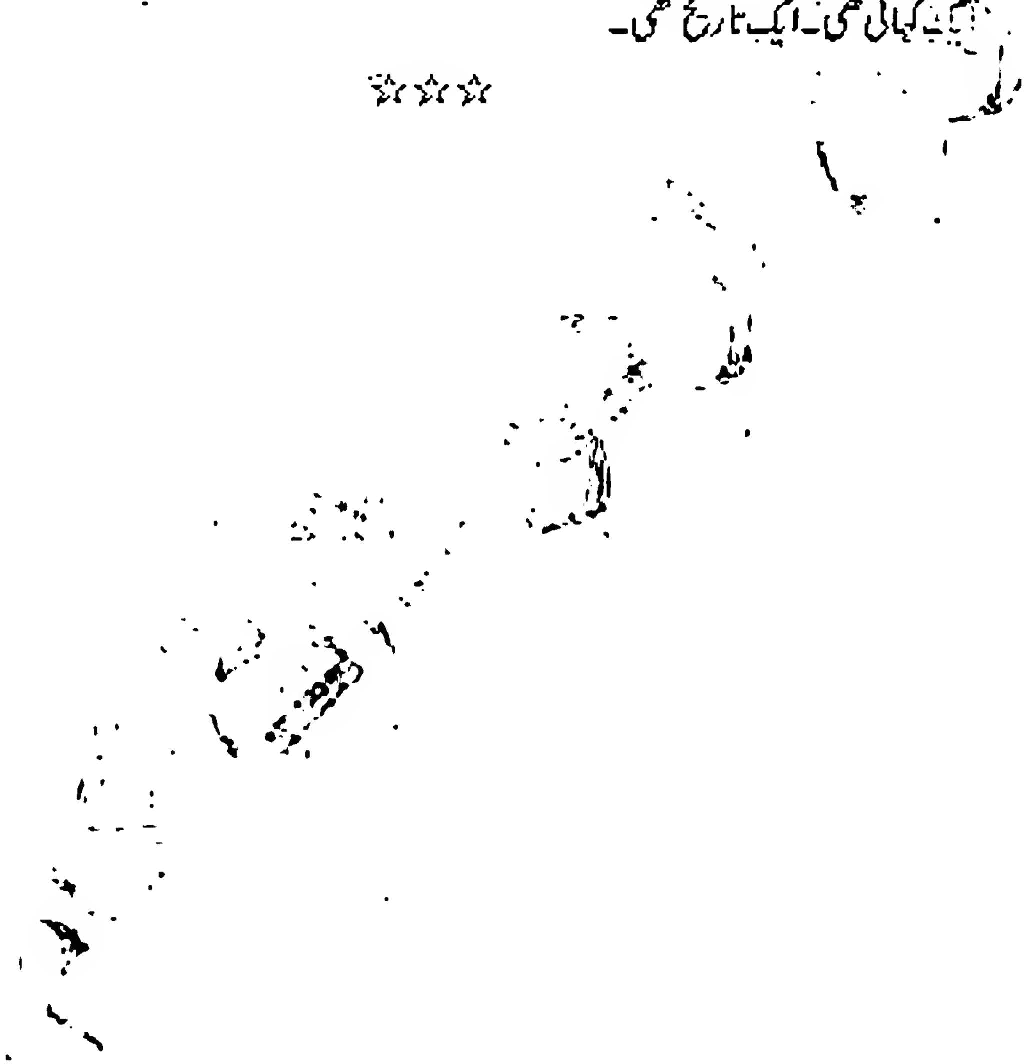

13 اپریل 1978ء

اس دن کو تحریک خالصتان میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے!!

آزادی حاصل کرنے کے 31 سال بعد اور پاکستان کے بازوئے شمشیر زن الگ کرنے کے محض سات سال بعد براہمن سامراج نے اپنے ہاتھوں اپنے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی......!

کانگریس کے پر فریب نعروں کا شکار ہونے والی سکھ قوم کو احساس ہو گیا کہ ان کی لیڈر شپ نے 14 اگست 1947ء کو انہیں کوڑیوں کے مول ہندو سامراج کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔

15 اگست 1947ء کو سرکاری حکم کے تحت سکھوں کو "جرائم پیشہ" قوم بتانے کے بعد سے بھارتی حکومت نے قیامِ بھارت کے ساتھ ہی گویا سکھوں کی تباہی کی بنیاد بھی رکھ دی تھی۔

13 اپریل 1978ء تک بھارتی حکومت ایک طے شدہ سازش کے تحت سکھوں کو مذہبی معاشرتی اور معاشی طور پر تباہ کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا رہی۔

ان کے گھروں میں جہاں گوردوں کی تصاویر لگائی جاتی تھیں۔ وہیں دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بھی لگائی جانے لگیں۔

سکھوں اور ہندوؤں کو "ایکتا" کے فریب میں الجھانے کے لئے مشترکہ شادیوں کو رواج دیا گیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی جانے لگی۔

چانکیائی سیاست کے تابع ہندو کا سازشی ذہن کتنا بھیانک روپ اختیار کر سکتا ہے اور دوسروں کے گھروں کو جلانے کے لئے ہندو ذہنیت کیا گل نہیں کھلا سکتی۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض براہمن گھرانے ایک سازش کے تحت اپنے ایک بچے کو کیس (لمبے بال) رکھوا کر اسے سکھ بنا دیتے تھے۔

اس طرح ہندو نے سکھوں کے سماجی ڈھانچے کو ہی تباہ کر ڈالنے کی سازش تیار کر لی تھی۔

بنیادی طور پر سکھ مذہب پرست قوم ہیں......!

یہ لوگ "منشتر کے ادھین سے راج" یعنی تلوار اور طاقت ہی حکومت کی بنیاد ہے کہ پیرو

کار رہے ہیں۔

سکھوں کی واحد سیاسی جماعت "اکالی دل" دراصل ایک مذہبی جماعت ہے اکالی دل نہ صرف سکھوں کے مذہبی معاملات کی رکھوالی کرتا ہے بلکہ ان کے سیاسی معاملات کی رکھوالی بھی اس کا ذمہ ہے۔

اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سکھ قوم بنیادی طور پر سیاست کو دین کا حصہ تصور کرتی ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اس ضمن میں سکھوں کے آخری گورو گوبند سنگھ نے اسلامی تعلیمات کا خاصا اثر قبول کیا تھا اور شاعر مشرق کے اس اصول کہ:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

کو سو فیصد اپنا لیا اور سکھ سیاست کا دھارا اسی اصول پر بہتا نظر آتا ہے۔

☆☆☆

جس طرح 1852ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کو مسلمانوں کو کچل دینے کے باوجود اس بات کا دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس خاکستر سے کوئی چنگاری ضرور اٹھے گی اور ان کے اقتدار کو جلا کر راکھ کر ڈالے گی اور اس خطرے کو بھانپتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد پر کاری ضرب لگانے کے لئے "مرزائی" مذہب کو جنم دیا۔ بعینہ بھارتی حکومت نے سکھوں کے فرقے "نرنکاری" کو جسے سکھ اپنے مذہب کے مطابق غیر سکھ قرار دیتے آئے ہیں خوب بڑھاوا دیا اور اس نام نہاد فرقے کو جس کے ممبران کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھی ناجائز مراعات دے کر اتنا مضبوط کر دیا کہ بھارتی حکومت کی پشت پناہی سے یہ فرقہ سکھ دھرم کے لئے ایک چیلنج بن گئے۔

نرنکاریوں کو دھڑا دھڑ اسلحے کے لائسنس جاری کر کے جہاں ان کی دھاک عام سکھوں کے دلوں پر بٹھانے کی کوشش کی گئی۔ وہاں انہیں مسلسل ہلا شیری کے ذریعے اس قابل بھی بنا دیا گیا کہ وہ طاقت کے بل بوتے پر سکھوں کو نیچا دکھا سکیں......!

سکھ سیاست چونکہ اکالی دل کے گرد ہی گھومتی ہے۔ اور اکالی لیڈرشپ کو قیام بھارت کے ساتھ ہی بھارتی حکومت نے "درباری سیاست" میں بری طرح الجھا لیا تھا یہ لوگ سوائے اپنی وزارتوں کے اور کسی مسئلے کو سکھ قوم کا مسئلہ نہیں سمجھتے تھے اسی چکر میں پڑے رہتے تھے......

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ 1978ء تک اکالی صرف جوڑ توڑ کی سیاست ہی کرتے آئے تھے جب کانگریس کا پلا بھاری ہوتا تو اس کے ساتھ ساز باز کر لیتے اور جب اکالی دھڑا مضبوط ہوتا تو

اکالی دل کے ٹکٹ پر الیکشن لڑتے۔

انہوں نے کبھی "نرنکاری جتھے" کے خطرے کو اہمیت ہی نہیں دی تھی۔ عموماً اکالی دل اس وقت حکومت کے خلاف "مورچہ" لگاتا تھا جب اس نے حکومت پر دباؤ ڈال کر کچھ مراعات حاصل کرنی ہوتی تھیں۔

سکھوں کے دو مضبوط مذہبی اکھاڑے یا سکول آف اتھاٹ (School of Thoutht) ہیں۔

1۔ دمدمی ٹکسال

2۔ اکھنڈ کیرتی جتھہ

ان دونوں مذہبی مدارس کے فارغ طلباء بعد میں سکھ گوردواروں میں "بھائی" یعنی مذہبی راہنما بنائے جاتے ہیں۔ سکھوں کے بیشتر "پاٹھی" (گورو گرنتھ صاحب سکھوں کی مذہبی کتاب کی تلاوت کرنے والے) اور "کیرتنی" (جنہیں راگی بھی کہا جاتا ہے جو گا کر عبادت کرتے ہیں) کا تعلق ان دونوں میں سے کسی ایک دینی مدرسے سے ہوتا ہے۔ چونکہ گوردواروں کی سیاست پر ان دونوں مدارس کا اثر ہوتا ہے اور اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں گوردوارے بھارتی حکومت کے کنٹرول سے باہر نہ نکل جائیں۔ اس خطرے کے پیش نظر ایس جی پی سی (گوردوارہ پربندھک کمیٹی) کو بھی اکالی دل کا ہی ایک ونگ بنا دیا گیا۔

اس طرح عملاً یہ کوشش کی گئی کہ گوردواروں کو بھی اکالی دل کے کنٹرول میں رکھا جائے۔

"نرنکاری" خطرے کو سب سے زیادہ دمدمی ٹکسال اور اکھنڈ کیرتی جتھے نے محسوس کیا اور دامے درمے اس کے خلاف سراپا احتجاج بھی ہوتے رہے لیکن براہمن سیاست کے نقار خانے میں ان کی آواز بھی "طوطی" سے زیادہ اثر نہ دکھا سکی۔

☆☆☆

13 اپریل سکھوں کے لئے زبردست ثقافتی اور مذہبی حیثیت کا حامل تہوار ہے...... اس روز "بیساکھی" منائی جاتی ہے۔

بیساکھی کے متعلق پنجاب میں عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ فصلوں کی کٹائی کی خوشی میں منایا جانے والا تہوار ہے۔

لیکن......!

شاید غیر سکھ اقوام کو اس بات کا علم نہ رہا ہو کہ یہ سکھوں کا سب سے بڑا مذہبی تہوار بھی ہے۔

سکھ مذہب کے مطابق اس روز سکھوں کے آخری گورو گوبند سنگھ جی نے ''خالصہ سجایا'' تھا یعنی سکھ جو اس سے پہلے باقاعدہ ''سنگھ'' نہیں بنے تھے انہیں باقاعدہ ایک جماعت یعنی (پنتھ) کا روپ دیا۔ اس روز گورو گوبند سنگھ نے ہر سکھ کو اپنے نام کے ساتھ ''سنگھ'' اور ہر سکھ عورت کو اپنے نام کے ساتھ ''کور'' لگانے کا حکم دیا جن کے معنی شیر اور شیرنی ہیں۔

جس شکل اور روپ میں ہمیں سکھ آج نظر آتے ہیں۔ یہ روپ سکھوں نے اس روز دھارن کیا (اپنایا) تھا۔

سکھ بیساکھی کو ''خالصے کا جنم دن'' کے روپ میں مناتے ہیں۔ اس روز سکھوں کے لئے عید کا سماں بندھ جاتا ہے۔ گھروں اور گوردواروں میں خصوصی تقاریب منائی جاتی ہیں۔

اس روز سکھوں کا عالمی اجتماع ان کے متبرک مذہبی مقام ''دربار صاحب'' میں ہوتا ہے جہاں سال کا سب سے بڑا ''دربار'' سجایا جاتا ہے۔

خصوصی عبادات کی جاتی ہیں اور پنجاب کے شہروں میں میلے لگائے جاتے ہیں۔ اس روز سکھ خصوصی اہتمام کے ساتھ اپنا مذہبی لباس زیب تن کرتے ہیں اور سارے پنجاب میں بیساکھی کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔

13 اپریل 1978ء کا دن بھارتی حکومت نے سکھ مذہب پر اپنی دانست میں بھرپور حملہ کرنے کے لئے چنا تھا۔ بعینہ 59 سال پہلے 13 اپریل 1919ء کو جلیانوالہ میدان میں فرنگی سامراج نے مسلمانوں اور سکھوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاید برہمن کے چیلے ایک مرتبہ پھر اس ''خونی روایت'' کو دہرانا چاہتے تھے۔

اس مرتبہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ سکھوں سے ان کا مذہبی مرکز یعنی ہرمندر صاحب چھین کر نام نہاد سکھوں ''نرنکاریوں'' کا اس پر قبضہ کروا دیں گے۔ اس طرح ایک مستقل خطرہ بن جاتا اور سکھ روحانی طور پر تباہ ہو کر رہ جاتے۔

مذہبی اور معاشی طور پر نیا سامراج اپنی دانست میں ان کا تیا پانچہ کر ہی چکا تھا۔ اب وہ اس روحانی غذا کے سپلائی سنٹر پر جہاں سے سکھوں کو تھوڑی بہت سپلائی ابھی جاری تھی اپنے قبضے میں لینا چاہتے جس کے لئے 50 ہزار نرنکاریوں کا اجتماع اسی روز امرتسر میں کیا تھا۔

* سکھ اپنے مذہبی اجتماع کو ''دربار'' کا نام دیتے ہیں

☆☆☆

دربار صاحب امرتسر میں ہزاروں سکھ موجود تھے۔

''ہرمندر صاحب'' کے سامنے والے تالاب میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی اور سکھ اپنے مذہب کے مطابق ''اشنان'' کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ سارا صحن سکھ سنگت سے بھرا ہوا تھا اور ''منجی صاحب ہال'' میں دیوان سجایا گیا تھا۔

اس وقت پنجاب پر اکالی دل کی حکومت تھی اور اس وقت کے اکالی دل حکومت کے وزیر مال جتھیدار جیون سنگھ عمرانگل اس مذہبی اجتماع کی صدارت کر رہے تھے۔

سٹیج پر سکھ دھرم کی روایات کے مطابق دمدمی ٹکسال کے سربراہ کی حیثیت سے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے اور کیرتنی جتھے کے سربراہ کی حیثیت سے بھائی فوجا سنگھ بھی موجود تھے۔

سردار عمرانگل کے خطاب کے دوران بھنڈراں والا کے کچھ اہلکار بھاگتے ہوئے سٹیج تک پہنچے اور انہوں نے بھنڈرانوالے کو بتایا کہ امرتسر شہر کے ''نہتہ چوک'' میں 50 ہزار نرنکاری اپنے گورو گوربچن کی کمان میں جمع ہو چکے ہیں۔

ایک مسلح جلوس کی قیادت گوربچن سنگھ کی بیوی کلونت کور ایک پالکی میں بیٹھ کر کر رہی ہے۔ خطرناک ارادے سے اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس جلوس میں زیادہ تعداد مسلح نرنکاریوں کی ہے جو سکھوں کو گالیاں دیتے ہوئے اس طرف آ رہے ہیں۔

نرنکاریوں کے خطرے کو سنت بھنڈرانوالے نے کبھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ انہیں اس بات کا ایک مذہبی راہنما کی حیثیت سے احساس تھا کہ ہندو سامراج نے اس فرقے کو سکھوں کے خلاف کس لئے منظم کیا ہے۔

یہ سن کر سنت جرنیل سنگھ سٹیج پر پہنچے اور انہوں نے اکالی وزیر عمرانگل کو مخاطب کر کے نرنکاریوں کے اس خطرناک جلوس اور ان نعروں کی طرف اس کی توجہ دلائی جو نرنکاری بلند کرتے اس طرف آ رہے تھے۔

اس پر عمرانگل نے کھڑے ہو کر اجتماع کو یقین دہانی کروا دی کہ جلوس ادھر نہیں آئے گا۔

اس پر سنت جرنیل سنگھ نے کہا کہ اس مذہبی دن نرنکاریوں کا مسلح اجتماع اور سکھ مذہب کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کا کیا جواز ہے جبکہ پنجاب پر سکھوں یعنی اکالی دل کی حکومت ہے۔

عمرانگل نے اس پر سنت جرنیل سنگھ کو قریباً ڈانٹتے ہوئے یاد دلایا کہ بھارت میں سیکولر راج ہے اور نرنکاریوں کا یہ اجتماع سرکاری اجازت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ سنت بھنڈرانوالہ یہ سن کر خاموشی سے آئے اور کمپلیکس کے دوسرے حصے میں واقع ''سرائے گورو رام داس'' کی طرف چلے گئے۔

صاف محسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے عمر السنگل کی اس ڈانٹ کا برا منایا ہے اور وہ خاصے غصے میں دکھائی دے رہے تھے۔

انہیں سرائے رام داس کی طرف جاتے دیکھ کر ان کے سینکڑوں پیروکار اور ''کیرتی جتھے'' کے سکھ بھی اس طرف آ گئے جلد ہی وہاں ہزاروں سکھوں کا اجتماع ہو گیا۔

یہاں سنت جرنیل سنگھ نے ''سکھ سنگت'' سے اپیل کی کہ وہ انہیں اجازت دیں کہ سنت جی اپنے پیروکاروں کا جتھہ لے کر جائیں اور نرنکاریوں کے اس طوفان کو روکنے کی کوشش کریں۔

ان کے پیروکار جانتے تھے کہ یہی بھارتی سرکار کی منشا ہے۔

بھارتی حکومت کو بھی اس بات کا علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ سکھ دھرم کے خلاف کوئی حرکت برداشت نہیں کرتے تھے اور جوش میں آ کر وہ کوئی غلط قدم ضرور اٹھائیں گے اور اسی چکر میں بھارتی حکومت خطرے بنتے اس کانٹے کو نکال باہر پھینکے گی۔

سکھ دھرم کی تعلیمات کے مطابق ان کا کوئی بھی لیڈر اپنی ذاتی حیثیت میں فیصلہ نہیں کر سکتا وہ اپنے ہر فیصلے کے لئے ''سکھ سنگت'' کی اجازت کا محتاج رہتا ہے......!

سکھ سنگت نے بھنڈرانوالے کو اجازت دینے سے انکار کر دیا اور یہ طے پایا کہ سکھوں کے ''پانچ پیارے'' جو فیصلہ کریں گے وہی مانا جائے گا۔

پانچ پیاروں نے فیصلہ کیا کہ سکھوں کا ایک جتھہ نرنکاری اجتماع کی طرف ضرور بھیجا جائے گا جو انہیں جا کر سمجھائے کہ وہ ایسی حرکات نہ کریں جو سکھوں کو اشتعال دلا کر کسی غلط فیصلے کے لئے مجبور کریں۔

اس ضمن میں ایک مشترکہ کمانڈ کیرتی جتھے اور دمدمی ٹکسال کی تیار کی گئی جس میں دونوں جتھوں کے ''پانچ پانچ پیارے'' جتھے کی کمانڈ کرنے کے لئے تیار کئے گئے اور 150 سکھ دونوں مذہبی مدارس کی طرف سے ان کی کمانڈ میں ''ارداس'' کے بعد نرنکاری اجتماع کی طرف روانہ کر دیئے۔

سکھ کوئی بھی اہم کام کرنے سے پہلے ارداس کرتے ہیں۔ جسے ان کے ہاں ''ارداس سودھنا'' کہا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ارداس سودھنے کے بعد واپسی ممکن نہیں ہوتی۔

ان لوگوں نے اجتماع کی طرف جانے کے لئے ''لوہ گڑھ'' والا راستہ اپنایا تھا یہ جتھہ اس طرف بڑھ رہا تھا جدھر نرنکاری مسلح اجتماع کر رہے تھے۔

اجتماع سے بمشکل چار سو گز کے فاصلے پر پولیس کے جوانوں نے اس جتھے کا راستہ روکا۔

خیال رہے کہ یہ لوگ بالکل غیر مسلح تھے۔

جتھے کے کمانڈروں نے پولیس سے کہا کہ وہ نرنکاری راہنماؤں سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ یہاں لڑنے کے لئے نہیں آئے جس کا ثبوت ان کا غیر مسلح ہونا ہے۔ پولیس نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا......!

ابھی یہ گفت و شنید جاری ہی تھی جب اچانک اس جتھے پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مسلح نرنکاری سکھوں پر گولیاں برسا رہے تھے اور پولیس ان کا ساتھ دے رہی تھی۔

پولیس کے ہندو ڈی ایس پی مسٹر جوشی نے کیرتی جتھے کے سربراہ فوجا سنگھ کی طرف پستول تانتے ہوئے کہا۔

''تم اس شرارت کی جڑ ہو۔ تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے کئی گولیاں فوجا سنگھ کے جسم میں اتار دیں۔ ڈی ایس پی کی طرف سے اشارہ ملتے ہی پولیس نے بھی غیر مسلح سکھوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ پولیس اور نرنکاری اکٹھے ہو کر سکھوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے پرامن سکھوں کی لاشیں گرنے لگیں۔ 13 سکھ موقعے پر مارے گئے۔ 78 شدید زخمی ہوئے جن میں سے بعض ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور کچھ عرصہ بستر مرگ پر گزارنے کے بعد مر گئے۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس قتل عام کے دوران نرنکاری اجتماع جاری رہا۔ اور اس سانحے کے چار گھنٹے بعد جب ان کے گورو نے اپنی تقریر ختم کر لی تو ان لوگوں نے منتشر ہونا شروع کیا۔

نرنکاریوں کی حفاظت کے لئے پولیس کی زائد نفری پہلے سے موجود تھی۔ ان لوگوں نے امرتسر شہر میں کرفیو کا سا سماں پیدا کر دیا تھا اور جس راستے سے نرنکاری واپس جا رہے تھے اسی راستے کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ نرنکاری گورو گوربچن سنگھ کو پولیس اپنے خصوصی پہرے میں امرتسر کے ہوائی اڈے ''راجا سانسی'' تک لے کر آئی جہاں سے وہ ایک خصوصی پرواز کے ذریعے دلی روانہ ہو گیا تا کہ مرکزی حکومت کو اپنی اس خصوصی کارکردگی سے خود آگاہ کر کے داد وصول کر سکے۔

آج سے پہلے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی حیثیت ایک مذہبی راہنما سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔

لیکن......!

13 اپریل 1978ء کے دن ان کی سیاسی زندگی کا آغاز بھارتی حکومت نے اس خونی

ذرا سے سے خود ہی کر دیا تھا۔

یہ واقعہ خالصتان کی موجودہ تحریک آزادی کا سنگ میل کہلاتا ہے۔ اس روز سکھوں نے جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی کمانڈ میں اپنے علیحدہ وطن کے حصول کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

جس نرنکاری اجتماع سے سکھوں پر گولی چلائی گئی تھی۔ اس میں مہمان خصوصی پنجاب کے مشہور اردو روزنامہ "ہند سماچار" کا ایڈیٹر لالہ جگت نرائن تھا...... یہ وہی لالہ جگت نرائن ہے جسے بعد میں خالصتانی سکھوں نے گولیوں کا نشانہ بنایا......!!

"جنتا پارٹی" کے مقامی لیڈروں کی پشت پناہی بھی حملہ آوروں کو حاصل تھی......!

اس واقعے نے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی شہرت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔

1۔ پہلی وجہ تو سنت جی کا روایتی نرنکاری مخالفت رویہ جس کی بنیاد پر انہیں سکھ دھرم کا محافظ سمجھا جانے لگا۔

2۔ دوسری اہم وجہ اکالیوں کی بے جا مخالفت۔

اکالیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سنت جرنیل کی شکل میں ان کے سر پر خطرے کی ایک مستقل تلوار لٹک گئی ہے اور جب تک وہ اس خطرے سے نجات حاصل نہیں کر لیتے تب تک ان کی سیاسی دکانداری ڈانواں ڈول رہے گی۔

انہوں نے فوری طور پر سنت جرنیل سنگھ کو اس واقعے کا ذمہ دار ٹھہرا دیا اور الزام لگایا کہ ان کی وجہ سے 13 سکھ مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اکالیوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ سنت جرنیل سنگھ کانگریس کا ایجنٹ ہے اور اس نے اکالیوں کی ساکھ تباہ کرنے کے لئے یہ سارا ڈھونگ رچایا ہے تاکہ پنجاب میں اکالی وزارت کا خاتمہ کر کے کانگریس کے لئے راہ ہموار کی جائے۔

دوسری طرف پولیس نے بھی سنت جرنیل سنگھ کو اس واقعے کا ذمہ دار قرار دے دیا اسی طرح جب حکومتی اور سیاسی سطح پر سنت جی کی مخالفت شروع ہوئی تو عام سکھ بھی سوچنے لگا کہ ضرور دال میں کالا ہے اور یہ مخالفت ہی دراصل سنت جرنیل سنگھ کی شہرت اور مقبولیت کا باعث بن گئی۔

اب بڑی عجیب صورتحال پیدا ہو گئی تھی......!

ایک طرف اکالی وزارت تھی جو اس واقعے کو دبا کر امن و امان قائم کرنا اور اپنی سرکار کو برقرار رکھنا چاہتی تھی۔

دوسری طرف سنت جرنیل سنگھ تھے جو "سکھ شہیدوں" کے خون کا حساب طلب کر رہے تھے اور فوری طور پر اس مقدمے کا فیصلہ چاہتے تھے۔

جن لوگوں کو اس قتل عام کے ضمن میں گرفتار کیا گیا ان پر بھنڈرانوالے خصوصی عدالت میں کیس چلانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

اس ضمن میں سنت جی کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ہائی کورٹ ججوں کا غیر جانبدار پینل اس واقعے کی تفتیش کرے لیکن اکالی سرکار اس معاملے کو صوبے تک محدود رکھنا چاہتی تھی انہوں نے اسے یکسر رد کرتے ہوئے بھارتی آئین کے مطابق فوجداری مقدمہ قائم کیا اور سست رفتاری سے مقدمہ چلنے لگا۔

☆☆☆

اب تو سنت جرنیل سنگھ اور اکالیوں کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی تھی......!!

گو کہ سنت جرنیل سنگھ نے ابھی تک کھل کر اکالیوں کی مخالفت نہیں کی تھی وہ ان سے صرف ایک ہی مطالبہ تکرار کے ساتھ دہرا رہے تھے کہ قاتلوں کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

اس کے برعکس اکالی اور کھیل کھیلنے جا رہے تھے......!

سکھ سیاست میں بنیادی اہمیت جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے "گوردوارے" کی ہے گوردواروں کے انتخابات نزدیک آ رہے تھے اور اکالیوں کو احساس ہو چکا تھا کہ عام سکھ چونکہ ان سے ناراض ہے اس لئے انہیں "نرنکاری" اور "رادھا سوامی" ووٹ درکار تھے۔

اس کے لئے اکالیوں نے باقاعدہ سودا بازی کی اور جیلوں میں قید نرنکاریوں سے ایک معاہدہ کر لیا کہ اگر ان کے ووٹ اکالی امیدواروں کو گئے تو اکالی انہیں جیلوں سے رہا کروا دیں گے۔

اس خفیہ معاہدے کی ضرورت اکالیوں کو کیوں پیش آئی؟ عام سکھوں کی مخالفت کے علاوہ اس کی دو اہم وجوہات تھیں۔

1۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی ذاتی کوششوں سے "اکال تخت" نے جسے سکھ الناس میں مرکزی اہمیت حاصل ہے نرنکاریوں کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا تھا جب کہ اکالی دل یہ نہیں چاہتا تھا۔

اکال تخت کی طرف سے جاری ہونے والے اس فتویٰ کے بعد اب ہر سکھ کی یہ ذہبی

ذمہ داری بن گئی تھی کہ وہ نرنکاریوں کے خلاف ہر سطح پر بغاوت کرے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

اس ''حکم نامے'' کی رو سے نرنکاری سکھ مذہب کے باغی قرار پائے تھے اور یہ کریڈٹ بھنڈرانوالہ کو مل گیا تھا۔

2۔ عموماً گوردواروں پر اکالی دل ہی کی ایک شاخ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کا قبضہ رہتا تھا لیکن اس مرتبہ بھنڈرانوالے نے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی اور کہا کہ گوردواروں کے انتخاب میں اسی سکھ کو حصہ لینے کی اجازت دی جائے جو ''امرت دھاری'' یعنی مکمل سکھ دھرم کا پابند ہو جبکہ اکالیوں کے پاس ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر تھے۔

اس کے ساتھ ہی ایک بڑی مصیبت اکالیوں کے لئے یہ بھی آن کھڑی ہوئی کہ دمدمی ٹکسال کے سابقہ چیف کرتار سنگھ کا بیٹا امریک سنگھ سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر بن گیا۔

امریک سنگھ چونکہ سنت جرنیل سنگھ کا فرماں بردار تھا اس لئے سنت جی اسے عملی سیاست میں لانا چاہتے تھے اور امریک سنگھ کی روحانی مطابقت کی وجہ سے سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن اور دمدمی ٹکسال ایک دوسرے کے بہت نزدیک آ گئے تھے اور جب نرنکاریوں کے خلاف بطور احتجاج دہلی میں ''چپ جلوس'' نکالنے کا اعلان ہوا تو سنت جی کے کہنے پر ہزاروں سکھ نوجوان وہاں پہنچ گئے اور اکالی دل کی مخالفت کے باوجود بہت کامیاب جلوس نکالا۔

جب سنت جرنیل سنگھ کی طرف سے گوردوارہ الیکشن میں ''امرت دھاری'' سکھوں کا اعلان ہوا تو اکالی سٹپٹا گئے اور انہوں نے سنت جی کو رام کرنے کے لئے اپنے بہت ہوشیار اور گھاگ سیاسی لیڈر اجاگر سنگھ سیکھواں کو بھیجا۔ جس نے سنت جرنیل سنگھ سے ملاقات کر کے انہیں اپنے جال میں پھانسنا چاہا لیکن بھنڈرانوالے قابو نہ آئے۔ اس مرحلے پر دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ کچھ اسی نوعیت کی تھی۔

اجاگر سنگھ۔ آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی۔

بھنڈرانوالے..... شرومنی اکالی دل نے اپنے گوردواروں کے انتخابات لڑنے کے لئے جو فارم امیدواروں کا شائع کیا ہوا ہے اس میں یہ بات درج ہے کہ وہ صرف ان امیدواروں کو ٹکٹ جاری کرے گا جن کا سارا خاندان ''امرت دھاری'' ہوگا۔ آپ نے جن کو ٹکٹ جاری کئے ہیں کیا ان کے خاندان ''امرت دھاری'' ہیں۔

اجاگر سنگھ..... سارے امرت دھاری نہیں۔

بھنڈرانوالے..... کیوں؟

اجاگر سنگھ..... سارے امرت دھاری مل نہیں سکتے۔

بھنڈرانوالے..... اگر 46 سال میں آپ لوگ 140 ''امرت دھاری'' سکھ پیدا نہیں کر سکے تو آپ کو سکھوں پر حکومت کرنے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ اور کرسیاں خالی کر دو۔ (خیال رہے کہ شرومنی اکالی دل کو قائم ہوئے 56 سال ہو چکے تھے اور 140 گوردواروں میں انتخاب ہو رہا تھا۔)

اجاگر سنگھ..... آپ کے پاس 140 ''امرت دھاری'' سکھ ہیں۔

بھنڈرانوالے..... ہاں۔ میں 140 سکھ دیتا ہوں آپ انہیں ٹکٹ جاری کریں۔

اجاگر سنگھ..... مجبوری ہے۔

بھنڈرانوالے..... اگر مجبوری ہے تو صاف کہہ دو کہ ہم کرسیاں نہیں چھوڑنا چاہتے مذہب کے نام پر پاکھنڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

☆☆☆

میدان ہاتھ سے نکلتا دیکھا کر اکالی دل نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ سنت جی کو کانگریس کی طرف سے بہت سا پیسہ ملا ہے اور وہ اس کے بل بوتے پر اب سکھوں کے گوردواروں پر کانگریس کا قبضہ کروانا چاہتے ہیں۔

سنت جرنیل سنگھ کی عادت تھی کہ وہ خود پر ہونے والی تنقید کا جواب نہیں دیا کرتے تھے اور اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اکالی دل پر آخری چوٹ اس وقت لگائی جب شرومنی اکالی دل کے پردھان گرچرن سنگھ ٹوہڑا کے مقابلے پر امریک سنگھ کو کھڑا کر دیا۔

اس حملے نے اکالی دل کو بوکھلا کر رکھ دیا......!!

اس وقت کے اکالی چیف منسٹر پرکاش سنگھ بادل نے اب بھنڈرانوالہ مخالفت کی کمان سنبھال لی تھی۔

اکالی دل نے یہ پروپیگنڈا تیز کر دیا کہ سنت جرنیل سنگھ چونکہ نرنکاری سکھوں کے مخالف ہیں اس لئے انہیں ووٹ نہ بننے دیا جائے...... اس ضمن میں اکالیوں نے اپنے ایک خاص رکن سابقہ ڈائریکٹر ہیلتھ پنجاب سردار موہن سنگھ کے ذریعے پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ میں اپیل بھی دائر کر دی۔

لیکن......!

ان کی ایک نہ چل سکی۔

ہائی کورٹ نے یہ کہہ کر رد کر دی کہ اب انتخابات کا اعلان ہو چکا اور ووٹرز لسٹ فائنل ہو چکی ہے۔ اس میں رد و بدل ممکن نہیں۔

اس کے بعد اکالی دل نے جعل سازی کا آغاز کیا اور قریباً ہر نرنکاری اور رادھا سوامی کو ووٹر بنا لیا۔

جتھیدار عمرا لنگل نے کرنال جیل میں بند نرنکاری منڈل کے سینئر ممبر گوبند سنگھ سے ملاقات کی۔ اسے پیش کش کی کہ اگر وہ نرنکاریوں کو حکم جاری کر دے کہ وہ عمرا لنگل کو ووٹ دیں گے تو ان کی رہائی کی کوشش کی جائے گی۔

گوبند سنگھ نے خفیہ ہدایت اپنے پیروکاروں کو جاری کر دی۔ جس میں کہا گیا کہ ہر نرنکاری شرومنی اکالی دل کو ہی ووٹ ڈالے۔

گوردوارہ الیکشن میں اکالی سرکار نے ہر ممکن بے ایمانی کی اور پولیس کی مدد سے کئی جگہ سنت جرنیل سنگھ کے حامیوں کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا۔ خصوصاً عمرا لنگل کی جیت کو ممکن بنانے کے لئے ہر ممکن بے ایمانی کی گئی۔ کیونکہ اکالی دل جانتا تھا کہ اگر عمرا لنگل کو شکست ہو گئی تو ان کی سیاست کا جنازہ اٹھ جائے گا۔

عمرا لنگل الیکشن میں کامیاب تو ہو گیا۔

لیکن......!

اکالی دل کو علم ہو گیا تھا کہ اب پنجاب میں ایک مستقل عذاب ان کے سر پر مسلط ہو چکا ہے۔

اس گوردوارہ الیکشن نے سنت بھنڈرانوالہ کو ایک ہیرو کی حیثیت سے ابھار کر دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

4 جنوری 1980ء

سکھ انتہا اس کا اگلا اہم موڑ ہے۔

اکالی دل نے اپنے وعدہ پورا کیا اور نرنکاریوں کی مدد سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد حق نمک ادا کرنے کے لئے ان کے خلاف سرکاری گواہوں کو کیس سے الگ کر لیا۔ حکومتی سطح پر کوئی ایسے شواہد نہ چھوڑے گئے جن کی مدد سے نرنکاری اپنے انجام کو پہنچتے۔

اس روز کرنال کی سیشن کورٹ میں سیشن جج آر ایس گپتا نے نرنکاریوں کو اس مقدمے سے

بری کر دیا۔

حکومتی سطح پر پہلے ہی نرنکاریوں اور اکالی دل کے درمیان یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ فیصلے کے خلاف اپیل نہیں کی جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

اس پر نرنکاری تکبر کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے سکھوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا گورو 52 آدمی رہا کروا سکے لایا تھا جبکہ ہمارے گورو نے 61 آدمی بری کروائے ہیں۔"

یاد رہے کہ اس مقدمے میں 64 نرنکاری گرفتار ہوئے تھے گوربچن سنگھ کی ضمانت ہو گئی تھی اور تین ملزم الگ رکھے گئے تھے باقی نرنکاری گورو کے ساتھ تھے۔

جج نے اپنے فیصلے میں پولیس، سرکاری وکیل اور صوبائی حکومت کو نامکمل ثبوت اور گواہیاں فراہم کرنے کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔

اس صورتحال نے سنت جی کے غصے کو اور بڑھایا۔ اب انہوں نے کھل کر اکالیوں کی مخالفت شروع کی اور 13 سکھوں کا خون نرنکاریوں کے ساتھ ساتھ ان کے گلے بھی ڈال دیا۔

وہ اپنی تقاریر میں سکھوں کو واضح اشارے دینے لگے کہ اگر اکالیوں کی عدالت نے نرنکاریوں کو بری کر دیا ہے تو سکھ "اکال پرکھ" (خدا تعالیٰ) کی عدالت کے فیصلے پر عمل کریں۔

اس صورتحال کا نتیجہ تھا کہ سکھوں میں اشتعال بڑھنے لگا۔ دوسری طرف نرنکاریوں کے حوصلے بھی بڑھتے چلے گئے۔

نرنکاری گورو گوربچن سنگھ نے سنت بھنڈرانوالہ کے خلاف تقاریر کا سلسلہ جاری رکھا اسے در پردہ اکالی دل کی مکمل حمایت حاصل تھی جس کی مدد سے اس نے پنجاب کے کونے کونے میں جا کر سکھوں کو یہ باور کروانا چاہا کہ ان ہنگاموں کی ذمہ داری بھنڈرانوالہ پر عائد ہوتی ہے۔

اکالیوں نے دکھاوے کے لئے 6 ماہ کی پابندی اس پر عائد کی لیکن مرکزی حکومت نے یہ پابندی ختم کر دی اور اسے پولیس کی خصوصی گارڈ بھی مہیا کر دی گئی۔ پولیس کی سنگینوں کے سائے میں گو اس نے پنجاب کا دورہ کامیاب بنا لیا لیکن چند ہی روز بعد 24 اپریل 80ء کو جب رات کے ساڑھے گیارہ بجے گوربچن سنگھ اپنی بیوی کلونت کور اور نرنکاری سیوا دل کے کمانڈر انچیف پرتاپ سنگھ سمیت نرنکاری بھون کے سامنے ایک "سماگم" سے واپس پہنچا تو کسی نے نرنکاری بھون کے کمرے سے ہی گولی چلائی جس سے اس کا کمانڈر انچیف پرتاپ سنگھ اور گوربچن سنگھ موقعے پر ہی مارے گئے۔

نرنکاری بھی گوبند سنگھ نے اس قتل کا الزام سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ پر لگایا اور اپنے پولیس کو دیئے گئے بیان میں تکرار کے ساتھ یہ بات کہی کہ بھنڈرانوالے نے نرنکاری گورو بچن کے قتل کا اپنے پیروکاروں کو نہ صرف حکم دیا بلکہ اسے ''پنتھ'' کی بڑی خدمت بھی بتایا۔

بھنڈرانوالہ کی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان پر کیا الزام لگایا گیا اور کون لگا رہا ہے۔

نرنکاری گورو کے قتل پر انہوں نے قاتلوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علی الاعلان کہا۔

''گورو بچن سنگھ کے قاتلوں نے سکھ قوم کی پاؤں تلے روندی گئی عزت
بگڑتی ہوئی مونچھ اور اپنی ماں کے بچے دودھ کی لاج رکھی ہے اور گردن پر
لگشنار کھ کر شہیدوں کے خون کا بدلہ لیا ہے۔''

☆☆☆

پرتاپ کور نام تھا اس کا......!!

عمر تو اس کی چالیس کے لگ بھگ رہی تھی۔

لیکن......

اس عمر میں وہ سرتا پا قیامت تھی۔ بہت بڑے سرکاری افسر کی بیوی ہونے کے ناطے اس نے بڑی تیزی سے کامیابی کی منازل طے کی تھیں۔

امرتسر سے لدھیانے تک اس کی دھوم مچی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ اس کے خاوند کی تیزی سے ترقی کا راز کیا ہے!

پولیس انسپکٹر سے وہ دنوں میں ایس ایس پی بنا تھا۔ اس کے کورس فیلو حیران تھے کہ مہندر سنگھ کو کون سے ایسے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں جنہوں نے اسے یوں دیکھتے ہی دیکھتے زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔

حالانکہ......!

وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کے لئے ہمیشہ ایک بدنما داغ رہا تھا......

اس کی رشوت ستانی کے قصے زبان زد خاص و عام تھے۔ بے گناہوں کا گناہ گار اور گناہ گار کو بے گناہ ثابت کر دینا مہندر سنگھ کے بائیں ہاتھ کا کھیل رہا تھا۔ اس نے اپنی سروس میں نجانے کتنے قاتلوں کو بری کروایا اور کتنے بے گناہوں کو تختہ دار پر پہنچایا تھا۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ جس شہر میں بھی تعیناتی ہوتی اس کے قصے اس کی اس شہر میں آمد سے پہلے ہی یہاں پہنچ جاتے اور اخبارات اس کی آمد سے پہلے ہی آسمان سر پر اٹھا لیتے۔

لیکن......!

جیسے ہی وہ اپنا چارج سنبھالتا آہستہ آہستہ سب نارمل ہو جاتا۔

لوگ کہتے تھے اس کے پس پردہ پرتاپ کور تھی...... کسی بھی اخبار کے ایڈیٹر کو اس کی ایک جھلک ہی کافی تھی......!

اس کے پاس کسی کو بھی ''رام'' کر لینے کے لئے سب کچھ تھا۔ حسن' جوانی' دولت' شباب اور

سب سے بڑھ کر دھمکی......!!

وہ دھمکی جس پر وہ عمل کر دینے کی قوت بھی رکھتی تھی۔ جب کبھی بھی ایماندار افسر نے ہرمہندر سنگھ کی حرکات کا نوٹس لیا اسے منہ کی کھانی پڑی۔

پرتاپ کور ایک رات گھر سے باہر رہتی اور سارا کام "او۔ کے" کروا کے واپس لوٹ آتی۔

اس کی رنگینیاں زبان زد خاص و عام تھیں۔ بڑے بڑے اعلیٰ افسران اس کی قربت کے مشتاق رہتے تھے۔ جس شہر میں بھی وہ ہوتی وہاں کی راتیں اس کے دم سے دن کی روشنی کو شرمانے لگتیں......!!

کوئی تقریب اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی۔ پرتاپ کور کو علم تھا کہ کس افسر کی کون سی نبض پر ہاتھ رکھ کر وہ کام کروا سکتی ہے۔

لیکن...!

جس روز لوگوں نے سنا کہ اس نے دربار صاحب میں مستقل ڈیرے ڈال دیئے ہیں تو بڑے بڑوں نے اپنے دانتوں میں انگلیاں دے لیں۔

نجانے اسے کیا ہوا کہ ایک روز جب وہ جانے کس کام سے دربار صاحب متھا ٹیکنے گئی تو وہاں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کا گوربانی پر لیکچر ہو رہا تھا۔ خدا جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ واپسی کا ارادہ ترک کر کے وہ سنت جی کا لیکچر سننے بیٹھ گئی......!!

اس کے ہمراہی حیران تھے کہ پرتاپ کور بیٹھ کر اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ پہلے تو انہوں نے اسے بھی پرتاپ کور کی کوئی ادا جانا اور سوچا کہ وہ تھوڑی دیر بعد اٹھ کر آ جائے گی۔

لیکن......

ان کی حیرت پریشانی کا روپ دھارنے لگی جب پرتاب کور نے واپس جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اب وہ باقی ساری زندگی سنت جی کے چرنوں میں ہی گزارنے آئی ہے۔

اس کے منہ زور اور جنونی عاشقوں نے اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ پرتاب کور نے اپنے تمام پرانے ناطے توڑ دیئے تھے اور سب کو ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس کی ایک ہی خواہش تھی کہ کسی بھی طرح سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔

تین روز تک وہ دربار صاحب میں سنت جرنیل سنگھ اور ان کے جتھے کے لوگوں کی "سیوا"

کرتی رہی۔ اس نے لنگر خانے میں "سیوا" کرنے کی ڈیوٹی سنبھالی تھی اور یہاں دیوانہ وار کام کر رہی تھی۔

لوگ حیران تھے کہ اتنی ماڈرن اور عیاش عورت پر سنت جرنیل سنگھ نے کیا سحر پھونک دیا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر صرف دھرم کی پرچارک بن گئی ہے۔

اخبارات نے پرتاب کور سے متعلق عجیب عجیب افسانے تراشے کسی نے اسے پرتاب کور کی ادا جانا اور کسی نے اس کا "پرائسچت" قرار دیا ......جلد ہی اخبارات کو بھی یقین ہونے لگا کہ وہ کوئی ڈرامہ نہیں رچا رہی واقعی اس نے خود کو سکھ دھرم کی "سیوا" کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

دسویں روز پرتاب کور نے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ہاتھوں "امرت سنچار" کر لیا۔

امرت سنچار کرنے کے بعد کوئی بھی سکھ مکمل سکھ بن جاتا ہے اور اسے صبح شام نہ صرف "گوربانی" کا دو تین گھنٹے پاٹھ کرنا پڑتا ہے بلکہ زندگی بھر کبھی شراب نشہ آور اشیاء اور گوشت انڈہ وغیرہ کو چھو بھی نہیں سکتا۔ یہ معمولی فیصلہ نہیں تھا۔ زندگی کی ساری عیاشیوں کو اچانک "تیاگ" کر یہ راستہ اپنا لینا تلوار کی دھار پر چلنے والی بات تھی۔

یہ دس دن اس نے دربار صاحب ہی میں بسر کئے تھے۔ اس درمیان اس کی قیمتی پوشاک اتر گئی تھی اپنے جسم پر موجود تمام زیورات اس نے سنت جی کے قدموں میں رکھ کر ان کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی "بھنڈرانوالہ جتھہ" کے سپرد کر دینے کا اعلان کیا تھا اور "سکھی بانا" (ایک مخصوص لباس جو بہت سادہ ڈھیلا ڈھالا اور سوتی کپڑے کا بنا ہوتا ہے) پہن لیا تھا۔ اس نے اپنے سر پر جتھے کی سکھ عورتوں کی طرح پگڑی باندھ لی تھی جس پر دوپٹہ اوڑھا جاتا تھا۔ پرتاپ کور کے گلے میں نہ صرف چھوٹی سی کرپان رہتی تھی ایک بڑی کرپان اس نے اپنے ہاتھ میں بھی تھامنا شروع کر دی تھی۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ اپنے جتھے کے ساتھ ان دنوں پنجاب کا طوفانی دورہ کر رہے تھے۔ وہ گاؤں گاؤں جاتے۔

سکھوں کو ان کی مذہبی تعلیمات سے آگاہ کرتے......!

ان کے تباہ شدہ حال اور بھیانک مستقبل کی تصویر انہیں دکھاتے۔

اور......

انہیں اپیل کرتے کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں اور ہندوؤں کے

ہاتھوں بندروں کی طرح ناچنے کی بجائے اپنے قومی تشخص کی فکر کریں جسے تباہ کرنے کے لئے بھارتی حکومت ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔

سنت جرنیل سنگھ جس گاؤں یا شہر میں تبلیغ کے لئے جاتے وہاں کے سکھوں کو خاص طور پر اس بات کی نصیحت کرتے کہ وہ مسلح رہا کریں۔

ان کی یہ خصوصی ہدایت تھی کہ پنجاب کے ہر دیہات میں دو موٹر سائیکل اور چار رائفلیں ہونا ضروری ہیں۔

وہ سکھوں سے کہا کرتے تھے کہ ان پر ایک خوفناک رات مسلط ہونے والی ہے اور قہر کی ایسی آندھی ان پر ٹوٹے گی جس کے سامنے انہیں اپنے جسموں کے بند باندھنے ہوں گے۔

وہ اپنے پیروکاروں کو بتایا کرتے تھے کہ جس طرح ان کے گورو صاحبان نے ہر سکھ کو "شستر دھاری" (مسلح) رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد کسی بھی سکھ کا غیر مسلح رہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے پیروکاروں کو جدید اسلحہ اپنے پاس رکھنے اور اس کی تربیت حاصل کرنے کا درس دیا کرتے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ زمانے کے حالات کے مطابق ان لوگوں کو ہتھیار اٹھانے چاہئیں۔ کرپان سکھ کی شان ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ صرف کرپان پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہے بلکہ اسے جدید اسلحہ بھی اپنے پاس رکھنا چاہئے......!

سنت جی کے ان بیانات کو حکومت بے حد تشویش کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ گو وہ کوئی پڑھے لکھے آدمی نہیں تھے اور انہوں نے سکول میں صرف پرائمری تک ہی تربیت حاصل کی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے پہلے پہل ان کے بیانات کا نوٹس نہیں لیا۔

لیکن......!

اب بھارتی حکومت محسوس کرنے لگی تھی کہ سنت جرنیل سنگھ آتش فشاں ہے جو کسی بھی لمحے پھٹ جائے گا۔

انہیں دن رات یہی فکر دامنگیر رہتی تھی کہ سنت جی کے اٹھائے ہوئے طوفان سے کیسے عہدہ برا ہوا جائے۔

اس کے لئے ضروری تھا کہ کسی بھی طرح ان کے جتھے میں اپنے "مداخلت کار" داخل کئے جائیں۔ بھارتی انٹیلی جنس کو اب سنت جی کی نظر میں ایسا طوفان دکھائی دینے لگا تھا جو کسی بھی لمحے ان کو راکھ کی طرح اڑانے جاتا۔ انہیں سنت جی کے پل پل کی خبر چاہئے تھی۔

ان کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ رہنا ناگزیر تھا...... !

اور

اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ سنت جرنیل سنگھ کے نزدیکی حلقے میں انٹیلی جنس کے آدمی داخل ہو جائیں۔

دوسری طرف سنت جرنیل سنگھ کی حفاظت کی ذمہ داری سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پردھان امریک سنگھ نے سنبھال رکھی تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں پنجاب کے کونے کونے سے سکھ نوجوان ان کی حفاظت کے لئے موجود رہتے تھے۔ یوں تو سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ہزاروں کارکن سنت جی کا دم بھرنے لگے تھے اور بھنڈرانوالہ کی شکل میں انہیں ایک ایسا راہنما میسر آ گیا تھا جو ان کے مفادات پر سودے بازی کئے بغیر ان کے مستقبل کو داؤ پر لگائے بغیر اور ہندو کی سازش کو سمجھتے ہوئے ان کی راہنمائی صحیح منزل کی طرف کر رہا تھا لیکن سینکڑوں نوجوان وہ تھے جو اپنا گھر بار چھوڑ کر امرتسر میں ان کے گرد جمع ہونے لگے تھے......!

ان نوجوانوں کی کمانڈ امریک سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔

امریک سنگھ ٹکسال کے سابقہ جتھیدار اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے پیشرو کا بیٹا تھا۔ اس طرح اسے سنت جی سے ایک روحانی نسبت بھی تھی جو روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

اس مرتبہ جب سنت جرنیل سنگھ اپنے جتھے کے ساتھ پنجاب کے دورے پر نکلے تو جہاں امریک سنگھ اور اس کے درجنوں ساتھی سنت جی کے باڈی گارڈز اور "سیواداروں" کے روپ میں ان کے ہمراہ چل رہے تھے وہاں پرتاب کور بھی ان کے ساتھ تھی۔

اس نے روایتی سکھ عورتوں کی طرح خود کو سکھی اصولوں کے مطابق ہتھیاروں سے سجا رکھا تھا۔ دن رات گورو گورو بانی پڑھتی اور سنت جی کی بڑھ چڑھ کر سیوا کرتی تھی۔

اتنی مشہور اور سوسائٹی کی جانی پہچانی عورت کو سنت جرنیل سنگھ کے ہمراہ دیکھ کر لوگ بہت متاثر ہوتے تھے اور بہت سے نوجوان پرتاب کور کے "درشن" کرنے کے لئے بھی سنت جی کی محفل میں آ جایا کرتے تھے۔

اس مرتبہ جب سنت جی اپنے دورے سے واپس لوٹے تو ان کے پیروکاروں نے اس بات کو بطور خاص محسوس کیا کہ اس مرتبہ ان کا دورہ اُمید سے بڑھ کر کامیاب رہا ہے اور بہت زیادہ

تعداد میں سکھوں نے ''امرت سنچار'' کیا ہے......!!

دورے سے واپسی پر امریک سنگھ نے پرتاب کور سے خصوصی ملاقات کی وہ اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں پرتاب کور کی شکل میں بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی ایجنٹ تو ان میں داخل نہیں کر دی۔

امریک سنگھ اندازہ نہ کر سکا کیونکہ اسی کی تنظیم کا دوسرا سرکردہ راہنما ہرمندر سنگھ سندھو جو فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری تھا۔ پرتاب کور کی شخصیت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہا۔

جب بھی امریک سنگھ کو اس پر شک گزرتا ہرمندر سنگھ سندھو فوراً گفتگو کا رخ بدل دیتا اور کبھی اس کا خیال بھی اس طرف نہ جانے دیتا (یہ وہی ہرمندر سنگھ سندھو ہے جسے بعد میں سکھ حریت پسندوں نے 1990ء میں غداری کے الزام میں مار ڈالا تھا۔)

پرتاب کور کی سرگرمیاں پہلے پہل تو بھنڈرانوالہ جتھے کے کچھ جانثاروں کے نزدیک مشکوک تھیں پھر انہیں اس بات کا یقین ہو نے لگا کہ واقعی پرتاب کور اب وہ نہیں رہی اور اس کی آمد بھی کسی سازش کی کڑی نہیں......!!

پرتاب کور کو اب بھنڈرانوالہ جتھہ کا خاصا اعتماد حاصل ہو گیا تھا اور اس کی سرگرمیاں بھی روز بروز بڑھنے لگی تھیں۔ وہ نہ صرف سنت جی کے جتھے کے ساتھ جاتی بلکہ اب اس نے باقاعدہ ''کیرتن'' (سکھوں کا مذہبی گانا) بھی شروع کر دیا تھا......!!

کچھ عرصہ بعد پرتاب کور نے امرتسر شہر کے ماڈرن علاقے میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

لیکن......!

پرتاب کور نے اپنے پولیس آفیسر خاوند کی شکل دیکھنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے اس نے یہ بتائی کہ اس کا خاوند اس پولیس کا کارندہ تھا جس نے سنت جی کے ساتھیوں پر ظلم ڈھایا تھا۔

پرتاب کور نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ وہ استعفیٰ دے کر اس کی طرح سنت جی کے جتھے میں شامل ہو جائے اور ''سکھ پنتھ کی چڑھدی کلا'' کے لئے کوشاں ہو......!

اس طرح پرتاب کور راتوں رات سکھوں کے دھارمک حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے لگی۔

اس کے اس اقدام کو بہت سراہا گیا۔

وہ اخبارات جو پرتاب کور کو فاحشہ اور ریاکار عورت لکھا کرتے تھے وہی اب اسے سکھ دھرم کی عظیم پیروکار سمجھنے لگے تھے۔

امرتسر کے بجلی گھر انٹروگیشن سنٹر پر موت کا سناٹا طاری تھا۔

صرف پہرے والوں کے قدموں کی چاپ تھی جو کبھی کبھی اندھیرے کے اس سناٹے میں چیخ بن کر گونجنے لگتی تھی۔

بجلی گھر کا انٹروگیشن سنٹر مقامی آبادی کے لئے دہشت اور خوف کی علامت بنا ہوا تھا۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ اس میں داخل ہونے والا اول تو زندہ باہر آ ہی نہیں سکتا اگر خوش قسمتی سے آ بھی جائے تو اس کا جسم کبھی مکمل نہیں ہوتا۔

جس وحشیانہ طریقے سے یہاں مشتبہ دہشت گردوں کی تفتیش کی جاتی تھی اس کی کہانیاں ایک طرح سارے پنجاب اور بھارت میں پھیلنے لگی تھیں۔

کبھی کبھی جب امرتسر کے کسی نواحی قصبے یا دیہات میں کسی 'پولیس جعلی مقابلے' میں مارے جانے والے نوجوان کی مسخ شدہ لاش ملتی تو علاقے میں کہرام مچ جاتا۔

عموماً یہ لاشیں ناقابل شناخت ہوتی تھیں۔ جسم پر اتنا تشدد کیا جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا تھا۔ بجلی کے شاک سے جسم جلانا تو معمول کی بات تھی یہاں متعدد ایسی لاشیں ملتی تھیں جن کے جسموں میں سوراخ کئے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ وحشت اور بہیمیت کی انتہا تھی۔

ان لوگوں کا تعلق سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے جتھے سے تھا جیسے ہی انٹیلی جنس کو خبر ملتی کہ سنت جی کے جتھے میں فلاں نوجوان حریت پسندانہ کارروائیوں میں ملوث ہے اسے بڑے پراسرار طریقے سے اغوا کر لیا جاتا۔ ان دنوں نوجوانوں کو دربار صاحب یا ان کے گھروں سے اغوا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ گھر اور دربار صاحب کے راستے ہی سے وہ غائب ہو جاتے تھے۔

کہیں بھی راہ چلتے ایک ''جیپ'' جب ان کے نزدیک آ کر رکتی جس میں سے پانچ چھ مسلح سفید پوش برآمد ہوتے اور اس نوجوان کو اٹھا کر جیپ میں پھینک دیتے۔ کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ ایسی پراسرار جیپوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت بھی کرے لوگ چپ چاپ کان لپیٹ کر نکل جایا کرتے تھے۔

امرتسر میں ایسے اغوا ہونے والے نوجوانوں کی منزل بجلی گھر کا یہ تفتیشی مرکز تھا جہاں قصائی نما

درندے انٹیلی جنس افسران کے روپ میں کسی بھی ایسے شکار کے منتظر رہتے تھے۔ کسی بھی ایسے نوجوان کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اتر آتا۔

وہ درندوں کی طرح اس پر پل پڑتے اور تب تک اسے درندگی کا نشانہ بناتے رہتے جب تک کہ وہ بے ہوش نہ ہو جاتا۔

ہوش میں آنے پر اس نوجوان کو پانچ منٹ کی مہلت دی جاتی جس کے بعد تشدد کا عمل دوبارہ شروع ہو جاتا اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا جب تک کہ اس کے جسم اور روح میں تعلق قائم رہتا ہے۔ اس کے بعد اس کی لاش پولیس ٹرک میں ڈال کر کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ کر دی جاتی جہاں پولیس والے لاش پھینک کر ہوائی فائرنگ کر کے مقابلے کا تاثر دیتے اور پھر اس کی لاش پولیس کارروائی کے بعد ورثہ کے حوالے کر دی جاتی۔

اخبارات کو ان لاشوں کی تصاویر شائع کرنے کی اجازت نہیں تھی نہ ہی ان کے ''انتم سنکار (آخری رسومات)'' کی ادائیگی کی اجازت دی جاتی تھی۔ پولیس اپنے پہرے میں لاش کو ''شمشان گھاٹ'' تک لے جاتی اسے نذر آتش کر دیا جاتا۔

اکثر یہ بھی ہوتا کہ لاش کے ورثاء کو بھی اپنے پیارے کے آخری درشن نصیب نہیں ہوتے تھے۔

☆☆☆

ایس پی بھلہ کی اس وقت آمد یوں تو اچنبھے کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ رات کے کسی پہر بھی اچانک کسی خفیہ مشن پر یہاں آ جایا کرتا تھا۔

لیکن......!

چونکا دینے والی بات تو اس کے ساتھ کسی کی موجودگی تھی۔ اندھیرے میں ایس پی کی جیپ کے اندر موجود دوسرے آدمی کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے جسم کو چادر میں اس طرح لپیٹ رکھا تھا کہ سر پر بندھی پگڑی اور آنکھوں کے علاوہ قریباً سارا جسم ہی چھپ گیا ہے۔

ایس پی بھلہ کی جیپ پر نظر پڑتے ہی پہرے والوں نے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس کی جیپ قلعہ نما عمارت کے دروازے سے گزرتی سیدھی اپنے آفس کے سامنے جا کر رکی تھی۔ جس کے باہر مستعد گارڈز اس کے احترام کے لئے موجود تھے۔ ایس پی بھلہ کے گارڈز جانتے تھے کہ ایک لمحے کی نیند ان کی جان کا عذاب بن جائے گا۔

یہاں معمولی غفلت کی کم از کم سزا ملازمت سے برطرفی تھی۔ اس لئے ایس پی یہاں موجود ہو یا نہ ہو یہ لوگ ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ معمولی آہٹ پر ان کے ہاتھ بے اختیار رائفلوں کے ٹریگرز کو

چھونے لگتے۔

جیسے ہی ایس پی بھلہ کی جیپ آئی۔ ایک مستعد محافظ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ آج بھی معمول کے مطابق ایس پی صاحب جیپ خود چلا رہے تھے۔ وہ رات کے کسی بھی پہر میں عموماً اکیلے ہی اس طرف آیا کرتے تھے یا کبھی کبھی کوئی ''مخبر'' ان کے ساتھ ہوتا لیکن آج آنے والے نے جس طرح اپنی شناخت چھپانے کی کوشش کی تھی اس سے پہرے داروں کا چونکنا ضروری تھا۔

دوسری سمت کا دروازہ جس گارڈ نے کھولا اس نے یہ بات خاص طور سے نوٹ کی کہ ایس پی صاحب کے ہمراہ آنے والے نے زنانہ جوتے پہن رکھے ہیں جس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی عورت ہے......!!

اس سے زیادہ اندازہ وہ نہ لگا سکا۔

اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ اگر یہ اطلاع اس سے آگے نکل گئی تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ وہ بے چارہ یہ بات کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔

کون تھا؟......

معمول کے مطابق اس کے دوسرے ساتھی نے دونوں کے دفتر پہنچنے کے فوراً بعد اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''معلوم نہیں میں نے غور نہیں کیا''...... اس نے جواب دیا۔

''یار مجھے تو کچھ گڑبڑ دکھائی دے رہی ہے۔ دال میں کچھ کالا ہے'' پہلے نے اپنی رائے ظاہر کی۔

''پرکاش! بے وقوف نہ بنو۔ تم جانتے ہو اگر اس گفتگو کی بھنک بھی ایس پی صاحب کے کانوں میں پڑ گئی تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔''

پہلے نے اپنے ساتھی پرکاش سے کہا۔

''ہاں یار ہمیں کیا نرک (جہنم) میں جائے جو کوئی بھی ہے۔ ہمیں تو اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ گدھے کا ماس کیا کھانے۔''

پرکاش نے بھی صورت حال کی سنگینی کا احساس کر لیا تھا۔

دونوں خاموشی سے اپنی جگہ جم کر کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆

ایس پی بھلہ نے اپنے کمرے کی واحد کھڑکی کے سامنے پردہ تان لیا تھا اور اپنے پہرے داروں کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو اس ایریا میں بھی آنے کی اجازت نہ دیں۔

آج خلاف معمول اس نے اپنے کسی ماتحت کو چائے یا کافی کے لئے بھی نہیں کہا تھا ورنہ اس کی عادت تھی کہ وہ کم از کم چائے یا کافی ضرور منگوایا کرتا تھا۔

اپنے کمرے کو ڈبل لاک لگانے کے بعد جب ایس پی صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے اور ان کے ہمراہی کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ یہاں مکمل محفوظ ہے تو اس نے اپنے جسم پر لپٹی چادر اتار کر کرسی پر رکھ دی۔

یہ پرتاب کور تھی......!!

بھارتی انٹیلی جنس "را" کا سب سے کامیاب کردار۔

سکھوں کی طاقت کو اندر سے توڑنے کے لئے سب سے موثر ہتھیار......

اور......

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے قریبی ساتھیوں میں ہرمہندر سنگھ سندھو کے بعد "را" کی سب سے مضبوط ایجنٹ۔

ایس پی بھلہ جو اپنی شراب نوشی اور زنا کاری کی وجہ سے سارے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بدنام تھا۔ پرتاب کور کے سامنے سہمی ہوئی بلی کی طرح بیٹھا تھا...... اور اس نے اپنے لاکر کا تالا کھولا اور تصویروں کا ایک البم نکال کر پرتاب کور کے سامنے رکھ دیا۔

"کوئی سیوا ہو تو حکم کیجئے"...... کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے میز پر بیٹھ گیا۔

مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں' سوائے اس کے کہ میری یہاں آمد کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہئے"...... پرتاب کور نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

البم میں لگی تصاویر کو وہ بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ایس پی بھلہ گردن لمبی کر کے اسی کی طرف متوجہ تھا کیونکہ دونوں کے درمیان میز حائل تھی۔

بالآخر پرتاب کور کی نظریں ایک تصویر پر جم کر رہ گئیں......!

تصویر کے خدوخال پر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا لیا۔

یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ چشم تصور میں کسی کا چہرہ لا رہی تھی......!!

چند سیکنڈ تک تصویر پر نظریں جمانے کے بعد اس نے دوبارہ وہی انداز اختیار کیا پھر بڑے اعتماد سے اس نے اپنے ہاتھ کی انگلی تصویر پر جما دی......

"یہی ہے"...... اس نے کہا......

"ہوں......" ایس پی بھلہ کے منہ سے بھی ہوں نکلی اور اس نے فوراً ہی ٹیلی فون پر کوئی نمبر ملانا شروع کر دیا۔

شاید دوسری طرف اسے کسی کے فون اٹھانے کا انتظار تھا......

دو تین منٹ تک گھنٹی بجتی رہی پھر کسی نے فون اٹھا لیا تھا......!

"سر! زحمت کی معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے اس وقت کشمیرا سنگھ سے متعلق رپورٹ چاہئے"......

شاید دوسری طرف کوئی سینئر آفیسر تھا۔

لیکن......!

خصوصی اختیارات رکھنے کے سبب ایس پی بھلہ کو ان آفیسروں کو بھی پرواہ نہیں رہی تھی اور بڑے بڑے آفیسر بھی جانتے تھے کہ اگر کسی نے اس کے حکم کی سرتابی کی...... یا اس پر اپنی افسری کا رعب جتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھی اچھا نہیں ہوگا۔

دوسری طرف فون اٹنڈ کرنے والے نے شاید اسے کچھ دیر انتظار کرنے کے لئے کہا تھا اس درمیان وہ اپنے کسی اپنی ہی طرح خواب خرگوش کے مزے لینے والے ماتحت سے کشمیرا سنگھ کی رپورٹ مانگ رہا تھا تاکہ ایس پی بھلہ کے حکم کی فوری تعمیل کی جا سکے۔

پرتاب کور اور بھلہ باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران پرتاب کور نے اسے دربار صاحب میں تازہ اسلحے کی آمد کی خبر سے مطلع کیا تھا۔

جس پر ایس پی بھلہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔

پرتاب کور کو اس بات کی سمجھ ہی نہ آ سکی کہ "را" کی مدد سے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے جو خفیہ ایجنسی "تھرڈ ایجنسی" کے نام سے بے تحاشا اختیارات سونپ کر قائم کر دی تھی۔

یہ اسی "تھرڈ ایجنسی" کا کارنامہ تھا......!

تھرڈ ایجنسی نے مسز اندرا گاندھی کے حکم پر اپنا خونی جال دربار صاحب پر پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ الگ سے گھناؤنا کھیل کھیل رہے تھے......!

بھارتی سیاست کی کالی دیوی اپنے لہو کی پیاس بجھانے جا رہی تھی......

☆☆☆

مسز اندرا گاندھی نے بہر صورت الیکشن جیتنا تھا......

اور......

اس الیکشن میں کامیابی تب ہی ممکن تھی جب وہ ہندو ووٹرز کو اشتعال دلا سکے۔

اس کے لئے سکھوں کا قتل عام ناگزیر تھا.....!

اس نے دربار صاحب پر حملہ کر کے دہرے مقاصد حاصل کرنے کا گھناؤنا منصوبہ اپنے قریب ترین اور ذہین ترین ساتھی "را" کے سابق ڈائریکٹر "راؤ" کی مدد سے تیار کر لیا تھا اور اب اس پر عمل کرنے جا رہی تھی۔

پرتاب کور نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔

ایس پی بھلہ کی مسکراہٹ نے اسے باور کروا دیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ جان گئی کہ یہ بھی اسی طرح کی کوئی سازش ہوگی جس کا ایک مہرہ وہ خود بھی ہے۔

وہ سمجھ گئی کہ یہ اسلحہ بھی بھارتی انٹیلی جنس ہی دربار صاحب کے اندر پہنچا رہی ہے تاکہ یہاں موجود سکھوں کو پاکستان کے ایجنٹ قرار دے کر ان کے خلاف مسلح کارروائی کا جواز تلاش کیا جا سکے۔

اسے اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی "حدود" کا بھی علم تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے جائز اور ناجائز احکامات کی تعمیل پنجاب کے ہر محکمے کے افسران محض اس لئے کر رہے تھے کہ وہ اس وقت بے شمار اختیارات کی مالک ہے۔

لیکن...!

اس کے اختیارات کی بھی ایک حد تھی.....!

اسے جتایا گیا تھا کہ انٹیلی جنس کے دیگر معاملات میں اسے دلچسپی لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اور یہ بھی کوئی ایسا ہی معاملہ تھا.....؟

اپنی تجسس پسند طبیعت کے باوجود اس نے اگلی بات بھی پوچھنی مناسب نہ سمجھی اور خاموشی سے البم میں لگی تصویروں کا جائزہ لیتی رہی۔

☆☆☆

ایس پی بھلہ کے فون کی گھنٹی تقریباً پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد بجی تھی۔

دوسری طرف لائن پر وہی اعلیٰ آفیسر تھا جسے اس نے کچھ دیر پہلے نیند سے اٹھا کر اس سے معلومات طلب کی تھیں۔

"کشمیرا سنگھ تقریباً ایک مہینے سے اپنے گھر سے غائب ہے۔ ابھی تک اس کی

واپسی کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی..... اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ یا تو پولیس کے خوف سے فرار ہو گیا ہے یا پھر سرحد پار ٹریننگ لینے گیا ہے۔"

دوسری طرف سے مطلع کیا گیا۔

"سر! دوسری بات زیادہ صحیح دکھائی دیتی ہے۔ آپ کے حکم سے کارروائی کی اجازت ہو تو......"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں بھلہ صاحب "موسٹ ویل کم۔" آپ جس طرح مناسب سمجھتے ہیں کریں ہمیں تو مطلوبہ نتائج سے غرض ہے اور پھر آپ سے زیادہ ہمارے لئے قابل اعتماد اور قابل عزت کون ہو سکتا ہے"؟

دوسری طرف سے بات کرنے والے اعلیٰ آفیسر کا لہجہ چمچہ گیری کی چغلی کھا رہا تھا۔ شاید اس بے چارے کو بھی اس بات کا علم تھا کہ بھلہ اس کے بھی اعلیٰ افسروں کا چھوڑا ہوا کتا ہے...... جس سے انہیں بہر صورت تعاون کرنا ہے اور اس کی طرف سے اعلیٰ افسر کی تعریف میں کہا جانے والا کوئی بھی فقرہ بالکل وہی اثر دکھا سکتا ہے جو کہ اس کے خلاف کہے جانے والا فقرہ۔

"شکریہ جناب میں آپ کا خادم ہوں۔"....

ایس پی بھلہ نے بہرحال پروٹوکول کو ملحوظ خاطر رکھا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ اعلیٰ افسران کو اپنا دشمن بنا لے۔

"میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر رہا ہوں کہ وہ اس معاملے سے الگ ہو جائیں۔" اسی اعلیٰ آفیسر نے کہا......

"دھنواد! ہم کل صبح ہی ایکشن کریں گے۔ مجھے اس کے ٹھکانے کا علم ہو گیا ہے۔" ایس پی بھلہ نے احترام کے ساتھ فون بند کر دیا۔

"کل نہیں...... ابھی دو دن ٹھہر جاؤ۔ کل ہی اس شخص کی ملاقات مجھ سے ہوئی ہے اس لئے دو تین دن مہلت ملنا ضروری ہے۔ اس درمیان آپ اس پر کڑی نظر ضرور رکھیں۔ ویسے آپ کو مطمئن رہنا چاہئے۔ جو ایک مرتبہ پرتاب کور کے شکنجے میں پھنس گیا...... پھنس گیا۔ بچ کر نہیں جا سکتا......"

ایس پی بھلہ کے فون رکھتے ہی پرتاب کور نے کہا۔

اس کی بات کرنے کا انداز بھی حکم دینے جیسا تھا لیکن کیا مجال جو بھلہ نے ایک لمحے کے لئے بھی اس کی بات کا برا منایا ہو۔

بھلہ جانتا کہ اس کی موجودہ شان و شوکت کا انحصار بھی پرتاب کور پر ہی تھا۔ یہ پرتاب کور تھی جس کی فراہم کردہ اطلاعات پر اس نے طوفان اٹھا رکھا تھا اور خالصتان نواز حریت پسندوں کے لئے دہشت کا نشان بن چکا تھا۔

”جیسا آپ کا حکم بی بی جی!“ بھلہ نے سر تسلیم خم کیا..... ”کوئی مزید خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔“

”فی الحال نہیں..... اور ہاں۔ آج کے بعد تمہارا کوئی آدمی مجھ سے رابطہ نہیں کرے گا۔ میں خود ضرورت پڑنے پر رابطہ کیا کروں گی..... یہ امریک سنگھ بہت چالاک لڑکا ہے..... میں نہیں چاہتی کہ اس کے دماغ میں میرے متعلق کوئی بھی غلط خیال جگہ پائے۔ عین ممکن ہے وہ بھی میری نگرانی کروا رہا ہو..... یہ لوگ سرحد پار سے تربیت حاصل کر کے آتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ انہیں خاصا ہوشیار کر کے بھیجتے ہیں۔“

”آپ کے حکم کے مطابق کام ہو گا بی بی جی۔ مطمئن رہئے گا۔“ ایس پی بھلہ نے پھر سر تسلیم خم کیا۔

دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر جس طرح پرتاب کور اندر آئی تھی اس طرح اس طرح اس نے دوبارہ اپنے جسم کو چادر میں لپیٹا اور ایس پی کے تعاقب میں بڑے اعتماد سے قدم اٹھاتی چل دی۔

جس طرح ایس پی بھلہ اسے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اسی طرح اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔

تفتیشی مرکز سے کچھ فاصلے پر وہ رک گیا۔

یہاں سڑک کے ایک کونے میں پہلے سے کھڑی سیاہ رنگ کے شیشوں والی کار نے جیسے ہی ایس پی بھلہ کی جیپ کو اس طرف آتے دیکھا وہ جیپ کے بالکل ساتھ کھڑی ہو گئی.....

پرتاب کور نے ایس پی بھلہ سے گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور چپ چاپ اسی کار میں اتر کر سوار ہو گئی۔

سڑکوں پر سوائے پولیس کی گشتی پارٹیوں کے اور کوئی ذی نفس کم ہی دکھائی دیتا تھا۔

یوں بھی شام ڈھلتے ہی یہاں ایک طرح سے کرفیو کا سماں بندھ جاتا تھا اور لوگ پولیس یا پھر خالصتان نواز عناصر کے خوف سے کم ہی باہر نکلتے تھے۔

پرتاب کور کو اپنی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ہی کار سے اتر گئی... درختوں کے جھنڈ سے ایک سایہ

نکل کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا یا انٹیلی جنس کے بہت سے ایجنٹوں میں سے ایک تھا۔ ان لوگوں کو بطور خاص یہاں صرف اس لئے متعین کیا گیا تھا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہیں امریک سنگھ کے ساتھی پرتاب کور کی نگرانی تو نہیں کر رہے؟

اس سائے کی طرف سے ”سب اچھا“ کی اطلاع ملنے پر پرتاب کور نے سکھ کا لمبا سانس لیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی اپنی کوٹھی کے بغلی دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

اس کی آمد اور واپسی کا سوائے اس کے اور بھارتی انٹیلی جنس کے اور کسی کو علم نہیں ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

لالہ جگت نرائن نے حسب عادت ایس پی کی بات سنی اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"اگر آپ کا مقصد مجھے ہوشیار کرنا ہے تو شکریہ...... لیکن مجھے لگتا ہے کہ آپ مجھے ہوشیار کرنے نہیں بلکہ خوفزدہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں"......

"لالہ جی! مجھے امید ہے آپ میری بات کو سیریس لیں گے۔ یہ اطلاع ہمارے بہت خاص ذرائع نے دی ہے اور غلط نہیں ہو سکتی"

ایس پی بھلہ نے لالہ جی کے قہقہے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"ایس پی صاحب! آپ بالکل بے فکر ہو جائیں یہ سر پھرے سکھ جن کے ہر وقت 12 بجے رہتے ہیں مجھے کیا ماریں گے ان کی تو عقل ہی ماری گئی ہے... جو کچھ میں ان کے گورو گھنٹال کے خلاف لکھ رہا ہوں اسے پڑھنے کے بعد ان کی عقل ٹھکانے پر رہ نہیں سکتی"......

لالہ جگت نرائن کے لہجے میں نفرت بھی طنز کے ساتھ ساتھ سمٹ آئی تھی۔

لالہ جی تین اخبارات کے مالک تھے۔ کانگریس کے پرانے جانثار اور حکومت کے نمک خوار لالہ جگت نرائن نے سنت بھنڈرانوالہ کی کردار کشی کو اپنی صحافت کا مشن قرار دے رکھا تھا۔

آئے روز وہ بھنڈرانوالہ کے خلاف کوئی نہ کوئی اشتعال انگیز تیر لگا دیتا تھا۔ قوم پر جہاں اسے سنت جی کے مخالفین کی آشیرواد ملتی تھی وہاں سرکاری دربار میں بھی اس کی عزت کو چار چاند لگ رہے تھے......!

اخبار کی آمدن میں بڑی تیزی سے اضافہ ہونے لگا تھا......

اس کا سبب اخبار کی اشاعت میں زیادتی نہیں بلکہ سرکار کی طرف سے اشتہارات میں اضافہ تھا۔ خصوصاً مرکزی حکومت کی مکمل حمایت اسے حاصل تھی۔

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ لالہ جگت نرائن کو انٹیلی جنس اور پولیس کے اعلیٰ افسران کی آشیرواد بھی حاصل تھی اور مرکزی حکومت کی جتنی بھی ایجنسیاں یہاں پنجاب میں موجود تھیں ان سب

کو سختی سے لالہ جی کی حفاظت کی ہدایت کی گئی تھی...... ایس پی بھلہ چونکہ یہاں پولیس کا انچارج تھا اور اسے آج خاص طور سے آئی جی نے ہدایت کی تھی کہ وہ لالہ جی کو پیغام پہنچا دے کہ وہ اپنا پٹیالے کا پروگرام منسوخ کر دیں۔

لالہ جگت نرائن نے اگلے ہی روز پٹیالہ جانے کا پروگرام بنایا تھا......!!

☆☆☆

وہ پٹیالہ کا دورہ ایک خاص مقصد کے تحت کر رہا تھا۔ یہاں کے کانگریس نواز سکھ حلقے جو اسے بہت بڑا لیڈر سمجھتے تھے۔ دراصل وہ سکھ تھے جو اچانک سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی مقبولیت سے گھبرا گئے تھے......!!

ان لوگوں کا تعلق کانگریس کے یوتھ ونگ سے تھا اور وہ ایک کیمپ لگا رہے تھے۔ جس کا افتتاح لالہ جگت نرائن نے کرنا تھا۔

ایس پی بھلہ کافی دیر تک لالہ جگت نرائن سے مغز ماری کرتا رہا۔

لیکن......

لالہ جی ضرورت سے زیادہ پر اعتماد تھے۔

وہ کسی خطرے کو خاطر میں لانے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔

وہ سمجھتے تھے کہ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ ایک دہشت گرد ہے۔ جس کے ساتھ اس کے مٹھی بھر مسلح ساتھی ہیں جو تعداد میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں صرف اپنی غنڈہ گردی کے بل پر وہ لوگوں کو خوفزدہ کر کے اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں۔

وہ سرکاری حلقوں اور اپنے اخبارات میں بھی سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کا یہی روپ دکھایا کرتے تھے۔

نرنکاری بابا ان کا ذاتی دوست تھا اور اس کی موت کا ذمہ دار لالہ جی کے نزدیک سوائے بھنڈرانوالہ کے اور کوئی نہیں تھا۔

لالہ جی کو آج کل لیڈری کا یوں بھی کچھ زیادہ ہی شوق چرایا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر سردار دربارہ سنگھ پنجاب کا چیف منسٹر بن سکتا ہے تو وہ کیوں نہیں بن سکتا......!

ان دنوں پنجاب اور مرکز دونوں کے لئے ایک ہی خطرہ تھا۔

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ......!!

اور لالہ جی اپنی دانست میں سنت جرنیل سنگھ کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے چلے تھے۔ انہوں نے

نرنکاری گورو کے قتل پر جس طرح سنت جی کے خلاف طوفان اٹھایا تھا اس کے بعد ہی حکومت نے سنت جرنیل سنگھ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کی تھی۔

☆☆☆

9 ستمبر 1981ء کی سہ پہر.....

لالہ جگت نرائن نے آج پٹیالہ میں کانگریس آئی کے یوتھ ونگ کی طرف سے لگائے گئے آئی کیمپ میں بڑی دھواں دھار تقریر کی تھی۔ اس تقریر میں لالہ جگت نرائن نے کھل کر پہلی مرتبہ بھنڈرانوالہ کو دہشت گرد غیر ملکی طاقتوں کا آلہ کار پاکستان کا ایجنٹ خونی اور لٹیرا قرار دیا اور کہا بھنڈرانوالہ پاکستان کے اشارے پر پنجاب کا امن تہہ و بالا کرنے پر تلا ہوا ہے.....!

اس جلسے میں لالہ جگت نرائن نے پنجابی اخبارات خصوصاً "اجیت" اور "اکالی پتریکا" کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے بھنڈرانوالہ کی حمایت نہ چھوڑی تو پنجاب کے غیور عوام ان اخبارات کے دفاتر کو جلا کر راکھ کر دیں گے۔

یہ دھواں دھار اور جذباتی تقریر تھی۔ لالہ جی کو خاصی داد ملی۔ وہ اپنے باڈی گارڈ اور ڈرائیور کے ساتھ ایک پولیس جیپ کے ہمراہ پٹیالہ سے اپنے شہر جالندھر کو روانہ ہو گئے۔

ابھی وہ لدھیانے کے نزدیک ہی پہنچے تھے جہاں سے پولیس گارڈ تبدیل ہوتی تھی اور اس جیپ کی جگہ دوسری جیپ نے لینی تھی۔

شام کا اندھیرا لدھیانہ کی اس نواحی بستی کو آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ لالہ جی اپنی ترنگ میں ڈرائیور کو جلد از جلد جالندھر پہنچنے کی تلقین کر رہے تھے۔

ان کی خواہش تھی کہ وہ اخبار کی فائنل کاپی میں اپنے سامنے اپنی تقریر کی خبر لگوائیں اور وہ تصاویر بھی شائع کریں جو ان مقامی فوٹوگرافرز نے ہاتھوں ہاتھ تیار کر کے انہیں تھما دی تھیں۔

لالہ جی سمجھتے تھے کہ صبح ان کی اس تقریر کی ان کے اخبارات میں اشاعت کے بعد بھنڈرانوالہ والے ان کے ساتھ منہ چھپاتے پھریں گے۔

لالہ جی کو مرنے کی اتنی جلدی تھی کہ انہوں نے چند منٹ وہاں رک کر مقامی پولیس کی آمد کا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا جس نے انہیں اپنی حفاظت میں لے کر لدھیانہ سے جالندھر تک پہنچانا تھا۔ وہ اپنے ڈرائیور کو کار چلاتے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔

یہ راستہ جس کے دونوں اطراف کھیتوں کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ لالہ جگت نرائن کے لئے

کوئی نیا راستہ نہیں تھا۔ وہ یہاں سے سینکڑوں مرتبہ گزر چکے تھے اور گزشتہ تین چار ماہ میں تو درجنوں مرتبہ انہوں نے اس راستے پر سفر کیا تھا۔ اس لئے بڑے اطمینان سے کار کی اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے اپنی فتح کے نشے میں سرشار جھومتے ہوئے جالندھر کی طرف گامزن تھے۔

اس راستے پر چلتے ہوئے لالہ جی کو ابھی بمشکل دس پندرہ منٹ ہی گزرے تھے جب اچانک گولیوں کی آواز سنائی دی اور کار کے دونوں اگلے ٹائر برسٹ ہو گئے۔

لالہ جی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

ڈرائیور نے کمال ہوشیاری سے گاڑی کو بریک لگا کر قابو کیا۔ جیسے ہی کار رکی۔ اچانک ہی تین مسلح سکھ جنہوں نے کاربین اور رائفل تھام رکھی تھیں ان کے سر پر آن پہنچے.....!!

حواس باختہ لالہ جگت نرائن کو انہوں نے دروازہ کھول کر پیچھے کھینچ لیا اور ان کے سر میں یکے بعد دیگرے پانچ چھ گولیاں اتار دیں۔ اس بات کا اطمینان کرنے کے لئے کہ لالہ جگت نرائن مر چکا ہے یا نہیں۔ انہوں نے قریباً دو منٹ تک وہاں رک کر لالہ جی کے ہلنے جلنے کا انتظار کیا جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب لالہ جی کو کسی "فرسٹ ایڈ" کی بھی ضرورت نہیں تو کھیتوں کے وسیع سلسلے میں غائب ہو گئے۔

لالہ جی کا باڈی گارڈ بھی ان کی ضد کی بھینٹ چڑھ گیا تھا.....!!

حملہ آور جاتے ہوئے اس کی رائفل بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ زخمی اور خوفزدہ ڈرائیور کو شاید وہ ٹوٹنے والی قیامت کی تفصیل پولیس کو سنانے کے لئے زندہ چھوڑ گئے تھے۔

لالہ جی کی موت کے قریباً پانچ منٹ بعد پولیس کی گشتی پارٹی وہاں پہنچ گئی تھی۔ پولیس کے شیر دل جوانوں نے تینوں قاتلوں کو کھیتوں کے اس سلسلے میں تلاش کرنے پر لالہ جی کی لاش کی حفاظت پر ترجیح دی.....!!

جب ان کے واویلا کرنے پر لدھیانہ سے سی آر پی اور بارڈر سیکورٹی فورس کے دستے بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے تو ان سینکڑوں پیرا ملٹری فورسز کے جوانوں نے مل کر انہیں تلاش کرنا شروع کیا۔

لیکن.....!

اب اس واردات کو آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور وہاں کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ قریباً دو تین گھنٹے نزدیک دور کے دیہاتوں اور نواحی بستیوں میں خوف و ہراس پھیلانے کے بعد وہ لوگ ناکام و نامراد

واپس لوٹ آئے۔

☆☆☆

لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں اطراف میں پھیل گئی تھی فوری طور پر مسلح ہندوؤں کے دستے حرکت میں آ گئے۔

ان کا تعلق ہندوؤں کی انتہا پسند مسلح اور حکومتی پشت پناہی کی حامل تنظیموں سے تھا اور لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر نے ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی تھی۔

تقریباً سوا چھ بجے شام لالہ جگت نرائن کو قتل کیا گیا تھا...... !

آٹھ بجے رات تک ہندو بلوائیوں کا مسلح جلوس جالندھر میں روزنامہ "اکالی پتریکا" کے دفتر کے سامنے پہنچ گیا جس نے اخبار کے دفتر کے باہر توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

اخبار کے کارکنوں کی خوش قسمتی تھی کہ کس طرح انہوں نے سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے مقامی دفتر کو ہندوؤں کے اس مسلح حملے کی خبر پہنچا دی...... !

یہ اطلاع ہی ان کی زندگی کی ضمانت بن گئی کیونکہ نزدیک دور انہیں کوئی پولیس والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک سازش کے تحت پولیس کو یہاں سے ہٹا لیا گیا تھا۔ حالانکہ لالہ جی کے قتل کی خبر جیسے ہی مقامی نامہ نگار نے اخبار کے دفتر میں پہنچائی۔ اکالی پتریکا کے ایڈیٹر نے فوراً پولیس کو فون کر کے دفتر کی حفاظت کے لئے پولیس گارڈ بھیجنے کی درخواست کی تھی۔

پولیس تو ان کی مدد کو کیا آتی انہیں کسی نے جھوٹی تسلی دینے کی ہمت بھی نہیں کی تھی۔

فیڈریشن کے جس دفتر میں یہ اطلاع پہنچی تھی انہوں نے فوراً نزدیکی دفاتر میں خبردار کر دیا شہر کے مختلف حصوں سے سکھ نوجوان "اکالی پتریکا" اور "اجیت" کے دفاتر کی طرف بھاگے۔

دونوں اخبارات کی خوش قسمتی تھی کہ یہ لوگ بروقت ان کی مدد کو آ گئے۔ ان میں سے کچھ نوجوانوں کے پاس معمولی اسلحہ بھی موجود تھا...... !

اسی دوران "اکالی پتریکا" پر آر ایس ایس کی طرف سے پٹرول کا چھڑکاؤ شروع ہو چکا تھا اور اب وہ لوگ اسے آگ دکھانے کی تیاری کر رہے تھے۔

لیکن...... !

بروقت سکھ نوجوانوں نے موقعہ واردات پر پہنچ کر ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

مدد کو آنے والے تعداد میں حملہ آوروں سے ایک چوتھائی کے برابر بھی نہیں تھے یہ سب بھنڈرانوالہ کے پیروکار تھے جس نے انہیں موت سے محبت کا سبق سکھایا تھا اور انہوں نے بھی خوب خوب پھر حق ادا کیا...... !

ہاکیوں، لاٹھیوں، کرپانوں اور چند پستولوں کے ساتھ انہوں نے جدید اسلحہ سے لیس آر ایس ایس کے تربیت یافتہ گوریلوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پندرہ بیس منٹ میں ہی انہیں دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا...... !

بڑا خطرہ ٹل گیا تھا...... !

پنجابی اخبارات کے دفاتر جلنے سے بچ گئے تھے۔

لیکن......

ایک نیا طوفان...... کروٹ لے رہا تھا۔

☆☆☆

9 ستمبر کی صبح معمول کے مطابق سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے دربار صاحب میں اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق رسوم کی ادائیگی کی اور پہلے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے جتھے کے ساتھ سکھ دھرم کے پرچار کے لئے ہریانہ کی طرف چل دیے۔

ان کے ساتھ جتھے کے ڈیڑھ دو سو سکھ تھے جو دو بڑی بسوں میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ ان لوگوں کی منزل ہریانہ کا سرحدی علاقہ "چندو کلاں" نامی دیہات تھا جہاں کی قریباً ساری آبادی سکھ تھی اور یہ لوگ سنت جی کو ایک عرصے سے پرچار کے لئے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

سنت جرنیل سنگھ نے اس مرتبہ ایک سال تک مسلسل تبلیغ کا پروگرام بنایا اور تیاری بھی اسی حساب سے کی تھی۔

9 ستمبر کی صبح یہ جتھہ "ست سری اکال" کے جے کارے بلند کرتا رہا اور اس کے بعد اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

10 ستمبر کی صبح پنجاب کے چیف منسٹر دربارا سنگھ نے انتظامی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ہنگامی اجلاس طلب کر لیا کیونکہ لالہ جگت نرائن کی موت سے پنجاب کی فضا خاصی مسموم ہو گئی تھی اور 9 ستمبر کی رات کو جالندھر میں سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان فساد بھی ہو چکا تھا۔

اس میٹنگ میں تمام ذمہ دار لوگ موجود تھے......!!

میٹنگ صبح سے شام تک جاری رہی۔ دوران میٹنگ سردار دربارا سنگھ بار بار مرکزی حکومت کو اپنے ہاں ہونے والی کارروائی سے آگاہ کر کے مزید ہدایات لیتا رہا۔

سہ پہر جب میٹنگ اختتام پر پہنچی تو یہاں ایک منصوبہ طے پا گیا تھا......!!

اس منصوبے کے مطابق پولیس نے ہریانہ کے سرحدی علاقے "چندو کلاں" میں جہاں سنت جرنیل سنگھ اپنے جتھے کے ساتھ موجود تھا حملہ کر کے انہیں جان سے مار دینے کا منصوبہ بنا لیا تھا......!!

10 ستمبر کی شام کو پولیس کی طرف سے اخبارات کو جو بیان جاری کیا گیا اس میں لالہ جگت نرائن کے قتل کی ذمہ داری براہ راست سنت جرنیل سنگھ پر ڈال دی گئی اور کہا گیا کہ ان کے حکم پر تین سکھ نوجوانوں نے جن میں دو ان کے قریبی رشتہ دار ہیں لالہ جگت نرائن کو قتل کیا ہے.....!

پولیس ذرائع نے بتایا کہ 27 جولائی کو دربار صاحب میں تقریر کرتے ہوئے بھنڈرانوالے نے لالہ جگت نرائن کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر وہ سکھوں کے خلاف ہرزہ سرائی سے باز نہ آیا تو اسے "گاڑی چڑھا" دیا جائے گا۔

("گاڑی چڑھانا" سنت جی کی مخصوص اصطلاح تھی جو وہ استعمال کیا کرتے تھے۔)

پولیس نے الزام لگاتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے پہلے سنت جرنیل سنگھ نے ملیر کوٹلہ اور لدھیانے میں بھی لالہ جگت نرائن کو قتل کروانے کی کوشش کی تھی۔

لیکن......

یہ لالہ جگت نرائن کی خوش قسمتی تھی کہ وقت کے معمولی سے فرق نے دونوں مرتبہ اس کی جان بچا لی۔

پولیس کی طرف سے اس طرح کھل کر کسی بھی معاملے میں پہلی مرتبہ سنت بھنڈرانوالہ کا نام لیا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ حکومت نے اب اس مصیبت سے مکمل چھٹکارہ حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

☆☆☆

10 ستمبر 1981ء کی رات.....!!

سنت جرنیل سنگھ اپنے معمول کی عبادات سے فارغ ہو کر گوردوارے میں اپنے لئے مخصوص کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ ان کے حفاظتی دستے کے خاص ہرکن نے دن سنگھ کی آمد کی خبر دی۔

دن سنگھ پولیس ملازم تھا......!

اس کی وائرلیس ڈیوٹی تھی اور پولیس ہیڈ کوارٹر لدھیانہ میں تعینات تھا دن سنگھ کا شمار سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کے ان جانثار ساتھیوں میں ہوتا تھا جو کہ پولیس ملازم تھے لیکن پولیس کی ملازمت میں رہ کر سنت جی کی زندگی کی حفاظت کر رہے تھے۔

دن سنگھ شام کو چلنے والی تیز رفتار ٹرین کے ذریعے یہاں پہنچا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کی روانگی خفیہ ہے اور اسے بہر صورت صبح اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہے اس لئے فوراً اس کی سنت جی سے ملاقات کا بندوبست کر دیا جائے۔

سنت جی کے ساتھ ان کے تین انتہائی قریبی ساتھی موجود تھے.....!

دن سنگھ نے "فتح" بلانے کے بعد انہیں بتایا کہ لدھیانہ کے پولیس ہیڈ کوارٹر میں وائرلیس پر پیغام پہنچا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو آج صبح ہونے تک سنت جی کے اس قافلے پر حملہ کر کے انہیں اور ان کے دس قریبی ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔

پولیس کو علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ کے ساتھیوں کے پاس اسلحہ موجود ہے لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ وہ جم کر پولیس کا مقابلہ کر سکیں اور ہریانہ حکومت کو بھی ان کی زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی......!

وسن سنگھ نے بتایا کہ پولیس کا پلان یہ ہے کہ وہ لوگ گھات لگا کر شب خون ماریں گے جس کا مطلب یہی ہے کہ مجبوراً سنت جرنیل سنگھ کے ساتھیوں کو مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس مقابلے کو بہانہ بنا کر پولیس اپنا کام کر گزرے گی......!

سنت جی نے فوری طور پر اس کا شکریہ ادا کر کے اس واپس لدھیانے پہنچنے کی تلقین کی اور اپنے جتھے والوں سے خفیہ صلاح مشورہ کرنے لگے۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ کے ساتھی جانتے تھے کہ یہ شخص زندگی یا موت کا کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

لیکن......!

اس طرح بے بس سے پولیس کے ہاتھوں مارے جانا بھی کوئی ٹھیک نہیں سمجھتا تھا۔ بحث مباحثہ جاری رہا......

ایک ایک پل قیمتی تھا......!

لدھیانہ سے پولیس کے دستے اس طرف چل پڑے تھے......!

بالآخر جتھیداروں نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ سنت جرنیل سنگھ کا جتھہ یہاں قیام کرے گا وہ خود پانچ جانثاروں کو اپنے ہمراہ لے کر پنجاب کی طرف کوچ کر جائیں اور جس طرح بھی ممکن ہو امرتسر چوک مہتہ پہنچنے کی کوشش کریں۔

"چندو کلاں" سے سنت جرنیل سنگھ کی منزل گوردوارہ گورو درشن پرکاش چوک مہتہ کا فاصلہ 350 کلومیٹر تھا......!!

اس بات کا علم انٹیلی جنس کو تھا کہ پولیس میں سنت جی کے جاسوس اپنا پل پل کی خبریں پہنچاتے ہیں۔

پنجاب کی پولیس زیادہ تر سکھوں پر مشتمل تھی اور مسز اندرا گاندھی زبانی تو بہت کچھ کہتی تھیں لیکن سب جانتے تھے کہ وہ سکھوں پر کسی بھی طرح اعتبار کرنے کو تیار نہیں تھیں۔

سنت جرنیل سنگھ کے فرار کے مفروضے کو پولیس نے نظر انداز نہیں کیا تھا......

"چندو کلاں" سے پنجاب کی طرف جانے والے راستوں پر پولیس نے سفید پوش ملازمین کا

جال بچھا دیا تھا......

تمام سڑکوں پر راتوں رات پولیس اور پیرا ملٹری فورس کے دستوں نے گشت شروع کر دیا تھا......

نزدیک، دور سے تمام کچے پکے راستوں پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ہزاروں کارندے روبہ عمل تھے۔

☆☆☆

رات کے تین بجے تھے جب چندو کلاں کے دیہاتی اچانک ہونے والی فائرنگ کی آواز سن کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے......!

گولیاں ہوا میں دہشت پھیلانے کے لئے چلائی جا رہی تھیں انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مسئلہ کیا ہے۔

اس بات کا احساس سب کو ہو گیا تھا کہ چندو کلاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے......

پولیس کی جیپوں اور ٹرکوں پر نصب سرچ لائٹوں کی تیز روشنیوں نے رات کو دن میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ شب خون اتنا منظم تھا کہ ہوا کو بھی چندو کلاں سے باہر نکلنے کا موقع نصیب نہ ہوتا......!

پولیس اور پیرا ملٹری فورس کے جوان حالات جنگ میں کہنیاں زمین پر ٹکا کر کندھوں سے رائفلیں جمائے اور ٹریگروں پر انگلیاں رکھے اگلے حکم کے منتظر تھے۔

پولیس نے اپنی دانست میں بہت مستعدی دکھائی تھی اور اس وقت چھاپہ مارا تھا جب کسی کے یہاں سے جانے کا گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا۔

لیکن......!

یہ پنجاب پولیس کی بدقسمتی تھی کہ اس کیمپ میں اب ان کا "بڑا شکار" موجود نہیں تھا۔ وہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔

آدھ گھنٹہ تک پولیس نے دہشت پھیلانے کے لئے ہوائی فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران جھنڈرانوالہ جتھے کے لوگ جنہیں اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے پہلے سے ہدایات جاری ہو چکی تھیں خود کو گوردوارے میں محصور کر چکے تھے۔

انہوں نے پولیس کی ہوائی فائرنگ سے مشتعل ہونے کے بجائے صبر سے "دیکھو اور انتظار کرو" کی پالیسی اپنائی تھی اور اس وقت گوردوارے میں بیٹھے "پاٹھ" کر رہے ہیں۔

پولیس کو امید تھی کہ جس طرح وہ اشتعال دلانے والی کارروائیاں کر رہی ہیں اس کا ضرور کوئی

ردعمل ہوگا۔

لیکن......!

جب آدھا گھنٹہ تک اندر سے گولی کا جواب نہ آیا تو پولیس والوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ ان کا منصوبہ تو خاک میں ملتا دکھائی دینے لگا تھا۔

ڈی آئی جی مانگٹ جو اس حملے کی کمان کر رہا تھا۔ اس صورتحال سے گڑبڑا کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ گوردوارے پر حملے کی صورت میں جب تک وہ لوگ گوردوارہ تباہ نہ کر دیتے اندر موجود سنت بھنڈرانوالہ جتھے کے کسی بھی سکھ کو باہر نکلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا......

یہ بڑے منظم اور تربیت یافتہ لوگ تھے اور نفسیاتی جنگ کے زبردست ماہر وہ کم از کم پولیس کو ان کی مرضی کا میدان جنگ برپا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

ڈی آئی جی مانگٹ نے فوراً ہی ہوم منسٹر بوٹا سنگھ سے رابطہ قائم کیا جو خاص طور پر اس مشن کی کمان کرنے کے لئے چندی گڑھ پہنچ چکا تھا......!

مانگٹ وزیر داخلہ سے اجازت لئے بغیر گوردوارے پر حملے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اگر بات بگڑ گئی تو اس کی ساری "کارکردگی" صفر ہو کر رہ جائے گی اسے لعنت ملامت کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔

دوسری طرف اسے اپنے ملازمین پر بھی اعتماد نہیں تھا......!!

پولیس فورس میں تب تک زیادہ تعداد سکھوں کی تھی اور اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ یہ لوگ اس کے حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کریں گے اور گوردوارے پر حملہ کر دیں گے۔

ہوم منسٹر بوٹا سنگھ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا......

وہ کسی بھی حالت میں اس "سنہری موقعے" کو گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر آج پولیس نے بھنڈرانوالے کو ٹھکانے نہ لگایا تو پھر مستقبل میں کبھی بھی کم از کم پولیس بھنڈرانوالے کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی......!!

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے بندر کی بلا طویلے کے سر منڈھنے کا فیصلہ کر لیا۔

"مانگٹ تم اپنی صوابدید پر جو بھی چاہو کر سکتے ہو...... میں تمہارے ہر اقدام کی حمایت کروں گا۔ بس مجھے ہر صورت بھنڈرانوالے کی لاش چاہیے۔ خبردار اسے زندہ گرفتار نہ کرنا......"

اس نے اپنی دانست میں، مانگٹ پر بڑا کامیاب جال پھینکا تھا......

مانگٹ نے بھی گولیاں نہیں کھیلی تھیں......!

پنجاب پولیس کا ڈی آئی جی اس طرح "سیاسی بہلاوے" میں آ کر اتنا خطرناک قدم اٹھانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

بوٹا سنگھ کا جواب ایک سیاستدان کا جواب تھا......

اور......

سردار مانگٹ کم از کم اس کی چال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس نے بوٹا سنگھ کو تسلی دیتے ہوئے سلسلہ منقطع کیا اور چند منٹ بعد وہ جیپ کے مائیک پر گاؤں کے لوگوں سے مخاطب تھا۔

"اگر تم لوگ اپنی جان مال اور عزت کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً بھنڈرانوالہ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ یاد رکھنا پانچ منٹ بعد میں پولیس کو حملہ کرنے کا حکم دے دوں گا اور تم سب کتے کی موت مارے جاؤ گے......"

اس نے اس دھمکی کا دو تین مرتبہ اعادہ کیا اور اب خاموشی سے جواب کا منتظر تھا۔ مانگٹ کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ سنت جرنیل سنگھ یہاں موجود ہی نہیں۔

اس لائن پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ سنت جی یہاں سے رفو چکر ہو چکے ہیں۔

یہ آپریشن تو اتنا اچانک اور خفیہ تھا کہ ان لوگوں نے ہریانہ کی پولیس کو بھی اعتماد میں نہیں لیا تھا اور گاؤں کو گھیرے میں لینے کے بعد ہی مقامی حاکم کو اس بات سے باخبر کیا تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں جس طرح آدھی رات کو ان لوگوں نے اچانک فائرنگ کر کے گاؤں والوں کو دہشت زدہ کیا تھا......

اور جس طرح انہوں نے سرچ لائٹوں کی روشنیاں چلا کر پولیس کی بے تحاشا ٹڈی دل اور اسلحے کی نمائش کی تھی اس کے بعد گاؤں کے لوگوں کا ڈگمگا جانا ضروری تھا۔

تین چار منٹ بعد ہی گوردوارے کے سپیکروں سے گاؤں کے سرپنچ کی آواز سنائی دی۔

وہ کہہ رہا تھا کہ سنت جرنیل سنگھ گوردوارے یا اس گاؤں کے کسی بھی گھر میں موجود نہیں ہیں اگر پولیس چاہے تو اپنی تسلی کے لئے سارے گاؤں کی تلاشی لے سکتی ہے۔

اس جواب نے ایک لمحے کے لئے تو ڈی آئی جی مانگٹ کے قدموں تلے سے زمین سرکا دی تھی۔

لیکن......!

اس کا دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ سنت بھنڈرانوالہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس نے تب بھی یہی سمجھا کہ شاید سرپنچ زیادہ خون خرابہ نہیں چاہتا اور انہیں اس بات کا سگنل دے رہا تھا کہ وہ

سنت جی کو خود ہی گرفتار کر لیں۔

"ٹھیک ہے میں پولیس کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ تمہارے گھروں کی تلاشی لے۔ اگر کسی نے مزاحمت کی یا فرار ہونے کی کوشش کی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا"......

ڈی آئی جی مانگٹ نے جواب دیا......

ان کے ساتھ ہی اس نے اپنے سورماؤں کو حکم دے دیا کہ وہ بھنڈرانوالے کو اس کے بل سے نکال کر باہر لائیں اور گولی سے اڑا دیں۔

پولیس اور پیرا ملٹری پولیس فورس کے جوان درندوں کی طرح "چندو کلاں" پر حملہ آور ہوئے اور دندناتے ہوئے گوردوارے اور مکانات میں جا گھسے......!!

تلاشی کے نام پر انہوں نے ہر غیر انسانی حرکت کی......!

اپنی ہی بہو بیٹیوں کو بے عزت کیا......!

گاؤں کے ایک ایک بچے، جوان اور بوڑھے کو مارا پیٹا......!

ان کے گھروں میں سونے، چاندی، نقد رقم کے لوٹ کر لے گئے......!

وہ گاؤں کے لوگوں سے ایک ہی بات پوچھ رہے تھے کہ بھنڈرانوالہ کو انہوں نے کہاں چھپایا ہے......

ابھی تک ان گدھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ بھنڈرانوالہ فرار ہو چکے تھے۔ تین گھنٹے تک چندو کلاں پر قیامت ڈھانے کے بعد پولیس کے جوان سنت بھنڈرانوالہ کے پولیس کے اندھے تشدد کے ہاتھوں لہولہان بیس پچیس ساتھیوں کو لے کر وہاں سے چل دیئے۔

جاتے جاتے انہوں نے اپنا غصہ جتھے کی دونوں بسوں پر نکال لیا تھا اور انہیں نذر آتش کر دیا......!

بسوں میں موجود سکھ اتہاس کی بہت سی قیمتی اشیاء بھی بسوں کے ساتھ ہی جل کر خاک ہو گئیں...

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ...... پولیس کا شکار اس کے ہاتھوں سے ایک مرتبہ پھر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

رات کے دوسرے پہر وہ اپنے خفیہ ٹھکانے سے باہر نکلا تھا......!

اس کی منزل اس کی بہن کا گھر تھا جہاں آج اس نے پیغام بھیج کر اپنی ماں کو بھی بلا لیا تھا۔

گزشتہ تین ماہ سے وہ گھر سے غائب تھا۔ اس کی وجہ وہی پولیس کا خوف تھا جس نے قریباً تمام ایسے سکھ نوجوانوں کے اذہان کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا جو سنت بھنڈرانوالہ کے مرید تھے......!!

اسے بھی متعلقہ تھانے میں اس کے ایک حوالدار دوست نے پہلے ہی باخبر کر دیا تھا کہ سی آئی ڈی والے کسی بھی روز اسے اغوا کر کے لے جائیں گے کیونکہ مقامی ہندو ایس ایچ او نے اس کے خلاف بڑی غلط رپورٹ دی ہے......!

کشمیرا سنگھ نے جس روز سے پیغام وصول کیا اس روز رات کے اندھیرے میں گھر سے نکل گیا یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ پولیس نے جب اگلے روز رات کے اندھیرے میں اس کے گھر پر چھاپہ مارا تو وہ گھر میں موجود نہیں تھا۔

پولیس والے حسب ہدایت اس کی بوڑھی ماں اور باپ کو پکڑ کر لے گئے تھے۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ گھر میں اس کی کوئی بہن نہیں تھی۔

دو بہنیں تھیں دونوں شادی شدہ اور دوسرے شہروں میں رہتی تھیں......!

پندرہ بیس روز تک پولیس بوڑھے والدین کو پریشان کرتی رہی۔ اس دوران کشمیرا سنگھ کے گھر کی ہر قابل ذکر شے پر پولیس کا قبضہ ہو چکا تھا اور وہ سوائے کڑھنے یا خون کے آنسو بہانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا......

آج بھی اس کے ساتھیوں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی۔

وہ جانتے تھے کہ "را" کا جال بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔

انہیں اس بات کا علم تھا کہ خالصتانی حریت پسند بھی خفیہ منصوبہ بناتے تھے وہ بھارتی انٹیلی جنس تک پہنچ جاتے تھے۔

اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کام ہونے کے بعد یا اس سے پہلے......

یہ بات بھنڈرانوالہ کے ساتھیوں کو بہت دیر بعد سمجھ میں آئی تھی کہ لالہ لاجپت رائے کے قاتلوں کے ناموں کی فہرست انٹیلی جنس تک کیسے پہنچ گئی......!!

کشمیرا سنگھ کا شمار بھنڈرانوالہ کے خصوصی جانثاروں میں ہوتا تھا اور تب تک بھارت کے کسی خفیہ مقام پر قائم ہونے والے سکھوں کے تربیتی کیمپ میں بھی وہ شرکت کر چکا تھا.....!

دراصل یہی وہ اہم اطلاع تھی جو "را" کو ملی اور اب وہ لوگ اس کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے۔

جانے کس ترنگ میں آ کر اس نے پرتاب کور کو بتایا کہ جنرل شو بیگ سنگھ کی کمان میں چلنے والے اس خفیہ تربیتی سنٹر میں وہ بھی شامل رہا۔

☆☆☆

کشمیرا سنگھ نے بازار کا آخری موڑ مڑا اور ابھی وہ بمشکل لاری اڈے کی طرف جانے والے راستے پر چند ہی قدم ہی چلا ہو گا جب اچانک ہی ایک قیامت اس پر ٹوٹی۔

حملہ آوروں کی تعداد دس اور پندرہ کے درمیان تھی خدا جانے وہ کب سے اس جگہ چھپے اس کی آمد کے منتظر تھے۔

جیسے ہی کشمیرا سنگھ ان کے قریب سے آیا۔ گھات لگائے بھیڑیوں کی طرح وہ اس پر پل پڑے۔

انہوں نے کشمیرا سنگھ پر ڈنڈوں سے حملہ کیا تھا اور مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیا تھا۔ پہلے دو تین منٹ تک تو کشمیرا سنگھ کو اس ناگہانی آفت کا علم ہی نہ ہو سکا جو اس پر ٹوٹ پڑی تھی۔

اور......

جب پندرہ بیس ضربات جسم پر لگنے کے بعد اسے کچھ آئی اور اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

اچانک ہی ایک تربیت یافتہ کمانڈو نے جو ان سفید پوش بھیڑیوں کی کمانڈ کر رہا تھا اس کی کمر میں اس طرح اچھل کر لات جمائی تھی کہ کشمیرا سنگھ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹتی محسوس ہونے لگی تھی......

وہ منہ کے بل زمین پر گرا......!

اس کے ساتھ ہی کئی مضبوط ہاتھوں نے اسے کاٹھ کباڑ کی طرح جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

کسی کے ہاتھ میں اس کا پاؤں تھا۔ کسی کے ہاتھ میں بازو۔ سات آٹھ افراد نے اسے ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے اس بڑی سی وین میں پھینک دیا جو اب ان کے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

کشمیرا سنگھ کو اپنی رگیں درد سے ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں......!

جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں...... اپنی انتہائی کوشش کے باوجود وہ اپنے

وجود سے اٹھتی درد کی لہروں کے سامنے ضبط کا بندھ باندھ سکا اور "ہائے ہائے" چلانے لگا......

یہ سلسلہ چند منٹ ہی چلا پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔ کیونکہ وین میں پہلے سے موجود سفید پوشوں نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکریں مار مار کر اسے ادھ موا اور پھر بے ہوش کر دیا تھا۔

☆☆☆

کشمیرا سنگھ کی آنکھ کھلی تو وہ ایک کوٹھڑی کے ننگے فرش پر فالتو سامان کی گٹھڑی کی طرح ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

کوٹھڑی کا دروازہ جس میں صرف چار سلاخیں لگی تھیں اور ایک محدود حد تک ہی باہر کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

اس کی نظروں نے پہلا منظر یہی دیکھا کہ سلاخوں کے پار ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس میں تین نوجوان سکھوں کو ننگا کر کے ان کے ہاتھ دیواروں سے منسلک لوہے کے کڑوں میں باندھے گئے ہیں اور تین ہٹے کٹے سفید پوش ان کی پنڈلی کی ہڈیوں پر وحشیانہ انداز میں ڈنڈے مارتے ہوئے ان کی چیخ و پکار سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں درندوں کا راج ہو اور انسانوں کے روپ میں "راکھشش" آ گئے ہوں۔

جب کوئی مضروب چیختا وہ اس سے زیادہ زوردار آواز میں اس کی نقل اتارتے ہوئے زور زور سے چیختے اور پھر درندوں کی طرح قہقہے لگانے لگتے......!

کشمیرا سنگھ کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آواز بند ہو گئی۔ شاید اب ان میں چیخنے چلانے کی سکت ہی باقی نہیں رہی تھی۔

اس کے بدن کا رواں رواں درد کر رہا تھا۔

لیکن......!

یہ منظر دیکھ کر اسے اپنے خون کا خمیر بدلتا محسوس ہونے لگا تھا۔ اس کے بدن میں انگارے تڑپنے لگے تھے...... غصے اور نفرت سے اس کو اپنا خون ابلتا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی آنکھوں نے تینوں میں سے دو کو پہچان لیا تھا۔ یہ اس کے قریبی ساتھی تھے اور وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ مر جائیں گے لیکن دشمن کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

جب وہ لوگ اپنی تربیت کا آغاز کرتے تھے تو اس "ارداس" (دعا) اور عہد کے ساتھ کہ اب ان کا جینا اور مرنا صرف پنتھ (قوم) کے لئے ہو گا۔

اب نہ ان کا جسم ان کا تھا نہ ہی ان کی روح ان کی تھی۔
جو بھی تھا وہ ''خالصہ پنتھ'' کا تھا......

اور......

اس عہد کو اگر مر کر بھی نبھانا پڑتا تو وہ بھی اس کی لاج ضرور نبھاتے......!
کشمیرا سنگھ کے دیکھتے دیکھتے تینوں بے ہوش ہو گئے تھے......
یہی اصل میں ان لوگوں کے آرام کا مقصد ہوتا تھا......
بے ہوش مظلوموں کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وحشی درندے انہیں چند منٹ کے لئے ہوش میں لے آتے۔
اپنا مشغلہ ستم کو دوبارہ شروع کیا۔
لیکن......

اس مرتبہ یہ وقت طویل نہ ہو سکا۔ دو تین منٹ بعد ہی وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے انہوں نے تینوں کے بندھے بازو ڈھیلے کئے تو وہ زمین پر کٹے ہوئے درخت کے تنوں کی طرح ڈھیر ہو گئے۔
اس منظر سے کشمیرا سنگھ کا خون کھول اٹھا۔
اس نے اپنی کوٹھڑی کی سلاخوں کو مضبوطی سے پکڑا اور انہیں دیوانہ وار زور سے ہلاتے ہوئے انہیں ننگی گالیاں دینے لگا۔

☆☆☆

اس کی گالیوں اور سلاخوں کے زور زور سے بجنے کی آواز پر وہاں موجود بھیڑیوں نے اس طرح اس کو دیکھا تھا جیسے یہ سب کو ان کی توقع اور امید کے خلاف ہو۔
شاید وہ اس کے اتنی جلدی ہوش میں آنے کی امید نہیں کر رہے تھے۔
غصے سے کھولتے اور چنگھاڑتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔
کشمیرا سنگھ نے چند لمحوں کے بعد وہاں پندرہ بیس سفید پوشوں کا اجتماع دیکھا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا تھا اور سب سے پہلے ہی اس کی کوٹھڑی کی طرف بڑھا باقی لوگ اس کی کمان میں ڈنڈے تھامے جلوس کی شکل میں کشمیرا سنگھ کو گالیاں دیتے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے......

گالیاں بکتے ہوئے اس نے کشمیرا سنگھ کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی ایک طوفان

بدتمیزی در آیا اور جتنے لوگ آسانی سے اس کوٹھڑی میں سما سکتے تھے انہوں نے کشمیرا سنگھ کو اپنی لاٹھیوں سے پیٹنا شروع کر دیا۔
شاید سب کو اس ''سعادت'' کا موقع نصیب نہیں ہوا تھا اور باہر موجود درندے اس صورتحال پر تلملا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو گالیاں بکتے ہوئے کہا کہ کشمیرا سنگھ کو باہر لے آئیں اور اب وہ لوگ اس کو دونوں ٹانگوں سے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔
اس کے ساتھ ہی سارا جلوس اس پر پل پڑا......
کشمیرا سنگھ کی زبان کو جیسے کرنٹ لگ گیا تھا......
جب تک وہ ہوش میں رہا انہیں گالیاں دیتا رہا پھر بے ہوش ہو گیا...... تین مرتبہ وہ اسے ہوش میں لا کر مارتے رہے پھر اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے اسے دوبارہ کوٹھڑی میں پھینک کر تالا لگا دیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ کشمیرا سنگھ کو ہوش آیا تو اس کے جسم نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔
پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے اور ہونٹوں پر صحرائی مسافروں کی طرح پپڑیاں جم رہی تھیں۔
لیکن......
اس نے پانی مانگنا اپنی توہین خیال کیا......!!
اپنی ساری توانائیاں بمشکل مجتمع کر کے اس نے کروٹ بدلی تو کشمیرا سنگھ کو یوں لگا جیسے اس کی ساری پسلیاں ٹوٹ چکی ہوں۔
اس کی آنکھوں میں البتہ باہر کا منظر دیکھنے کی سکت ابھی باقی تھی۔ اس مرتبہ جو منظر اس نے دیکھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس نے یہی سوچا کہ وہ بے ہوش ہی رہتا تو بہتر تھا۔
اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے قریبی ساتھی منوہر سنگھ کا ادھموا جسم لٹک رہا تھا اور ایک سفید پوش جس نے ہاتھ میں دہکتی سلاخ تھامی ہوئی تھی۔ اس کے پیٹ پر دہکتے لوہے سے نشان لگا رہا تھا......
جب بھی وہ منوہر سنگھ کے جسم پر ضرب لگاتا۔ ذبح ہوتے بکرے کی طرح اس کے حلق سے چیخ نکلتی اور پھر خاموشی چھا جاتی......!
کشمیرا سنگھ نے بے ہوش ہونے سے پہلے آخری منظر یہی دیکھا کہ ان لوگوں نے دہکتی سلاخ

کا آدھا حصہ منوہر سنگھ کے بے جان جسم میں اتار دیا تھا۔ کیونکہ اس کی چیخ بلند نہیں ہوئی تھی۔

اس بات سے کشمیرا سنگھ بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس کی روح اب بدن کی قید سے آزاد ہو چکی ہے......

بے ہوش ہوتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ان ساتھیوں کی مسخ شدہ اور جگہ جگہ سے جلی ہوئی لاشیں لہرا رہی ہیں جنہیں پولیس والے جعلی مقابلے میں مار کر پھینک جایا کرتے تھے۔

وہ جانتا تھا کہ گولیاں ان کے مردہ جسموں پر چلائی جاتی ہیں اسے علم تھا کہ جس عقوبت خانے میں اسے لایا گیا ہے۔ یہ خالصتانی حریت پسندوں کے لئے مخصوص تھا اور یہاں ان کے جسموں سے بوٹی بوٹی الگ کر کے انہیں اذیت ناک موت مرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا... !

اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔

لیکن......

وہ مطمئن تھا... !

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ہاتھوں امرت پان کرنے کے بعد اب موت سے اسے والہانہ لگاؤ سا ہونے لگا تھا۔ وہ "پنتھ کی چڑھدی کلا" کے لئے مر جانا اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا......!

درد کی لہروں نے جانے اسے کب تک اٹھا اٹھا کر پٹخا اور ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ اس کی آنکھ خود نہیں کھلی تھی......!

اسے ہوش میں لایا گیا تھا... !

کشمیرا سنگھ کو احساس نہ ہو سکا کہ اس کے جسم میں توانائی کو برقرار رکھنے والے انجکشن لگائے گئے تھے۔ شاید یہ لوگ ابھی اسے کچھ دن مزید زندہ رکھنا چاہتے تھے۔

شاید انہیں اس بات کی امید تھی کہ وہ کشمیرا سنگھ کے منہ سے اپنے مطلب کی بات اگلوا لیں گے۔

اس نے دیکھا۔ اس مرتبہ وہ ایک قدرے بہتر کمرے میں موجود ہے۔ جہاں ایک طرف کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں قالین نما چٹائی بچھائی گئی تھی اس کے سامنے تین چار سفید پوش کھڑے تھے جن میں ایک ڈاکٹر اور اس کا مددگار بھی شامل تھے۔

ہوش میں آتے دیکھ کر ڈاکٹر کے ساتھی نے کونے میں دھری میز پر موجود دودھ کا گلاس اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

کشمیرا سنگھ نے چند تانیے کے لئے آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لیا۔ شاید اس کا جسم تھوڑی دیر کے لئے کسی نشے کے تحت بے حس کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہا تھا... !!

"پی لو..... ہم ڈاکٹر ہیں ہمارا تعلق پولیس سے ضرور ہے لیکن بہر حال اس وقت اس نے ڈاکٹر کی طرف زخمی نظروں سے دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے دودھ کا گلاس اٹھا کر اس طرح ظاہر کیا جیسے وہ دودھ پینے لگا ہو۔

لیکن......!

وہاں موجود وحشیوں کی توقعات کے بالکل برعکس اس نے گلاس اپنے جسم میں موجود ساری قوت کو اپنے ہاتھ میں مجتمع کر کے سامنے کھڑے ڈاکٹر کی طرف پھینکا جو کسی غیر ارادی اور برقی عمل کے تحت اچانک ہی ایک طرف مڑا اور گلاس اس کے پیچھے کھڑے ایک اور سفید پوش کے منہ پر لگا ....!

جس کے منہ سے خون بہنے لگا تھا......!

دودھ زمین پر گر کر چٹائی میں جذب ہو رہا تھا اور اس کے چھینٹے قریبا سب ہی لوگوں کے کپڑوں پر پڑے تھے۔

جس کے منہ پر گلاس لگا تھا وہ غصے سے کھولتا اس کی طرف لپکا لیکن اچانک ہی ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھایا اور وہ اپنی جگہ کسی "معمول" کی طرح جم کر رہ گیا۔

کشمیرا سنگھ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس شخص کو خود پر قابو پانے میں کتنی مشکل پیش آ رہی تھی۔

اپنی قمیض کی آستین سے اس نے منہ پر بہتا خون پونچھا اور غصے سے کھولتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ تمہاری تفتیش گرفتاری یا کسی اور معاملے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم سرکاری اور اخلاقی طور پر صرف تمہارے علاج کے ذمہ دار ہیں تمہیں بہت چوٹیں لگی ہیں اور تمہارا معدہ بھی خالی ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری جسمانی حالت قدرے نارمل ہو جائے اور ہم واپس لوٹ جائیں ... مجھے امید ہے تم ہمارے ساتھ تعاون کرو گے۔ یوں بھی کسی سکھ کا کسی ڈاکٹر پہ حملہ کرنا زیب نہیں دیتا وہ بھی اس صورت میں جب ہم یہاں تمہاری جان بچانے کے لئے آئے ہیں۔"

ڈاکٹر کی بات نامکمل ہی تھی جب اچانک ہی کشمیرا سنگھ نے اسے ٹوک دیا۔

"تم بکتے ہو... بکواس کرتے ہو۔ میں جانتا ہوں اس عقوبت خانے میں کسی کو زندگی دینے

کے لئے نہیں بلکہ اذیت ناک موت سے دو چار کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور میں بھی یہاں مرنے کے لئے ہی آیا ہوں..... تم لوگ چاہتے ہو کہ میرے جسم کو تھوڑی طاقت پہنچا کر زیادہ دیر تک مشق ستم جاری رکھ سکو ..... لیکن میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا .... ! میں نے مرنا ہے لیکن تمہاری خواہش کے مطابق نہیں مروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی خوش ہونے کا موقعہ دوں..... تم جو کوئی بھی ہو ایک بات یاد رکھنا کہ تمہارا کوئی بھی حربہ مجھ سے ایک لفظ نہیں اگلوا سکتا..... تم لوگ اپنے دل میں یہ حسرت لے کر مر جاؤ گے کہ کشمیرا سنگھ نے تمہارے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے... میں گورو گوبند سنگھ کا سکھ ہوں .. مجھے آن اور شان سے جینا ہی نہیں مرنا بھی آتا ہے... میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی نہیں لوں گا۔ تم سانپ کے بچے ہو..... اژدہے ہو..... تم مجھے دودھ کیا پلاؤ گے۔ تم تو خود ہمارے خون پر پلے بڑھے اور اس قابل ہوئے ہو کہ آج ہم پر یہ ستم ڈھا سکو..... میں تمہارے بزرگوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ دفع ہو جاؤ اور ان کتوں سے کہہ دو جنہوں نے تمہیں یہ ڈیوٹی سونپی ہے کہ میں ہر دم مرنے کے لئے تیار ہوں......"

اپنی بات ختم کر کے اس نے زور زور سے "جے کارے" بلند کرنے شروع کر دیئے۔

☆☆☆

اچانک ہی سامنے کا دروازہ کھلا اور اس نے ایس پی بھلہ کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے تعاقب میں آنے والوں نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھوں کو الٹا کر کے ہتھکڑی لگا دی تھی اور اسے دیوار کے ساتھ لگا کر بٹھا دیا تھا۔

کشمیرا سنگھ نے ایس پی بھلہ کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا ......!!

اس کی شکل تو سکھوں والی تھی۔

لیکن . . !

ایک عرصے سے جانے کتنے سکھ دل میں یہ تمنا لئے پھرتے تھے کہ کب موقعہ ملے اور اسے کتے کی موت مار ڈالیں۔ دو مرتبہ وہ جان لیوا حملوں سے بچ نکلا تھا..... ایک حملے میں تو اس کے پیٹ اور بازو میں گولیاں بھی لگی تھیں اور دس روز تک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد وہ بچ چکا تھا!!

اس حملے کے بعد سے اس کی آتش انتقام زیادہ شدت سے بھڑکنے لگی تھی اور اس نے خاص طور سے اپنی ڈیوٹی اس عقوبت خانے میں لگوائی تھی۔

یہ بات سکھوں میں عام طور پر کہی جاتی تھی کہ ایک مرتبہ ایس پی بھلہ کی گرفت میں آنے کے بعد کسی خالصتانی کا زندہ بچ نکلنا معجزے سے کم نہیں۔

ایس پی اس کے سامنے کچھ فاصلے پر بچھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھام رکھا تھا۔

اس کے اشارے پر اس کے ماتحتوں نے کشمیرا سنگھ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور دیوار سے لگی مضبوط کرسی پر بٹھا کر اس نے منسلک بیلٹوں کے ساتھ اسے اس طرح باندھ دیا کہ پھر کشمیرا سنگھ کے لئے سوائے زبان ہلانے کے اور جسم کے کسی حصے کو جنبش دینا ممکن نہیں رہا۔

اپنا کام مکمل ہونے پر وہ لوگ ایس پی بھلہ اشارے پر کمرے سے باہر نکل گئے اب اس کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کشمیرا سنگھ! میں تمہاری زندگی کی ضمانت تو دے نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ بات اگلوانے کے ہمارے پاس اور بھی بہت سے طریقے ہیں..... تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں آج ہی گولی مار کر تمہاری جان خلاصی کر دوں گا لیکن ایسی بات نہیں..... ابھی تمہاری ماں زندہ ہے۔ تمہاری دو بہنیں ہیں۔ تمہاری منگیتر ہے۔ ہم سب کو ایک ایک کر کے تمہارے سامنے لائیں گے اور ان کا جو حشر یہاں ہوگا اس کا تم اندازہ لگا سکتے ہو...... کشمیرا سنگھ یہاں انسان نہیں درندے بستے ہیں۔ یہاں انسان کا نہیں جنگل کا قانون چلتا ہے۔ ہم خود اپنے قانون بناتے اور ان پر عمل کرتے ہیں......"

جیسے جیسے ایس پی بھلہ کے منہ سے باتیں نکل رہی تھیں کشمیرا سنگھ کو اپنا وجود پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔

پولیس کے درندے ان کی ماؤں بہنوں کا جو حشر کرتے تھے وہ اس سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو یہ لوگ اس کی بہنوں کو اس کی ماں کو اور اس کی منگیتر کو اس کی آنکھوں کے سامنے بے آبرو کریں گے اسے گلزار سنگھ کی بہن کا انجام یاد آ گیا۔ جسے اس درندگی کے ساتھ بے آبرو کیا گیا تھا مسلسل جنسی تشدد کا نشانہ بننے کے بعد اس نے جان دے دی تھی۔

"واہگورو! سچے بادشاہ مجھے اس امتحان میں بھی سرخرو کرنا"... اس نے دل ہی دل میں ارداس کی۔

"تم چاہتے کیا ہو؟"...... کشمیرا سنگھ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کشمیرا سنگھ تم سرحد پار گئے تھے۔ وہاں سے تربیت لے کر آئے ہو۔ تمہیں اس جگہ کا بھی علم ہے جہاں شوبیگ سنگھ نوجوانوں کو تربیت دے رہا ہے۔ پہلے سب کچھ بتا دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔"

ایس پی بھلہ نے اس کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا۔

اس نے کشمیرا سنگھ کی بات سے یہی اندازہ لگایا تھا جیسے وہ رام ہو گیا ہو اور اپنی بہنوں اور منگیتر کی آبروریزی کے خوف سے جھک گیا ہے۔

لیکن......!

کشمیرا سنگھ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

شاید وہ زندہ اس عقوبت خانے سے نکل سکتا۔ ممکن ہے کہ اسے اپنے ساتھیوں تک کوئی بات پہنچانے کا موقع مل جائے۔

وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے جس نے یہ ساری باتیں انٹیلی جنس تک پہنچائی ہیں۔

وہ آستین کے اس سانپ کی اصلیت جان کر کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھیوں تک اس کا نام پہنچانا چاہتا تھا تاکہ وہ لوگ اس کے شر سے آئندہ کے لئے محفوظ ہو جائیں۔

"دیکھو ایس پی صاحب! کہیں اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ میں زنجیروں سے بندھا ہوا ہوں اور تم مجھے ذرا دھمکا کر ہر بات منوا لو گے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہاری دونوں اطلاعات غلط ہیں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے کسی "ناوٹ" نے دونوں اطلاعات صرف اپنے نمبر بنانے کے لئے تم تک پہنچائی ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ یہ لوگ تمہیں بے وقوف بنا کر دراصل اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں....."

کشمیرا سنگھ بولا۔

اس کی اس بات پر ایک لمحے کے لئے ایس پی بھلہ سوچ میں پڑ گیا۔

"اگر ہم اس شخص کو تمہارے سامنے لے آئیں جس کے سامنے تم نے ساری باتوں کا اقرار کیا ہے۔ تب تم کیا کہو گے؟"

ایس پی بھلہ نے اچانک ہی اپنی دانست میں بڑا نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔

کشمیرا سنگھ خاموش رہا.....!!

"تم غلط کہہ رہے ہو... پولیس کی عادت ہے جھوٹ بولنا اور تم اس کے ماہر ہو"...

بالآخر اس کے منہ سے نکلا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہاری یہ خواہش بھی پوری کئے دیتے ہیں"......

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

میز کے دوسرے کونے پر رکھے انٹرکام کے ذریعے اس نے کسی سے انگریزی میں "وائٹ فلاورز" کو لانے کے لئے کہا تھا.....!!

کشمیرا سنگھ سمجھ گیا کہ "وائٹ فلاورز"... اس ناوٹ کا کوڈ نام ہوگا جس نے یہ اطلاع پہنچائی ہے۔

دوسری طرف سے کہا گیا؟

اس کی سمجھ سے نہ آ سکی کیونکہ کشمیرا سنگھ نے ایس پی بھلہ کو صرف "ہوں ہاں" کرتے ہی سنا تھا۔

"کشمیرا سنگھ! تم نوجوان بہنوں کے بھائی اور اپنے بوڑھے والدین کی آخری امید ہو۔ بے وقوف نہ بنو... تم جاٹ ہو جانتے ہو کوئی کسی کو اپنی زمین کا ایک انچ نہیں دیتا...... تمہیں بھارت سرکار خالصتان کہاں سے دے دے گی۔ تمہارے زندہ رہنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اپنے ساتھیوں میں رہ کر ہمارے لئے کام کرتے رہو..... تمہاری بہنیں بطور ضمانت ہماری نظروں میں رہیں گی... اس میں تمہارا بھلا ہے"......

بالآخر اس نے فون رکھ دیا اور اب کشمیرا سنگھ سے مخاطب تھا.....!!

کشمیرا سنگھ کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ اس شخص کو جو بار بار اسے اس کی بہنوں کی آبروریزی کی دھمکی دے کر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے جان سے مار ڈالے۔

لیکن.....!

وہ مجبور تھا......

بندھا ہوا تھا.....

شیر کو بھی تو لوگ باندھ کر پنجرے میں رکھ دیتے ہیں لیکن اس سے وہ گیدڑ تو نہیں بن جاتا۔

اس نے سوچا...!

فی الوقت اس نے صرف وقت گزارنے کی حکمت عملی اپنائی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جیسے ہی اس کے ساتھیوں کو اس کے غائب ہونے کا علم ہوا۔ وہ لوگ بہر صورت اس کی بہنوں کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ پولیس کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں اور اگر اس نے ابھی سے منہ باندھ لی تو یقین ممکن ہے کہ اس سے پہلے پولیس ان تک پہنچ جائے۔ اسے موت سے ذرہ برابر خوف نہیں تھا۔

لیکن......!

یہ سوچ ہی اسے مار دینے کے لئے کافی تھی کہ اس کی بہنوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے وحشی ہندوؤں سے بے عزت کروایا جائے گا۔

بے بسی سے وہ بھلہ کی شکل دیکھتا رہا.....

اور.....

ایس پی بھلہ نے بھی سمجھا کہ شکار اس کے دام میں پھنس رہا ہے اس نے گھنٹی بجائی اور سفید پوش وردی والے اندر داخل ہو گئے۔

"سردار صاحب کو لنگر پانی دو تھوڑی دیر بعد ہم دوبارہ ملیں گے۔"

اس نے آنے والوں کو آنکھ کا مخصوص اشارہ کیا.....!

"جو حکم جناب"......ان کے کمانڈر نے جواب دیا۔

انہوں نے کشمیرا سنگھ کو کرسی کی قید سے آزاد کر دیا تھا اور اس کے ہاتھوں کو سیدھا کر کے ہتھکڑی لگا دی تھی۔ ابھی تک انہوں نے اس قید خانے میں بھی اس کی ہتھکڑی اتارنے کا خطرہ مول نہیں لیا تھا.....!!

جس سیل سے وہ اسے لائے تھے اس کے نزدیک لے جا کر انہوں نے کشمیرا سنگھ کی ہتھکڑی کھولی اور اسے سیل کے اندر داخل کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔

چند منٹ بعد ہی اس کے لئے کھانا آ گیا......

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے کھانا زہر مار کیا۔ کیونکہ اس مرحلے پر وہ کھیل بگاڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

شام کا ملگجا اندھیرا پھیل رہا تھا جب اس نے دل ہی دل میں پاٹھ شروع کیا اور آخر میں ارداس (دعا) کی کہ واہگورو اسے اس کے فیصلے پر قائم رکھے۔

شام کو پھر اسے دودھ کا گلاس بھر کر پینے کے لئے دیا گیا !!

☆☆☆

رات کے پہلے پہر وہ ابھی جاگ ہی رہا تھا جب اسے پہرے دار اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔

کشمیرا سنگھ نے اندازہ لگا لیا کہ اب وہ زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ ایک مرتبہ پھر دل ہی دل میں اس نے دعا کی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

آنے والوں نے اس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولا......!

ان میں سے ایک نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی اور اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔

کشمیرا سنگھ نے کوٹھڑی سے باہر آ کر آخری مرتبہ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جہاں چاروں طرف سیاہ بدلیاں منڈلا رہی تھیں......!

رات نے ابھی سے ماتمی لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

وہ لوگ اسے اس عمارت کے اندر ہی دوسرے بلاک کی طرف لے جا رہے تھے...... اپنے چاروں طرف اسے مستعد پہرے دار اور سرچ لائٹیں دکھائی دے رہی تھیں۔

اپنے ارادوں کی طرح مضبوط قدم دھرتا وہ موت کے سفر کی طرف گامزن تھا۔ اس مرتبہ اس کے سفر کا اختتام جس کمرے پر ہوا تھا وہ ایس پی بھلہ کا دفتر تھا۔ کمرے کے باہر ہی بھلہ اس کا منتظر تھا......

اس کے ساتھ آنے والے وہیں رک گئے اور کشمیرا سنگھ بھلہ کے اشارے پر اندر داخل ہو گیا۔ بھلہ نے اندر داخل ہونے پر سامنے آرام دہ کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

"کشمیرا سنگھ! میں صرف تمہاری تسلی اور اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ اگر تم بھی ہمارا ساتھ نہ دو تو بھی تمہارے ساتھیوں میں موجود ہمارے لوگ ہمارا کام کرتے رہیں گے تمہیں اس شخص سے ملا رہا ہوں۔ حالانکہ اس سلسلے میں اعلیٰ حکام کو میں نے ناراض کیا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم میرے شہر کے رہنے والے ہو۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری بہنوں کی بے حرمتی بھی ہو اور تم کتے کی موت بھی مارے جاؤ...... کشمیرا سنگھ اپنی بہنوں کی غیرت کا سودا سکھ نہیں کیا کرتے...... تمہاری اس بہادری کا کیا فائدہ۔ اس

طرح تو مرتے ہوئے بھی تمہارے دل میں پچھتاوہ رہے گا۔

ایس پی بھلہ بار بار اسے اس کی بہنوں کی آبروریزی کی دھمکی دے کر شاید نفسیاتی طور پر اسے نامرد بنانا چاہتا تھا۔

حالانکہ......

اس کی توقعات کے برعکس کشمیرا سنگھ نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پا رکھا تھا۔ اسے دکھانے کے لئے بھلہ نے میز پر رکھا ریوالور کھول کر گھمایا تھا شاید اسے بتانا چاہتا تھا کہ یہ بھرا ہوا [illegible] ہے۔

"اور ہاں اس شخص کو دیکھ کر حیران نہ ہونا بلکہ میں تمہارا اور اس کا جوڑ کروا کر مستقبل میں تمہارے لئے ترقی کے بے شمار دروازے کھول رہا ہوں۔ کشمیرا سنگھ موج کرو گے موج...... لعنت بھیجو کیا رکھا ہے اس "امرت دھاری" زندگی میں..

اتنا کہہ کر اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ملحقہ کمرے کا دروازہ کھول دیا......

☆☆☆

دروازہ کھلنے پر جو شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی کشمیرا سنگھ چند ثانیے کے لئے بوکھلا کر رہ گیا۔

یہ پرتاپ کور تھی......!

پراسرار پرتاپ کور......!!

جس نے چند دنوں کے اندر بھنڈرانوالہ کے ساتھیوں کا اتنا اعتماد حاصل کر لیا تھا کہ اس کا شمار بلاشبہ اب "خواص" میں ہونے لگا تھا......!

وہ تو سنت جی کے ساتھیوں کے ساتھ بڑے بڑے فیصلوں میں شامل ہونے لگی تھی اور بلاشبہ عورتوں کے جتھے میں اسے انتہائی اہم اور ممتاز مقام حاصل تھا......!

"تو اس ناگن کو ایک سازش کے تحت ان میں داخل کیا گیا تھا"۔ کشمیرا سنگھ نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔

وہ لرز کر رہ گیا......!

اگر یہ عورت زندہ رہی تو ایک ایک کر کے سب کو کتے کی موت مروا دے گی۔ اب اسے اس

بات کا پتہ بھی چل گیا تھا کہ انٹیلی جنس کو ان کے بہت سے منصوبوں کی پہلے سے اور کبھی بعد میں خبر کیسے ہو جاتی ہے؟

واقعی اس نے ایک روز پرتاپ کور کے سامنے ٹریننگ حاصل کرنے کا اقرار اس طرح کیا تھا جب پرتاپ کور نے شدت سے تربیت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا تھا کہ وہ خود بندوق اٹھا کر میدان جنگ میں اترنا چاہتی ہے......!!

کشمیرا سنگھ کے منہ سے یہ راز اگلوانے کے لئے پرتاپ کور نے کیا کیا جتن نہیں کئے تھے......!

اس کے سامنے بار بار اپنے اسلاف کی عورتوں کی بہادری کے قصے دہرا کر خود بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کیا تھا اور اس سے درخواست کی تھی کہ اسے بھی کم از کم بندوق چلانے کی تربیت تو دلا دے۔

اچانک ہی اس کا مغز گھوم گیا......!

اس نے اپنی تمام سوچ پر لعنت بھیج کر جس طرح بھی ممکن ہو اس ناگن کو مار دینے کا فیصلہ کر لیا تھا......

"کشمیرا سنگھ! اسے مار ڈال...... اسے مار ڈال...... ورنہ یہ ناگن ایک ایک کر کے تیرے سارے ساتھیوں کو ڈس لے گی۔"

کسی نادیدہ طاقت نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی......

پرتاپ کور نے اس وقت بھی اپنا "سکھنی مریادہ" والا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ اپنی دانست میں "فتح" بلاتی مسکراتی ہوئی اس ارادے سے اس کی طرف آ رہی تھی کہ اس کے نزدیک موجود کرسی پر اطمینان سے بیٹھ جائے۔

کشمیرا سنگھ بھی "فتح بلاتا" اٹھ کر کھڑا ہو گیا......

ایس پی بھلہ نے بھی سمجھا تھا کہ پرتاپ کور کی شخصیت سے متاثر ہو کر وہ احتراماً اٹھ کر کھڑا ہوا ہے......

یہ تو کشمیرا سنگھ تھا جب وہ اس کے بڑے بڑے افسروں کے سامنے آتی تھی تو وہ لوگ بھی غیر ارادی طور پر اس کے رعب حسن کو نذر گزارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

بھلہ بھی مسکراتا ہوا مطمئن انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھنے لگا تھا......!

اپنی کرسی پر بیٹھنے کے لئے اسے سامنے پڑی بڑی میز کا چکر کاٹنا پڑا جس پر اس کا ریوالور رکھا تھا......!!

چند لمحوں کے لئے اس کی پشت کشمیرا سنگھ کی طرف ہوئی......!

یہی وہ لمحات تھے جو بھارتی انٹیلی جنس کی تاریخ کے منحوس ترین لمحات بن گئے!

کئی قیامتیں ایک ساتھ ٹوٹی تھیں......!!

خدا جانے کشمیرا سنگھ کے جسم میں کون سی بجلیاں بھر گئی تھیں کہ اس نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا......

بندھے ہاتھوں سے ایس پی کے سیدھا ہونے سے پہلے پہلے نہ صرف ریوالور کو فائرنگ کے لئے تیار کیا بلکہ دو گولیاں پرتاب کور کے سینے میں اتار دیں۔

بھلہ کسی دماغی جھٹکے کے تحت اس کی طرف جھکا اور تیسری گولی اس کے ماتھے کے عین درمیان پیوست ہوئی......!

اس کی موت تو اس ایک گولی سے ہو گئی تھی۔

لیکن......!!

احتیاطاً کشمیرا سنگھ نے ایک اور گولی اس کے دل میں اتار دی......!!

اچانک فائرنگ کی آواز نے باہر موجود سفید پوشوں میں کھلبلی مچا دی۔ جب وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو یہاں تین لاشیں ان کی منتظر تھیں۔

کشمیرا سنگھ کا آخری شکار اس کی اپنی ذات تھی......!!

اس نے گولی اپنی کنپٹی میں اتار لی تھی اور کمرے کے بیچ فرش پر گرا تھا!

وحشیوں کی طرح چیختے چلاتے جب یہ خونی درندے اندر پہنچے تو اس کی کنپٹی سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا اور ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی......

پرتاب کور اور ایس پی بھلہ کے جسموں سے بھی خون ابھی تک بہہ رہا تھا۔

لیکن......!

دونوں کی آنکھیں دہشت زدہ انداز میں پھٹی دکھائی دے رہی تھیں۔

بادی النظر میں یہی اندازہ ہوتا تھا کہ مرنے سے پہلے دونوں کے ذہن کے کسی کونے میں بھی یہ بات نہیں رہی تھی کہ کشمیرا سنگھ ان کے ساتھ یہ کچھ کر گزرے گا......!

یہ سب کچھ ان کے لئے اچانک اور بوکھلا دینے والا تھا......!

ان ہی کے لئے نہیں بلکہ باہر موجود پہرے داروں کے لئے بھی......

ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں رہی ہوگی کہ ایس پی بھلہ بھی کبھی کسی کے متعلق غلط

اندازہ لگا سکتا ہے......!

جتنے قریب سے اور جس خطرناک جسمانی حصے پر انہیں گولیاں لگی تھیں اس کے بعد ان کے زندہ رہنے کا کوئی امکان تو نہیں تھا۔

لیکن......!

پھر بھی انہوں نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایس پی بھلہ اور پرتاب کور کی لاشیں ہسپتال تک پہنچا ہی دیں جہاں چند منٹ بعد ہی ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے دونوں کی "مرتیو" (موت) کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

☆☆☆

350 کلومیٹر تک پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے امرتسر کے نزدیک اپنے ڈیرے چوک مہتہ میں پہنچ گئے تھے۔

20 ستمبر کو انہوں نے چوک مہتہ امرتسر سے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس فیصلے کا اعلان سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر بھائی امریک سنگھ نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں کیا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی دہلی سے پیرا ملٹری فورسز نے پنجاب پر یلغار شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ٹرینوں، ٹرکوں، بسوں، ہوائی جہازوں کے ذریعے ہزاروں کی تعداد میں سی آر پی، آرمڈ پولیس، ریزرو فورس اور بی ایس ایف کی بٹالینیں پنجاب میں اترنے لگیں......!

سیکورٹی فورسز کا زیادہ دباؤ امرتسر، لدھیانہ اور جالندھر پر تھا......!

انٹیلی جنس کو علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی گرفتاری کو سکھ یوں ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کریں گے۔ بھارت اور دنیا کے کونے کونے سے سکھ امرتسر میں جمع ہونے لگے تھے۔

19 ستمبر 81ء کی شام تک پولیس کی پابندیوں کے باوجود 30 ہزار کے لگ بھگ سکھ جن میں "نہنگ سکھ" بھی خاصی تعداد میں تھے۔ چوک مہتہ میں جہاں سنت جی نے گرفتاری دینی تھی جمع ہو چکے تھے۔

ان میں سینکڑوں کی تعداد میں انٹیلی جنس کے اہلکار بھی موجود تھے جو اس ہجوم میں "مطلوبہ دہشت گردوں" کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق 20 ستمبر کی دوپہر کو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے دمدمی ٹکسال کے بغلی دروازے سے برآمد ہوئے اور پیدل ہی چوک مہتہ کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

ان کے تعاقب میں گوردوارے میں موجود پچاس ہزار سکھ، مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے بھی باہر نکل آئے۔

چاروں طرف سکھوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی پڑتا تھا......!!

ان لوگوں نے بھاگتے ہوئے سنت جرنیل سنگھ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن انتظامیہ کی درخواست پر ان کے سامنے سے ہٹ گئے......

سیکورٹی کے جوان کسی بھی ہنگامی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑے تھے!

جب اچانک انہوں نے دو آرمڈ کاریں اس طرف آتے دیکھیں......

دونوں کے درمیان عام پولیس کار تھی جس میں پولیس والوں نے بڑی پھرتی سے سنت جرنیل سنگھ کو بٹھا لیا اور دونوں آرمڈ کاروں نے اس کار کو اپنی حفاظت میں لے لیا......!

پولیس کے اس قافلے نے لدھیانے کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا......!!

اس سفر کے آغاز سے تھوڑی دیر بعد ہی ہجوم مشتعل ہو گیا......!!

نہنگ سکھ ننگی کرپانوں کے ساتھ پولیس پر حملہ آور ہو گئے ہیں جس کے جواب میں پولیس نے فائرنگ شروع کر دی۔

اس درمیان کسی نے پولیس کے اس ٹرک کو نذر آتش کر دیا جس میں اسلحہ لدا تھا۔

پھر کیا تھا......!

اسلحہ پھٹنے سے ہر طرف دھماکے ہونے لگے۔ قیامت کا سماں تھا جس کا جدھر منہ اٹھا اس نے ادھر ہی بھاگنا شروع کر دیا۔

ایک طوفان بدتمیزی در آیا......!

انسان گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے......!

زخمیوں اور مقتولین کی لاشیں سکھ فوراً اٹھا لیتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ پولیس کسی مرنے والے کی لاش ان کے حوالے نہیں کرتی۔

اس بھاگ دوڑ اور افراتفری میں درجنوں پولیس اہلکار بھی زخمی ہوئے جب مطلع صاف ہوا تو وہاں درجنوں لاشیں اور زخمی موجود تھے......!

پولیس کا دعویٰ تھا کہ مرنے والوں کی گنتی بارہ ہے......

جب کہ سکھ اس تعداد کو کئی گنا زیادہ بتاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ پولیس نے بیشتر لاشیں ایک جگہ اکٹھی کر کے انہیں خود جلا کر اپنے جرم کا نشان مٹا دیا تھا۔

☆☆☆

اس واقعے نے پنجاب بھر میں آگ لگا دی تھی......!!

مہتہ چوک میں سکھوں کے قتل عام کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پنجاب کے گھر گھر میں پھیل گئی تھیں۔

اس مرحلے پر خاموش رہنا خالصتان نواز سکھوں کے لئے ممکن ہی نہیں رہا تھا......! وہ اندازہ کر

رہے تھے کہ یہ ان کی غیرت کو آزما رہا ہے اور اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ باقی سکھوں کی طرح حکومت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو بھی کسی جھوٹے مقابلے میں نہ مار ڈالے۔

کیونکہ......!

اس طرح کے من گھڑت واقعات اخبارات کا معمول بن چکے تھے اور روزانہ کسی نہ کسی سکھ کے "فرار" ہونے یا "مقابلے کے دوران" مارے جانے کی خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں۔

یہی وقت تھا جب خالصتان نواز سکھ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے اس مظاہرے سے وہ جہاں ایک طرف حکومت کو یہ باور کروانے جا رہے تھے کہ انہوں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھیں اور وہ کسی بھی صورت اپنے محبوب راہنما کو کسی من گھڑت مقابلے میں مرنے نہیں دیں گے۔ وہاں دوسری طرف وہ اپنی قوم کا مورال بھی بلند کرنا چاہتے تھے......!!

ابھی تک سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے گو کہ کبھی کھل کر خالصتان کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

لیکن......!

کوئی عقل کا اندھا بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دراصل اندر ہی اندر اپنی قوم کو کس انقلاب کے لئے تیار کر رہے ہیں۔

ان کے پیروکار جو سنت جی کے ساتھ شامل ہو رہے تھے یہ جانتے تھے کہ وہ خالصتان کی فوج کا حصہ ہیں۔

اور ان کا "گورو" انہیں آنے والے کسی "روز بد" کے لئے تیار رہنے کے اشارے دیتا رہتا تھا۔

سنت جرنیل سنگھ نے ہر سکھ کو مسلح ہونے جدید ہتھیار حاصل کرنے اور ان کی تربیت حاصل کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں خالصتان کے لئے نہ "ہاں" کرتا ہوں اور نہ "ناں" کرتا ہوں۔

اگر سرکار نے ہمیں خالصتان دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ہم انکار کرنے والے کون ہوتے ہیں۔

ان کے ایسے ہی بیانات نے بھارت کے سرکاری حلقوں میں کھلبلی مچا دی تھی اور پنجاب کے ہندو ابھی سے پنجاب میں اپنا مستقبل غیر محفوظ سمجھنے لگے تھے۔

☆☆☆

20 ستمبر کی دوپہر کو پولیس نے سکھوں کا جو قتل عام کیا تھا۔

اس کا جواب اس رات کو جالندھر سے اسے مل گیا......!

تین مسلح موٹر سائیکل سوار جنہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے ڈھانپ رکھے تھے......!

جالندھر کے "مکھو چوک" میں آئے اور "خالصتان زندہ باد" کے نعرے مارنے اور ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔

انہوں نے "مکھو چوک" سے اپنا سفر شروع کیا اور لال بازار، گڑ منڈی، فٹ بال چوک سے گزرتے شہر میں گولیاں برساتے رہے۔ اس دوران وہ خالصتان اور سنت جرنیل سنگھ زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔

گڑ منڈی کے نزدیک ان کا مقابلہ پولیس کی مسلح پارٹی سے ہوا۔ دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ پولیس والے تعداد میں ان سے بیس گنا زیادہ تربیت یافتہ اور مسلح تھے۔

لیکن......!

حیرت کی بات تھی کہ چار پولیس اہلکار ان کی گولیوں کا نشانہ بنے، جب کہ دس بارہ زخمی بھی ہوئے۔

تینوں موٹر سائیکل سوار جس طرح دندناتے آئے تھے۔ اسی طرح دندناتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اس دوران جالندھر میں ایک بھی سکھ ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا جس کی ہمدردیاں حکومت کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ چوک مہتہ سے لاشیں اب جالندھر اور لدھیانہ پہنچنی شروع ہو گئی تھیں۔

یہ وہ بدقسمت سکھ تھے جن کی لاشیں ان کے عزیز و اقارب پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کسی نہ کسی طرح ٹریکٹروں، ٹرالیوں اور ٹرکوں میں چھپا کر ان کے گھروں تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے......!!

اگلی رات مسلح سکھوں کی طرف سے ترن تارن میں سی آر پی کی ایک پارٹی پر حملہ ہوا ایک آفیسر مارا گیا جبکہ اس کے تین جوان شدید زخمی ہوئے۔

اس کے ساتھ ہی تخریب کاری کے واقعات کا آغاز ہو گیا.......

خالصتان نواز سکھوں نے اپنی کارروائیوں کا آغاز ریل کی پٹریاں اکھاڑنے سے کیا۔ کئی جگہ ریل اور بسوں پر مسلح حملے ہوئے اور ان حملوں میں ہندوؤں کو چن چن کر نشانہ بنایا گیا۔

اس ضمن میں ایک بڑی تخریب کاری امرتسر سے جالندھر جانے والی مین لائن پر ہوئی جہاں سکھوں نے ریل کی پٹری اکھاڑ دی تھی اور مال گاڑی کے کئی ڈبے الٹ گئے۔

یہ لائن دو روز تک ریلوے ٹریفک کے لئے بند رہی۔

سیکورٹی فورسز کے ساتھ سکھ حریت پسندوں کے مقابلے جاری رہے اور ہر روز پنجاب کے کسی

نہ کسی شہر میں پولیس کے ساتھ خالصتان نواز سکھوں کے سیدھے مقابلے کی خبریں آنے لگیں... !!

اس درمیان حکومت کے اس اعلان نے کہ بھارتی پولیس نے ودھی ٹکسال سے بم بنانے کی ایک فیکٹری بھی پکڑی ہے... !!

(اس فیکٹری میں دیسی بم تیار کئے جاتے تھے) پنجاب بھر میں سنسنی کی تازہ لہر دوڑا دی۔

اس سے پہلے جو لوگ اسے "وقتی مسئلہ" قرار دے رہے تھے وہ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ حالات ان کی توقعات سے کہیں زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں۔

☆☆☆

سنت بھنڈرانوالہ کی گرفتاری سے پنجاب کے خالصتان نواز سکھوں کو بہت تقویت ملی......!

اس درمیان پنجاب میں دو سکھ جتھے بندیاں واضح طور پر خالصتان کا نعرہ بلند کر چکی تھیں۔

ان میں "دل خالصہ" اور "نیشنل کونسل آف خالصتان" شامل ہے۔

دل خالصہ کا قیام 1978ء میں چوک مہتہ میں نرنکاریوں اور سکھوں کے درمیان ہونے والے فساد کے بعد عمل میں آیا تھا۔

6 اگست 1978ء کو چنڈی گڑھ کے سیکٹر نمبر 3 میں اکال گڑھ گوردوارے میں "دل خالصہ" قائم کی گئی۔ اس کی سپریم کمان میں ممبر شامل کئے گئے۔ سردار ہرسمرن سنگھ کو اس کا "مکھ پنچ" بنایا گیا۔

پانچ ممبری سپریم کونسل کا سب سے زیادہ سرگرم رکن گجندر سنگھ تھا جو بعد میں جہاز اغوا کر کے پاکستان لایا اور اس کے بعد لاہور کی جیل میں عمر قید کی سزا بھگت کر رہا ہو چکا ہے۔

اس جتھے بندی نے اپنا کام اندر ہی اندر جاری رکھا۔

ان کے خفیہ اجلاس ہوتے......!

ان کی طرف سے لٹریچر تقسیم کیا جاتا......

اور مختلف مذہبی مقامات پر اجتماعات میں سکھوں کو اپنے الگ اور آزاد وطن کے حصول کے لئے تیار کیا جاتا۔ مختلف سکھ حلقوں کی طرف سے الزام عائد کیا جاتا ہے کہ دراصل یہ جتھے بندی مرکز کے اشارے پر سنت جرنیل سنگھ کا "سحر" توڑنے کے لئے قائم کئے گئے تھے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان ہی حلقوں کی طرف سے یہ پراپیگنڈہ بھی کیا جا رہا تھا کہ سنت جرنیل سنگھ کانگریس کا آدمی ہے جسے حکومت نے "اکالی دل" کے سر پر لٹکتی تلوار کی صورت چھوڑ رکھا ہے تاکہ جب بھی اکالی دل سر اٹھائے یا کوئی الٹا سیدھا مطالبہ کرے تو اسے سنت جرنیل سنگھ —

ذریعے کچل کر رکھ دیا جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ دونوں مفروضے جھوٹ ثابت ہوئے۔

سنت جی نے جان سے گزر کر اپنی صداقت منوالی اور "دل خالصہ" پر بھارت میں پابندی عائد ہو چکی ہے۔

20 مارچ 1981ء کو دل خالصہ نے سکھوں کے مذہبی مقام آنند پور صاحب میں ایک خصوصی کنونشن بلایا۔ جس میں سکھوں کے آزاد وطن کا مطالبہ کیا گیا۔ یہاں خالصتان کا جھنڈا لہرایا گیا۔ جسے ہزاروں سکھوں نے سلامی دی اور خالصتان کا باقاعدہ نقشہ بھی جاری کر دیا گیا۔ ہرسمرن سنگھ آخری اطلاعات تک دہلی کی تہاڑ جیل میں نظر بند ہیں۔

☆☆☆

نیشنل کونسل آف خالصتان بھی 1978ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان اور پنجاب کے سابقہ وزیر بین الاقوامی شہرت یافتہ سکھ مصنف شاعر اور فلاسفر بلبیر سنگھ سندھو نے مل کر قائم کی۔

ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان تو بعد میں انگلستان چلے گئے اور آج کل وہیں بیٹھ کر اس کونسل کو چلا رہے ہیں جب کہ ان کے دست راست بلبیر سنگھ سندھو نے "دلکشا مارکیٹ جالندھر" میں کافی عرصے تک اس کا دفتر قائم رکھا......!

سردار سندھو نیشنل کونسل آف خالصتان کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ وہ بلاشبہ سکالر ہیں۔ بھارت میں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز رہے اور ایک پر تعیش زندگی کو تیاگ کر راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے میدان عمل میں ڈٹے رہے۔

ان کی کتابیں "موت دی چھاں بیٹھ" "دھول اڑدی ہے" "جیبے بان لاگے" پنجابی ادب میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سردار بلبیر سنگھ کی کئی کتابیں انگریزی اور گورمکھی زبانوں میں غیر ممالک سے شائع ہو چکی ہیں۔

1982ء میں جب حکومت نے "دل خالصہ" پر پابندی لگائی تو اگلے ہی روز یہ پابندی نیشنل کونسل آف خالصتان پر بھی لگا دی گئی۔ جس کے بعد سے سردار بلبیر سنگھ سندھو زیر زمین چلے گئے جہاں سے وہ آج تک تحریک خالصتان کے سرگرم لیڈر کی حیثیت سے منسلک ہیں۔

ان کی کوئی نہ کوئی نئی کتاب امریکہ، لندن، کینیڈا سے شائع ہوتی رہتی ہے۔ بھارتی حکومت کو اس بات کا ثبوت تو ملتا رہتا ہے کہ سردار بلبیر سنگھ سندھو زندہ ہے۔

لیکن......

وہ کہاں ہے؟

یہ بات کوئی نہیں جانتا۔

29 ستمبر 1981ء

انڈین ایئر لائن کا بوئنگ جہاز دہلی کے پالم پور ہوائی اڈے پر روانگی کے لئے تیار کھڑا تھا۔ 7 سو مسافر جہاز میں سوار ہو چکے تھے دونوں پائلٹوں سمیت 6 افراد پر مشتمل جہاز کے عملے کے لئے یہ کوئی نیا روٹ نہیں تھا وہ لوگ گزشتہ کئی سالوں سے اس راستے پر سفر کرتے آ رہے تھے۔

آج خلاف معمول فلائیٹ ان ٹائم تھی...!!

کیپٹن کوہلی نے اس بات کا ذکر بڑے تمسخر سے اس وقت اپنے معاون سے کیا جب انہیں اے ٹی سی (ائیر کنٹرول ٹاور) نے اڑنے کے لئے سگنل دے دیا۔

''حیرت ہے... آج ہم بروقت پرواز کر رہے ہیں'' .. اس نے اپنے ساتھی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''سر! کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے''...... معاون نے ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''کاش ایسا حسین اتفاق اکثر ہوا کرے'' کوہلی نے جہاز کے مختلف ڈائلوں پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

اس نے باری باری تمام بٹن دبا کر اوکے رپورٹ دی اور روانگی کا سگنل دے کر جہاز کو کھینچنے کا گیئر لگا دیا۔

انڈین ایئر لائن کا بوئنگ 727 آہستہ آہستہ رینگنے لگا۔

موسم خلاف توقع بے حد خوشگوار تھا اور سری نگر کے ٹاور نے راستہ کلیئر ہونے کی اطلاع دی تھی۔

راستے میں آنے والے مختلف موسمیاتی مراکز سے بڑی اچھی اچھی خبریں مل رہی تھیں۔

جہاز نے اب رفتار پکڑ لی تھی۔ کوہلی کو بوئنگ پر مکمل کمانڈ تھی اور آرام دہ اور محفوظ پرواز کے لئے وہ اپنے ساتھیوں میں بڑے احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ جلد ہی جہاز نے زمین سے بلند ہونا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا۔

''یار جیسی اچھی خبریں مل رہی ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں جہاز کو نظر ہی نہ لگ جائے''......

لدھیانے پر سے گزرتے ہوئے جب راستے میں اچھے موسم کی اطلاع ملی تو کیپٹن کوہلی نے اپنے معاون سے کہا۔

اس دوران جہاز کی ''پرسر'' (چیف ایئر ہوسٹس) نے دونوں کے لئے کافی کے مگ بنا کر پیش کر دیئے تھے اور ان سے ہلکی مذاق کے بعد واپس آ گئی تھی۔

ابھی ائیر ہوسٹس کو ''اکانومی'' کلاس میں پہنچے بمشکل چار منٹ ہی گزرے تھے جب اچانک وہاں ایک طوفان بدتمیزی در آیا۔

اچانک ایک نوعمر سکھ اپنی سیٹ سے اٹھ کر باہر آ گیا۔ اس نے کرپان فضا میں لہرائی اور خالصتان زندہ باد کا نعرہ بلند کر دیا......!!

اس سے پہلے کہ ایئر ہوسٹس کو معاملات کی سمجھ آتے۔ اس کی تقلید میں جہاز کے مختلف کونوں میں موجود چار اور سکھ بھی کھڑے ہو کر نعرے بلند کرنے لگے جہاز کے مسافر خوف سے سہم کر رہ گئے......!!

گزشتہ چند دنوں سے اخبارات میں جس طرح خالصتان نواز سکھوں کی سرگرمیوں کی خبریں آ رہی تھیں اس کے بعد سے بھارتی عوام ان کی دہشت گردی سے خوفزدہ رہنے لگے تھے۔

''خبردار اگر کسی نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی۔ یہ جہاز ہائی جیک ہو چکا ہے اگر کوئی مسافر اپنی جگہ سے ہلا تو ہم اس کا سر تن سے جدا کر دیں گے...... میرے ساتھیوں نے جہاز میں ڈائنامائیٹ فٹ کر دیا ہے۔ اگر ذرا سی بھی ہوشیاری دکھائی گئی تو ہم جہاز کو اڑا دیں گے''...

ابھی اس کی بات مکمل ہی ہوئی تھی جب نوعمر سکھ نے اپنا بازو ننگا کر کے لہرایا اور خالصتان زندہ باد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنی کرپان بازو و پر مار دی......

اس کے بازو سے خون کی دھار نکلی اور زمین پر گرنے لگی ...!

اس مجنونانہ حرکت نے جہاز کے مسافروں کو اپنی جگہ پر ساکت کر دیا تھا۔ کئی عورتوں اور بچوں کی خوف کے مارے چیخیں نکل گئیں۔

''ہمیں اپنی جانوں کی بالکل پرواہ نہیں ہے۔ ہم تو مرنے کے لئے ہی گھروں سے نکلے ہیں۔ ہمارا آپ لوگوں سے کوئی بیر نہیں۔ کوئی دشمنی نہیں۔ ساری جنگ بھارت کی برائمن سرکار سے ہے۔ آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں''......

اس اثنا میں ان کا وہ ساتھی جس نے سب سے پہلے اپنی جگہ کھڑے مسافروں کو جہاز

کے اغوا ہونے کی خبر دی تھی تیزی سے کاک پٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے اپنے ہاتھ میں ننگی کرپان تھام رکھی تھی......!

کاک پٹ کا دروازہ کھول کر اس نے کیپٹن کوہلی کی گردن پر کرپان کی نوک رکھ دی۔

"جہاز اغوا ہو چکا ہے......میرے ساتھیوں نے اس میں ڈائنا مائیٹ لگا دیا ہے۔ فوراً جہاز کا رخ لاہور کی طرف موڑ لو......"

کوہلی نے تھوڑی سی گردن گھما کر اس سکھ کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں سے خون برس رہا تھا اور جو کرپان اس کی گردن پر لگائے اسے جہاز کا رخ موڑنے کا حکم دے رہا تھا۔

"تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہم لاہور نہیں جا سکتے"......کوہلی نے کمال حیرت سے اپنے آپ پر قابو پایا تھا۔

"مجھے کچھ بتانے یا سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔ اس جہاز میں کتنا پٹرول ہے......کئی وقت پرواز کر سکتا ہے اور لاہور یہاں سے کتنی دور ہے مجھے اس کا علم ہے اگر اپنا اور جہاز کے مسافروں کا بھلا چاہتے ہو تو صرف احکامات پر عمل کرو۔"

ہائی جیکر سکھ نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

کوہلی نے اس کی ایک بات سے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ یہ بہت جذباتی لوگ ہیں اور جذبات کی رو میں بہہ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

بھارتی ایئر لائن کے اغوا کا یہ پہلا واقعہ تھا......!!

اس سے پہلے فلسطینی اور ریڈ آرمی والوں نے جہاز اغوا تو کئے تھے۔

لیکن......!

بھارت میں کبھی کسی نے یہ سوچا بھی نہیں ہوگا کہ یہاں سکھ جہاز بھی اغوا کر سکتے ہیں......!

اغوا کنندگان نے کوہلی کو بھارتی اتھارٹیز سے صرف چند منٹ بات کرنے کی اجازت دی تھی۔

اس دوران کیپٹن کوہلی بمشکل اپنے افسران کو یہ سمجھا پایا تھا کہ اس کا جہاز خالصتان نواز تنظیم "دل خالصہ" کے حریت پسندوں نے اغوا کر لیا ہے اور اسے لاہور کی طرف جانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

اس نے لدھیانہ کے کنٹرول ٹاور سے بات کی تھی جہاں سے اسے کسی بھی صورت جہاز کو لاہور لے جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

"کوہلی! جس طرح بھی ممکن ہو جہاز بھارت میں اتار لو"......اے ٹی سی سے پیغام لو۔

"میں بے گناہ مسافروں کی جان کا خطرہ مول نہیں لے سکتا!" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تم کسی طرح جہاز امرتسر کے "راجا سانسی" ہوائی اڈے پر اتار لو۔ ہم یہاں پاکستانی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"......کوہلی کو خفیہ زبان میں پیغام ملا۔

کوہلی جانتا تھا ایسا ممکن نہیں......!

لیکن......!

وہ ان احکامات کی پابندی پر مجبور تھا۔ کسی نہ کسی طرح اس نے ہائی جیکروں کو مطمئن کیا اور جہاز کو امرتسر کے ہوائی اڈے پر لے آیا۔

"ہم لاہور پہنچ گئے ہیں"......اس نے بالآخر کہا۔

"میں کنٹرول ٹاور سے خود بات کروں گا"......ہائی جیکروں کے لیڈر گجندر سنگھ نے جو اس کے سر پر کھڑا تھا کہا۔

"ٹھیک ہے"......کہتے ہوئے کوہلی نے مائیک اسے تھما دیا۔

ابھی گجندر سنگھ نے بمشکل دو تین سوال ہی کئے تھے جب کوہلی کو اپنی گردن پر کرپان کا دباؤ محسوس ہوا۔

"اگر آئندہ ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تو تمہاری گردن تن سے جدا کر دوں گا"......اسے وارننگ دی گئی۔

☆☆☆

کوہلی سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ کسی چال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اپنے ملک کے اخبارات کے مطالعے سے اس نے بھی عام بھارتی شہریوں کی طرح یہ رائے ضرور قائم کر لی تھی کہ سکھ دہشت گردوں کو پاکستان کی پشت پناہی حاصل ہے......

وہ پیشہ ور آدمی تھا۔

فلائنگ اس کا عشق تھا۔

اسے سیاست سے کبھی دور کا بھی تعلق نہیں رہا تھا اس لئے وہ اخبارات میں چھپنے والی خبروں کو ہی سچ جاننے لگا تھا۔ اسے اس بات کا علم تھا کہ سنت جھنڈرانوالہ کی کمان میں سکھ خالصتان کے حصول کے لئے اپنی مسلح جدوجہد کا آغاز کر چکے ہیں۔

لیکن......!

اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک روز اس کے جہاز کو بھی یہ لوگ اغوا کر لیں گے۔

کوہلی نے چپ چاپ ان لوگوں کے احکامات پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ جہاز کا کپتان تھا اور اس میں موجود سینکڑوں بے گناہوں کی جان کی حفاظت کا ذمہ دار بھی۔!

کوہلی نے چپ چاپ جہاز کا رخ لاہور کی طرف موڑ لیا تھا......!!

29 ستمبر 1981ء کی شام کو جہاز کا رابطہ لاہور سے قائم ہو چکا تھا......!!

کوہلی نے لاہور کی فضا پر چکر لگانے شروع کر دیے تھے۔ اسے جہاز یہاں لینڈ کرنے کی اجازت نہیں مل رہی تھی کیونکہ پاکستان سکھوں اور ہندو سرکار کی اس جنگ کا فریق بننے کے لئے تیار نہیں تھا......!

جہاز میں پٹرول آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا تھا اور دوسری طرف پائلٹ کو مسلسل چکر لگاتے رہنے کا حکم ملا تھا......!

اب جہاز ایک انجن پر اڑ رہا تھا۔

جب لاہور کنٹرول ٹاور کو یقین ہو گیا کہ جہاز کے مسافروں کی جان صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے جب اسے یہاں اترنے کی اجازت مل جائے تو انہوں نے بادل نخواستہ جہاز کو اترنے کی اجازت دے دی۔

30 ستمبر 1981ء کی صبح پاکستانی کمانڈوز نے جہاز پر حملہ کر کے ہائی جیکروں کو گرفتار کر لیا اور جہاز کے مسافروں کو رہائی نصیب ہوئی۔

یہ دنیا کی "ہائی جیکنگ" تاریخ کا سب سے زیادہ شریفانہ اغوا تھا جس میں ہائی جیکروں نے کسی مسافر کو گزند پہنچانے کے بجائے اپنے جسم سے خون بہا کر جہاز کو اغوا کیا تھا۔

☆☆☆

29 ستمبر 1981ء کی شام ہی کو اغوا کنندگان نے اپنی شرائط پاکستانی حکام کو جہاز کی رہائی کے لئے پیش کر دی تھیں۔

اسی روز شام گئے امرتسر کے دربار صاحب کمپلیکس میں دل خالصہ کے کھوج سردار ہرسمرن سنگھ نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس بلائی اور اخبار نویسوں کے سامنے پہلے سے تیار شدہ بیان پڑھ کر سنا دیا۔

اس بیان کی رو سے "دل خالصہ" نے جہاز کے اغوا کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے جہاز کی

رہائی کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پیش کی تھیں۔

1۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو 30 ستمبر 1981ء کی صبح 8 بجے تک غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے۔

2۔ چوک مہتہ میں مارے گئے سکھوں کے خاندانوں کو ایک لاکھ روپیہ فی خاندان کے حساب سے فوری طور پر حکومت ادا کرے۔

3۔ خالصتان کے مسئلے پر بھارتی حکومت پاکستانی صدر جنرل ضیاء الحق کے ذریعے دل خالصہ سے مذاکرات کرے۔ پاکستانی صدر دل خالصہ سے بات چیت کرنے والے وفد کی جان کی سلامتی کی ضمانت دیں۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی رہائی کے لئے جہاز کے اغوا کا واقعہ اور وہ بھی خالصتان کی محرک تنظیم کی طرف سے یہ واضح کرنے کے لئے کافی تھا کہ سنت جی کہاں کھڑے ہیں؟......"

اگر وہ خالصتان نواز نہ ہوتے تو 1981ء میں ان کے پیروکار جہاز اغوا کرنے کی اس کارروائی کی مذمت کر دیتے۔

لیکن......!

انہوں نے ایسا نہ کر کے ثابت کر دیا کہ اصل میں ان کا منشا کیا ہے۔ بھارتی انٹیلی جنس کا منصوبہ کامیابی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

مسز اندرا گاندھی کے زیر کمانڈ وجود میں آنے والی "تھرڈ ایجنسی" کے کارکن پنجاب میں خصوصاً حالات میں بگاڑ پیدا کر رہے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو حالات اتنے خراب کر دیے جائیں کہ سنت جرنیل سنگھ اپنے سورماؤں کے ساتھ دربار صاحب میں مورچہ بند ہو کر ہتھیار سنبھال لے اور بھارتی فوج سے ٹکرا جائے......!

بھارتی حکومت پر دباؤ مسلسل بڑھ رہا تھا...!

15 اکتوبر 1981ء کو حکومت بالآخر فیروز پور ڈسٹرکٹ سے سنت جی کو رہا کرنے پر مجبور ہو گئی لالہ جگت نرائن اور نرنکاری گورو کے قتل کے الزام میں سنت جرنیل سنگھ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اسی ضمن میں ان کی تفتیش ہوتی رہی۔ دوران تفتیش سنت جی سے جو سوالات کئے جاتے رہے وہ کچھ اس نوعیت کے تھے۔

سوال: بھنڈرانوالہ جتھہ کی تعداد کتنی ہے؟ جو اس میں شامل ہو اس سے کیا عہد لیا جاتا ہے؟

جواب: گنتی کا علم تو خدا کی ذات کو ہو گا مجھے نہیں۔ کوئی خاص شرط عائد نہیں کی جاتی۔ ماسوائے اس کے کہ شامل ہونے والے کو سکھ مذہب کا مکمل پیروکار بننا پڑتا ہے۔

سوال: بڑے بڑے پیروکار کون ہیں؟

جواب: ہمارے ہاں سب برابر ہیں کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔

سوال: آپ کی جماعت کی مالی پوزیشن کیا ہے؟ بنک اکاؤنٹ وغیرہ؟

جواب: کسی بنک میں کوئی اکاؤنٹ نہیں جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو ہم آپس میں چندہ جمع کر لیتے ہیں۔

سوال: آمدن کے ذرائع اس کے علاوہ کیا ہیں!

جواب: سکھ سنگت...... اور کوئی نہیں۔

سوال: خاص لوگ جو آپ کے ارد گرد جمع رہتے ہیں ان کے نام؟

جواب: سب خاص لوگ ہیں۔ کوئی عام آدمی نہیں۔

سوال: اچھا اپنے "سیوا داروں" کے نام پتے بتا دیجئے؟

جواب: کوئی سیوا دار نہیں۔ ہم خود "سیوا دار" ہیں۔

سوال: آپ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟

جواب: تین تھیں جو پولیس نے جلا دیں۔ ایک میرے پاس ہے۔

سوال: یہ گاڑیاں کہاں سے آ گئیں؟

جواب: سکھوں نے خرید کر دیں۔ مجھے ان کے نام نہیں معلوم۔

سوال: آپ کو یہ تو علم ہو گا کہ خریدنے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پردہ غیب سے مدد فرمائی اور اپنے خزانے سے دیا۔

سوال: آپ کے باڈی گارڈوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: میرا کوئی مستقل باڈی گارڈ نہیں۔

سوال: ان کے پاس کیا کیا اسلحہ ہے؟

جواب: میرے پاس ذاتی اسلحہ کوئی نہیں۔ کسی سکھ کے پاس ہو اور وہ آ جائے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال: اسلحہ کب اور کہاں سے خریدا؟

جواب: میرے نام پر کوئی اسلحہ نہیں۔ پیروکاروں نے اگر جماعت کے دفتر کا ایڈریس دے دیا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آپ کے خاندان کے لوگوں کے پاس اسلحہ اور لائسنس موجود ہیں؟

جواب: مجھے علم نہیں۔ یہ سوال آپ ان سے ہی کریں تو بہتر ہو گا۔

سوال: خاندان کے کتنے ممبر جتھے میں شامل ہیں؟

جواب: میرا کوئی رشتہ دار مستقل میرے ساتھ شامل نہیں۔

سوال: آپ کا مشن کیا ہے؟

جواب: میرا ذاتی مشن کوئی نہیں۔ میں تو گورو گوبند سنگھ کے مشن کا پرچار کر رہا ہوں جس کے مطابق سکھوں کو "امرت پلانا" گورو گوبند سنگھ کے لڑکا تا تمام نشہ آور اشیاء حتیٰ کہ چائے تک سے منع

کرنا میرا کام ہے۔

سوال: کیا پرچار کرتے ہیں؟

جواب: گوربانی (گورو کا کلام) پڑھنا اور پڑھانا۔ اس کی تشریح کر کے لوگوں کو سمجھانا اور کیرتنا کرتی (یعنی عبادت کرنی گا بجا کر)

سوال: پرچار کرنے کے لئے پنجاب میں کہاں کہاں جاتے ہیں؟

جواب: جہاں لوگ بلا لیں چلا جاتا ہوں۔

سوال: خرچہ آنے جانے کا کون اٹھاتا ہے!

جواب: بلانے والے لوگ۔

سوال: اکالی دل سے کیا تعلق ہے؟

جواب: جو گورو گرنتھ صاحب (سکھوں کی مقدس کتاب) ماننے والے کسی بھی فرد کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

سوال: دیگر سیاسی جماعتوں سے تعلقات کی نوعیت۔

جواب: مذہب سے ہی تعلق کی بنیاد بنتی ہے۔ کسی پارٹی کے حوالے سے تعلقات قائم نہیں ہوتے۔

سوال: ''نرنکاری'' فرقے سے کیا اختلاف ہے!

جواب: وہ گورو گرنتھ صاحب کی توہین کرتے ہیں جس کا ثبوت ان کی طرف سے شائع کردہ کتابوں ''یوگ برشٹ'' اور ''اوتار بانی'' میں موجود ہے۔

سوال: اس اختلاف کی وجہ سے آپس میں ٹکراؤ کب سے شروع ہوا؟

جواب: جب سے نرنکاری فرقے نے یہ گھناؤنا کام شروع کیا ہے۔ اس کا آغاز بہت پہلے ہو چکا ہے۔

سوال: کہاں کہاں کیا کیا واقعات اس سلسلے میں پیش آئے؟

جواب: میرے دور میں 1978ء کا واقعہ ہی سب سے زیادہ اہم ہے۔

سوال: امرتسر والے حادثے کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ لوگ ہماری مقدس کتاب کی توہین کرتے ہیں جو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔

سوال: نرنکاریوں کے مقدمے سے بری ہونے کی وجوہات کیا سمجھتے ہیں؟ بدلہ لینے کے لئے کیا

پروگرام بنایا ہے؟

جواب: بری ہونے کی وجہ تو عدالت جانے۔ بدلہ لینے کا صحیح طریقہ یہی سوچا ہے کہ سکھ دھرم کا پرچار تیز کر دیا جائے۔

سوال: ان واقعات میں اخبارات کا کیا رول ہے؟

جواب: اخبار والے ہی بتا سکیں گے۔

سوال: آپ پر اخبارات میں جو الزامات لگائے جاتے ان کے جوابات آپ کس طرح دیتے تھے؟

جواب: میں صرف گورمکھی زبان پڑھ سکتا ہوں اور کبھی کبھی کوئی پنجابی اخبار ہی پڑھا کرتا ہوں...... میں نے کبھی لکھ کر الزامات کا جواب نہیں دیا۔ اگر کسی نے سوال کیا تو اسے جواب دے دیا کرتا ہوں۔

سوال: جو اخبارات آپ کے خلاف لکھتے تھے انہیں کس طرح منع کرتے ہیں؟

جواب: میں نے کبھی اس مسئلے کو اہمیت نہیں دی نہ ہی اسے ذاتی مسئلہ بنایا ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ بعض اخبارات کے لوگ مجھ سے ناراض کیوں ہیں۔

سوال: آپ کے بیانات اخبارات میں کس طرح چھپتے ہیں؟

جواب: میری تقریروں کے اخبار نویس نوٹس لے کر شائع کر دیتے ہیں؟

سوال: آپ کی طرف سے اخبارات کو بیان کون جاری کرتا ہے؟ یعنی آپ کا پریس سیکرٹری کون ہے؟

جواب: ہر پڑھا لکھا حلقہ میرا پریس سیکرٹری ہے۔

سوال: پنجاب حکومت نے جب اسلحے پر پابندی لگائی تو آپ نے کتنے ناجائز ہتھیار داخل کروائے تھے؟

جواب: میرے پاس اسلحہ ہی نہیں۔ داخل کیا کرواتا۔

سوال: اس وقت؟ آپ کے کتنے ساتھیوں پر مقدمات چل رہے ہیں!

جواب: مجھے علم نہیں۔ کبھی حساب کتاب نہیں رکھا۔

سوال: کس کس ممبر کے پاس کون کون سا اسلحہ ہے؟ گولیاں کتنی ہیں؟ جتھے کے نام پر کون کون سا اسلحہ ہے؟

جواب: مجھے علم نہیں۔

سوال: اسلحہ خریدنے کے لئے رقم کہاں سے آئی؟

جواب: میرے پاس اسلحہ ہی نہیں۔ رقم کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

سوال: آپ کا بھائی جاگیر سنگھ اور اس کا بیٹا سورن سنگھ کہاں چھپے ہیں؟ جاگیر سنگھ کی کار بائن کہاں ہے؟

جواب: مجھے کسی بات کا علم نہیں۔

سوال: نرنکاری سمیلن پر آپ کے کن ساتھیوں کے وارنٹ جاری ہوئے؟

جواب: اس کا زیادہ بہتر علم تو آپ کو یا وارنٹ جاری کرنے والوں کو ہوگا۔

سوال: آپ انہیں عدالت میں پیش کیوں نہیں کرتے؟

جواب: میرے پاس ہوں گے تو میں پیش کروں گا۔

سوال: آپ کے نزدیک ان مفرور ملزموں کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: میری رائے محفوظ ہے۔

سوال: 12 اگست 1981ء کو آپ نے حکومت کو للکار کر کہا ایک مفرور "گورکھ سنگھ" میرے پاس بیٹھا ہے حکومت اسے گرفتار کر کے دکھائے۔

جواب: یہ جھوٹ ہے۔

سوال: آپ نے سکھ دہشت گردوں کی ماؤں اور بیویوں کو "سرو پے" (اعزاز) دیئے۔ اس کی وجہ؟

جواب: میرے نزدیک وہ دہشت گرد نہیں سکھوں کی آن بان ہیں۔

سوال: آپ نے یہ بھی کہا کہ وقت آنے پر ایسے دہشت گردوں کو چاندی سے تولیں گے یہ ان کی کس خدمت کا انعام تھا؟

جواب: مجھے علم ہوا کہ رنجیت سنگھ نامی مفرور نوجوان کو صرف سکھ ہونے کی وجہ سے پولیس نے ظلم کا نشانہ بنایا اور اخبار نویسوں نے مجھے کہا کہ پولیس کو شک ہے وہ میرے پاس چھپا ہے جس پر میں نے کہا کہ اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اسے سونے چاندی سے تولوں گا۔

سوال: نرنکاری بابا گوربچن سنگھ کو کس نے قتل کیا؟

جواب: میں کیا جانوں؟

سوال: آپ کے ساتھیوں کا نام کیوں آیا؟

جواب: 1978ء کے سانحے کی وجہ سے۔

سوال: اگر آپ سچے ہیں تو انہیں پیش کیوں نہیں کرتے؟

جواب: وہ میرے پاس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کے گاؤں کے کتنے لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ پرسا سنگھ (مفرور) کہاں ہے؟

جواب: دونوں باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ مجھے تعداد کا علم نہیں نہ ہی پرسا سنگھ کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔

سوال: چھتر سنگھ آپ کے ساتھ کب شامل ہوا؟

جواب: وہ کون ہے؟

سوال: سورن سنگھ مستقل آپ کے ساتھ رہتا ہے؟

جواب: اس کی خوشی...... باقی لوگوں کے ساتھ آ جاتا ہے۔

سوال: گزشتہ چار ماہ کی سرگرمیاں کیا ہیں؟

جواب: مجھے یاد نہیں جہاں سکھوں نے بلایا ہم چلے گئے۔

سوال: آپ جہاں جہاں گئے کن کن لوگوں نے آپ کی خدمت کی؟

جواب: تمام سکھوں نے۔ کوئی خاص نام یاد نہیں ہا۔

سوال: آپ کے ساتھی کون تھے؟

جواب: سب کے نام یاد نہیں (منت جی نے کچھ نام بتا دیئے)

سوال: گاڑیاں اور اسلحہ کون سا تھا؟

جواب: دو بسیں ایک ٹرک اسلحے کے متعلق اسلحے والے ہی بتا سکتے ہیں۔ میرے پاس تو مذہبی کتابیں ہی ہوتی ہیں۔

سوال: لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر کب ملی؟

جواب: تاریخ یاد نہیں۔ لوگوں نے بتایا تھا۔

سوال: فائرنگ کس خوشی میں کی؟

جواب: میں نے نہیں کی۔

سوال: سورن اور دلبیر سنگھ (لالہ جگت نرائن کے قاتل) کب آپ سے ملے؟

جواب: مجھے نہیں ملے۔

سوال: کیا کیا باتیں ہوئیں؟

جواب: جب ملے ہی نہیں تو باتیں کیا ہوں گی۔

سوال: آپ اگلی رات فرار ہو کر پنجاب کیوں چلے گئے؟

جواب: فرار کیسا؟ میں اپنے گوردوارے استھان پر امرتسر آ گیا تھا۔

سوال: وارنٹ کی خبر کب ملی؟

جواب: 16 ستمبر 1981ء کو جب وارنٹ دکھائے گئے تب علم ہوا۔

سوال: امرتسر کیوں گئے؟

جواب: اشنان کرنے گیا تھا۔

سوال: کن راستوں سے فرار ہو کر امرتسر پہنچے؟

جواب: جن راستوں سے میرا گورو مجھے لے کر گیا۔

سوال: گرفتاری پیش کرنے میں دیر کیوں لگائی؟

جواب: کچھ انتظامات کرنے تھے۔

سوال: کس کس لیڈر سے کیا کیا صلاح مشورہ ہوا؟

جواب: ذاتی معاملہ ہے۔ نہیں بتا سکتا۔

سوال: اس وقت گوردوارے میں کون کون ہے؟

جواب: کوئی مفرور نہیں۔ اگر ہے تو آپ پکڑ لیں۔

سوال: ان کے پاس اسلحہ کون کون سا ہے؟

جواب: جب وہ ہی نہیں تو اسلحہ کیسا؟

سوال: اسلحے کی گنتی کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: کوئی خاص طریقہ نہیں۔ جس کا اسلحہ ہوا اپنے پاس رکھتا ہے۔

سوال: اسلحہ کس طرح تقسیم کرتے ہیں؟

جواب: اپنا تو ہے نہیں تقسیم کیا کریں گے!

سوال: آپ کی غیر حاضری میں اسلحے کا انچارج کون ہوتا ہے؟

جواب: کوئی نہیں۔

سوال: لالہ جی کا قتل آپ کے حکم سے آپ کے پیروکاروں نے کیا ہے؟

جواب: میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال: نرنکاری گورو کا قتل بھی آپ کے حکم سے آپ کے پیروکاروں نے کیا۔

جواب: غلط ہے۔ میں اس الزام کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆☆☆

ان سوالات اور جوابات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سنت جی کا رویہ بھارتی حکومت کے ساتھ کیسا تھا؟

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ وہ مفرور سکھوں کو نہ صرف پناہ دیتے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کر رہے تھے۔

سنت جرنیل سنگھ کی رہائی کے ساتھ ہی خالصتان تحریک نے زور پکڑا اور بھائی فوجا سنگھ کے بعد اکھنڈ کیرتنی جتھے کے زیر زمین حریت پسند جنہیں ببر خالصہ کا نام دیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ تب سامنے آئے جب 16 نومبر 1981ء کو نرنکاری پرمکھ پہلا دہ چند کو تین انجان حملہ آوروں نے گولیاں مار کر ہلاک اور اس کے بیٹے کو سخت زخمی کر دیا جو بعد میں زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا.....

حملہ آور تو فرار ہو گئے لیکن اپنا موٹر سائیکل موقع پر چھوڑ گئے۔

جالندھر پولیس نے بعد میں اس سلسلے میں تلوندر سنگھ پرمار (کینیڈا) ترسیم سنگھ (برطانیہ) دواحوا سنگھ (ببر خالصہ کا موجودہ جتھے دار) کو مفرور قرار دے دیا اور جھنڈرا توالہ کو ان کا لیڈر بتانے کی کوشش کی حالانکہ ان کا تعلق سنت جی کی جماعت سے کبھی نہیں رہا تھا۔

تلوندر سنگھ پرمار پنجاب سے فرار ہو کر کینیڈا کیسے پہنچا؟ اس کا شمار پراپرٹی کا بزنس کرنے والے بڑے پراپرٹی ڈیلرز میں کیسے ہونے لگا؟ یہ طویل کہانی ہے۔ تلوندر سنگھ پرمار یہاں ایک عرصہ تک دہشت کی علامت بنا رہا۔ کنیشکا ایئر لائن کی پرواز جو آئرلینڈ کی فضا میں تباہ ہوئی کا ذمہ دار گردانا گیا لیکن عدم ثبوت پر محفوظ رہا۔

تلوندر سنگھ پرمار ایک امرت دھاری سکھ تھا۔ آخری دور میں اس کی جتھہ بندی ببر خالصہ سے اختلافات لیڈر شپ کے مسئلے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن وہ اپنے مشن میں "خالصہ" تھا۔ بالآخر ایک روز وہ آرام آسائش کی زندگی تیاگ کر کینیڈا سے نکل گیا اور بھارتی پنجاب میں خالصتان کی آزادی کی جنگ کا حصہ بنا۔

تلوندر سنگھ پرمار کو بھارتی پولیس نے جالندھر میں گرفتار کیا اور "فرار" کا ڈرامہ رچا کر مار ڈالا۔ بلاشبہ وہ ایک بہادر گورسکھ تھا۔

☆☆☆

کیپٹن شرما چکرا کر رہ گیا......!

بات ہی ایسی تھی۔ بڑی مشکل سے اس نے ”شکار“ قابو کیا تھا اور جب وہ ”شکار“ پر ہاتھ ڈالنے جا رہا تھا، عین ان لمحات میں اس کے او۔سی نے اسے منع کر دیا۔ کیپٹن شرما کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس کے ایڈوانس یونٹ سے تھا جو راجستھان کے اس حساس محاذ پر سرگرم عمل تھا....

گنگا نگر سرحدی ضلع تھا جہاں چپے چپے پر سمگلر موجود تھے۔ صحرائی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس علاقے کو سمگلروں کی جنت ہی کہا جاتا ہے....!

شام ڈھلتے ہی ادھر کی سرحد سمگلنگ کی منڈی میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

بی ایس ایف (بارڈر سیکیورٹی فورس) کے لئے سمگلروں کو روکنا کسی بھی طرح ممکن نہیں رہا تھا۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہاں کا جغرافیائی محل وقوع تھا....!

صحرائی علاقہ ہونے کے سبب یہاں سرحدی پوسٹیں ایک دوسرے سے دوری پر واقع تھیں رات کو یا دن کے کسی حصے میں شدید گرمی کے سبب پیدل پٹرولنگ ممکن نہیں تھی اور ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر سرحدی پوسٹیں ہونے کے سبب انہیں اونٹوں پر گشت کرنا پڑتا تھا....!

یہ لوگ جب صحرا میں دور سے ٹارچیں جلا کر ملاپ کرتے تو کافی فاصلے پر موجود سمگلر ضرور خبردار ہو جایا کرتے تھے یہ الگ بات کہ پٹرولنگ پارٹیوں کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی تھی۔

ملٹری انٹیلی جنس کا یہ ایڈوانس یونٹ جو کیپٹن شرما کی کمانڈ میں اس سیکٹر میں تعینات تھا اس کے لئے تشویشناک اطلاع یہ تھی کہ اس سرحد سے دیگر اشیا کے علاوہ اسلحے کی سمگلنگ عام ہے۔

جس روز کیپٹن شرما کے ”خصوصی ذرائع“ نے اسے مطلع کیا کہ اسلحے کی سمگلنگ مقامی ایم ایل اے کروا رہا ہے تو چونک پڑا۔

کیپٹن شرما کے لئے تشویش ناک بات یہ تھی کہ سول انٹیلی جنس ایجنسیاں جب یہ جانتی ہیں کہ ایم ایل اے اسلحے کی سمگلنگ میں ملوث ہے تو وہ اسے گرفتار کیوں نہیں کرتے؟ پھر خود ہی اس نے سوچا ممکن ہے اس کی وجہ کرپشن یا پھر ”سیاسی دباؤ“ رہا ہو کیونکہ اس ملک میں بیشتر قباحتوں کی سرپرستی یہی لوگ کرتے ہیں۔

کیپٹن شرما نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس اطلاع کے پھیلنے سے پہلے ہی کارروائی کر گزرے گا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایم ایل اے خبردار ہو جائے اور اس کے کئے کرائے پر پانی پھر جائے۔

شرما کو اس بات کا بھی احساس تھا کہ مقامی پولیس اور سول انٹیلی جنس ایجنسیاں بھی اس شخص کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔

جس روز اسے علم ہوا کہ ”را“ کے آفیسر نے بھی اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو اس کا خون کھول اٹھا۔

آخر وہ بھارت ماتا کا جیالا سپوت تھا....

وہ بھارتی آرمی کا ایک جانباز اور ذمہ دار آفیسر تھا اور اس کا فرض تھا کہ ملک کے خلاف ہونے والی کسی بھی سازش کے خلاف ڈٹ جائے اور اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنے فرائض پورے کرے......!

ابھی تک شرما نے اس علاقے میں پہلے سے روبہ عمل سرگرمیوں کے طرز عمل کا جائزہ لیا تھا۔

یہ تو اس کے لئے کسی اچنبھے کی بات نہیں تھی کہ سول ایجنسیوں کے لوگ ایم ایل اے پر ہاتھ نہیں ڈال رہے۔

لیکن..

”را“ بھی خاموش ہے۔

اس اطلاع نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

پہلے تو کیپٹن شرما نے یہی گمان کیا کہ عین ممکن ہے یہ شخص کانگریس میں اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے سول ایجنسیوں کو مفلوج کر سکتا ہو۔

لیکن.....!

”را“ تو لامحدود اختیارات کی مالک تھی۔

ملک میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی جگہ پولیس اور دیگر سول انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ناکامی یا دباؤ کے تحت کوئی کارروائی نہ کرنے کے سبب ”را“ نے بڑے کامیاب آپریشن کئے تھے......!

☆☆☆

اس روز جب شرما کے خصوصی ”ذریعے“ نے بتایا کہ پرسوں شام ڈھلنے کے بعد پاکستانی

علاقے کی طرف "مال" آرہا ہے اور بھارتی پوسٹ کے ساتھ مل کر اسلحہ کی کھیپ یہاں پہنچائی جائے گی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا.... !

جی ایس ایف بھی اس سازش میں شامل تھا۔

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ ایم ایل اے کتنا خطرناک دھندہ کر رہا ہے۔

جو اسلحہ بھارتی سرحدوں کے اندر آئے گا آخر کسی نیک مقصد میں تو استعمال نہیں ہوگا۔

بات کچھ بھی تھی شرما نے یہ اندازہ ضرور کر لیا تھا کہ اس کے لئے بھی براہ راست ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہوگا۔

کم از کم اسے اپنے اعلیٰ افسران کو تو اعتماد میں لینا پڑے گا۔ اس کے بغیر بات بنتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں"

یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنے "اوسی" سے رابطہ کر کے خصوصی ملاقات کے لئے فوراً وقت لیا تھا اب وہ کمپنی ہیڈکوارٹر میں اوسی کے ساتھ میٹنگ کر کے واپس آ رہا تھا۔ کرنل ملہوترہ نے جو اس کا آفیسر کمانڈر تھا کیپٹن شرما کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لائے اور اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر جیسے بھی ممکن ہو اس غدار ایم ایل اے کو اپنے شکنجے میں جکڑ لے......!

اس نے تو کیپٹن شرما سے "آف دی ریکارڈ" یہ تک کہہ دیا تھا کہ ایم ایل اے کبھی نزدیک موجود ہو تو "کاؤنٹر فائرنگ" کی آڑ میں وہ اسے بھی ٹھکانے لگا دے۔

"ایسے گھٹیا اور وطن فروش لوگوں کا مر جانا ہی دھرتی ماتا کے لئے اس سے بہتر خبر کیا ہوگی؟......!

اس نے نوجوان اور جوشیلے کیپٹن شرما کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے واپس لوٹا دیا تھا۔

کیپٹن شرما کے واپس جانے کے بعد کرنل ملہوترہ کو ایک لمحے کے لئے یہ خیال آیا کہ اتنا اہم آپریشن کرتے ہوئے جس طرح اس کے ماتحت نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اعتماد میں لیا ہے کیوں نہ وہ بھی اپنی اعلیٰ کمانڈ کو اس سے مطلع کر دے۔

اس طرح کم از کم کوئی مصیبت کھڑی ہونے کی صورت میں وہ اکیلا ذمہ دار تو نہیں ہوگا۔

یوں بھی وہ لوگ ایسے اہم فیصلے ایک دوسرے کی مشاورت سے بھی کیا کرتے تھے ممکن ہے اس کے سینئرز اسے زیادہ بہتر مشورہ دے سکیں۔

یہی سوچتے ہوئے اس نے بریگیڈیئر کمار سے رابطہ کیا تھا۔

جس نے اس آپریشن کو ملتوی کرنے کے احکامات جاری کرتے ہوئے اسے فوراً اپنے پاس حاضر ہونے کی ہدایت کی تھی۔

حیران پریشان کرنل ملہوترہ نے ابھی تک کیپٹن شرما کو احکامات منسوخ ہونے کی اطلاع نہیں دی تھی۔

اسے ابھی تک اس بات کا یقین ہی نہیں آیا تھا کہ بریگیڈیئر کمار نے جو کچھ کہا ہے وہ اس نے صحیح سنا ہے یا اس کی سماعت میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔

دو گھنٹے کے بعد وہ بریگیڈ ہیڈکوارٹر میں اپنی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ بریگیڈیئر کمار شاید اس کا منتظر تھا۔

اس نے فوراً ہی کرنل ملہوترہ کو طلب کر لیا تھا۔

☆☆☆

سر! میں نے ابھی تک آپ کے احکامات پر یقین نہیں کیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ ایسا شاید میری زندگی میں پہلی مرتبہ ہو رہا ہے۔"

کرنل ملہوترہ نے سیلوٹ مار کر اپنی کرسی سنبھالتے ہی کہنا شروع کیا۔

واقعی ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا......!

یہ بات بھی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ سمگلنگ کا یہ سارا ڈرامہ بھارتی حکومت کی ایک انتہائی خفیہ اور مضبوط ترین ایجنسی "تھرڈ ایجنسی" کا تیار کردہ ہے۔

تھرڈ ایجنسی بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی کمان میں قائم کی گئی تھی....

یہ بھارت کی تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم خفیہ منصوبہ تھا جو بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اور اس کے خصوصی مشیر آر این کاؤ کے عیارانہ ذہن نے ترتیب دیا تھا۔

اس منصوبہ کی رو سے ایک ایسی خفیہ انٹیلی جنس ایجنسی کا قیام ضروری سمجھا جا رہا تھا جو ملک میں مذہبی اور لسانی بنیادوں پر ایسی فضا قائم کر دے جس کا فائدہ اٹھا کر مسز اندرا گاندھی "ہندو ووٹرز" کو کانگریس کے حق میں استعمال کر سکے......!

اپوزیشن جماعتوں کے مشترکہ محاذ کی سرگرمیاں اور عوام میں تیزی سے مہنگائی اور کرپشن کے خلاف پھیلتی نفرت اور بے چینی سے کانگریس نے اس بات کا اندازہ تو کر لیا تھا کہ اب الیکشن میں

کامیابی شاید ان کے لئے ممکن نہ ہے ......! کیونکہ کانگریس کی صوبائی وزارتیں ٹوٹ رہی تھیں اور کئی ممبران صرف الیکشن کے اعلان کے منتظر تھے تا کہ وہ دوسری پارٹیوں کے ٹکٹ حاصل کر کے الیکشن میں حصہ لے سکیں۔

کانگریس کے پاس کوئی ایسا ''ایشو'' بھی نہیں رہ گیا تھا جس کی بنیاد پر وہ لوگوں کی سوچ میں کوئی جذباتی یا انقلابی تبدیلی پیدا کر سکے.....!

اب لے دے کے ایک ہی صورت باقی تھی کہ ملک کی مجموعی فضا ایسی مسموم کر دی جائے کہ ہندو اکثریت کو باور کروایا جائے کہ ملک کی بقا کے لئے کانگریس کی حکومت کا قیام ناگزیر ہے۔

سنت جرنیل سنگھ چونکہ مسز اندرا گاندھی کے مخالف تھے اور اپوزیشن پارٹیاں بھی ان کی حمایت کر رہی تھیں۔

اپوزیشن کا موقف یہ تھا کہ اندرا گاندھی کی جابر پالیسی نے سکھوں کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا ہے اور اب بھی مسز اندرا گاندھی سکھوں کو مسلسل انگیخت کر رہی تھی۔

مسز اندرا گاندھی کو اپنا اقتدار عزیز تھا خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

راجستھان کی سرحد سے اسلحہ اسی طرح سمگل ہو کر آ رہا تھا کہ جیسے گندم کی بوریاں آیا کرتی ہیں۔

سکھوں کا مقدس اور متبرک مقام ''دربار صاحب'' ''دہشت گردوں'' کی پناہ گاہ بننے لگا......!

یہ لوگ کون تھے......!

کہاں سے آئے تھے...!

ان کی پشت پناہی کون کر رہا تھا؟

کون تھا جس کے ہاتھوں میں یہ کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہے تھے۔

ممکن ہے تب ان سوالات کے جوابات کسی کو نہ مل سکتے ہوں۔

لیکن......!

واقعات اور حالات نے بعد میں ثابت کر دیا کہ اس گھناؤنے کھیل کو خود بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔

حکومت پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے اسلحہ خود حکومتی نگرانی میں دربار صاحب میں پہنچایا جاتا رہا۔ دوسری طرف سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ساتھیوں میں حکومت نے اپنے تربیت یافتہ

دہشت گرد داخل کر دیئے جو سنت جی کے نام پر لوٹ مار کے کاروائیاں کرنے لگے۔

ان کاروائیوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو پنجاب کے عوام میں بھنڈرانوالہ کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔

اس مقصد میں حکومت کو کافی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

لیکن......!

متوقع نتائج کبھی نہ حاصل ہو سکے اور نئی جگہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اب حالات ایسے ہو گئے تھے کہ بالآخر بھنڈرانوالہ کو اپنے مٹھی بھر حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ بھارتی فوج کے تربیت یافتہ جرنیل شوبیگ سنگھ کی کمان میں جس نے کبھی ''مکتی باہنی'' کو تربیت دے کر پاکستان کو دولخت کروایا تھا' مورچہ بند ہونا پڑا۔

بھارتی فوج کا سرمایہ افتخار جرنیل شوبیگ سنگھ آج اپنی قوم کی آزادی کے لئے مورچہ بند ہو چکا تھا.....!

تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔

تاریخ اس طرح اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔

☆☆☆

27 مئی 1984ء

جی ایچ کیو دہلی میں ایک انتہائی خفیہ میٹنگ ہو رہی تھی...... یوں تو گزشتہ دو مہینے سے ایسی پراسرار اور اعلیٰ پیمانے کی میٹنگز کا سلسلہ جاری تھا۔

لیکن 27 مئی 1984ء اس لئے خاص دن تھا کہ آج میٹنگ کے تین اہم شرکاء لیفٹیننٹ جنرل کے ایس برار، لیفٹیننٹ جنرل ٹی ایس۔ اوبرائے اور لیفٹیننٹ جنرل کے سندر جی کو بالآخر "آپریشن بلیو سٹار" کے لئے "Go" کا سگنل مل گیا تھا۔

رات کے آخری پہر تینوں جرنیل بظاہر مطمئن ہو کر اپنی سیٹوں سے اٹھے تھے۔ لیکن ان کے دل و دماغ میں خدشات کا جو طوفان اٹھ رہا تھا اس کا اندازہ وہی لگا سکتے تھے۔

آپریشن بلیو سٹار سے متعلق جو رپورٹ طے پائی تھی اس کے مطابق بھارتی پیدل فوج کی ایسی تمام بٹالین، کمپنیاں اور یونٹس جن میں سکھ شامل تھے انہیں پنجاب سے زیادہ سے زیادہ دور لے جانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

اس فیصلے پر خفیہ عمل درآمد 27 مئی کو شروع ہو گیا...... اور تمام سکھ بٹالین سنٹرل، ساؤتھ اور نارتھ کی سرحدوں پر پہنچا دی گئی تھیں۔

27 مئی کو ایک خصوصی حکم کے تحت جو آرمی ہیڈ کوارٹر سے جاری ہوا تمام آرٹلری، انفنٹری اور آرمرڈ فارمیشن کو جو فرسٹ کور اور 10 کور کے ماتحت پنجاب اور ملحقہ صوبوں میں زیر کمان تھے اپنی جگہ سے الگ الگ سمتوں میں بھیج دیا گیا......!

یہ نقل و حمل اتنی اچانک اور تیز تھی کہ بعض آرمی آفیسرز کے نزدیک ان کی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

حالت جنگ کا سا سماں پیدا کر دیا گیا تھا۔

پنجاب سے حیدر آباد، بانیا، جھانسی، کوئلہ اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والی سڑکوں اور ریلوے ٹرینوں میں سکھ فوجی دکھائی دے رہے تھے۔

8 مئی 1984ء کو فرسٹ، سیکنڈ، دسویں اور گیارھویں کور کے بعض ہندو سپاہیوں پر مشتمل یونٹس کو

پہلے ہی بڑی خاموشی سے پنجاب میں کسی بھی ممکن صورتحال سے نمٹنے کے لئے ڈیپلائے کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سی آر پی ایف اور بی ایس ایف کے تازہ دم دستے بھارت کے کونے سے پنجاب پہنچا کر آرمی کی سنٹرل کمانڈ قائم کر کے اسی کی کمان میں دے دیئے گئے تھے۔

3 جون 1984 کی اس اہم میٹنگ سے متعلق جس خصوصی اطلاع نے بعد میں ساری دنیا کو چونکا کر رکھ دیا وہ اس میں بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی بہ نفس نفیس شمولیت تھی جو اس میٹنگ میں واحد ایسی شخصیت تھی جنہیں حتمی فیصلہ دینے کا اختیار حاصل تھا۔ تینوں صرف اپنی رائے پیش کر رہے تھے فیصلہ بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے کرنا تھا جس پر انہیں بہر حال عمل کرنا تھا خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑتی۔

اس سے پہلے "تھرڈ ایجنسی" "را" "سی بی آئی" "آئی بی" اور بھارتی فوجوں کی ایڈوانس انٹیلی جنس یونٹوں کی طرف سے جو رپورٹس اور صورتحال موصول ہوئی تھی۔ اسے ایک اور بڑے پیمانے پر ترتیب پانے والی کمیٹی جس کی سربراہی مسز اندرا گاندھی کا چہیتا "را" کا سابق اور "تھرڈ ایجنسی" کا آفیسر ان ریکارڈ ڈائریکٹر آر این کاؤ کر رہا تھا نے ایک خصوصی پلان تیار کر کے اپنی وزیر اعظم کو پیش کیا تھا۔

اس پلان میں ایسے طریق کار کی وضاحت کی گئی تھی جن پر عمل کرنے کے بعد بھارتی حکومت ہمیشہ کے لئے سکھوں کے خطرے سے بے نیاز ہو جاتی۔

جن دو اہم نکات کو زیر بحث لایا گیا تھا ان میں ایک نکتہ سکھوں کی مکمل تباہی جس میں بلا دریغ قتل عام شامل تھا اور دوسرا اہم نکتہ زیر بحث لایا گیا تھا کہ کم از کم بھارت کی سطح پر ہر قابل ذکر سکھ کو ضرور قتل کر دیا جائے خصوصاً سکھوں کی "ملی ٹنٹ" لیڈر شپ کا اس طرح خاموشی سے قتل عام کیا جائے کہ پھر کسی کو مستقبل میں کبھی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت ہی نہ ہو سکے۔

اس پلان میں متعدد مقامات پر اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ سکھ جرائم پیشہ اور لڑنے والی قوم ہے اور جب تک اس کی "فائٹنگ سپرٹ" پر بھرپور ضرب نہیں لگے گی تب تک یہ سیدھے نہیں ہوں گے۔

یہی "گرینڈ پلان" بعد میں "آپریشن بلیو سٹار" کے نام سے لانچ کیا گیا اور جس پر بھارتی وزیر اعظم کے خصوصی احکامات کے بعد 3 جون 1984 کو عمل کا آغاز کر دیا گیا۔

3 جون کا دن سکھوں کے خصوصی مذہبی تہوار کو مدنظر رکھ کر چنا گیا تھا اندازہ لگایا گیا کہ اس روز سکھوں کے اس متبرک ترین مقام میں بھارت کے کونے کونے سے ہر قابل ذکر سکھ خصوصاً سکھوں

یا "ملی ٹینٹ ونگ" جو پنجاب اور ملک کے دوسرے حصوں میں روپوش ہو چکا ہے۔ وہ بھی اس روز یہاں موجود ہوگا۔ اور یہی دن سکھوں کے قتل عام کے لئے مناسب ترین خیال کیا گیا!

"چکراتا" (بھارتی کمانڈوز کا ٹریننگ سنٹر) سے قتل کرنے کے ماہر کمانڈوز کے خصوصی یونٹس امرتسر پہنچا دیئے گئے۔ ان کمانڈوز نے روسی "سپیشیز" کے ساتھ تربیت حاصل کی تھی جو خونخواری اور درندگی میں بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

امرتسر کے نزدیک "جنڈیالہ" میں بھارتی "ائیر بورن ٹروپس" کا مرکز قائم کر دیا گیا اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے انہیں ملک کے کونے کونے سے اکٹھے کر کے یہاں جمع کر دیا گیا۔

ائیر فورس کو "سٹینڈ ٹو" کا سگنل جاری کر کے حالت جنگ میں کر دیا گیا۔

پنجاب میں متعین سپیشل ٹاسک فورس کو فوج کے ہیلی کاپٹر کسی بھی ہنگامی ضرورت کے لئے فراہم کر دیئے گئے۔

آرمی ایوی ایشن کو براہ راست امرتسر میں موجود فورس کمانڈر کی کمان میں دے دیا گیا ہے وہ جب بھی چاہے اپنی مرضی کے مطابق اسے استعمال میں لا سکتا تھا۔

ان ہیلی کاپٹروں کا بعد میں خصوصی استعمال اسی طرح کیا گیا کہ دوران آپریشن یہ تمام ہیلی کاپٹر پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں پر مسلط رہے۔ نتیجتاً یہاں سے عوامی نقل و حرکت کرتے رہے..... !

ان مسلح ہیلی کاپٹروں کا اختیار دیا گیا تھا کہ اگر وہ کسی بھی مسلح سکھ گروہ کو امرتسر کی طرف بڑھتے دیکھیں تو بغیر وارننگ کے ان پر فائرنگ کر کے انہیں ختم کر ڈالیں۔

مسلح ہیلی کاپٹروں کی امرتسر سے ملحقہ شہروں اور دیہاتوں پر مسلسل پروازوں نے عوام میں دہشت کی فضا قائم کر دی تھی اور لوگوں کی اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر کسی نے امرتسر کی طرف جانے کی کوشش کی تو انہیں راستے میں مار دیا جائے گا۔

4 جون کی صبح سیکٹر کمانڈر جنرل آر ایس دیال کے حکم پر بھارتی فضائیہ کے روسی ساخت کے مگ طیاروں نے بھی اسی مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دیہاتوں اور شہروں کے تمام راستوں پر مورچہ بند بھارتی فوج کی طرف سے لاؤڈ سپیکروں پر مسلسل اعلان کیا جا رہا تھا کہ کسی بھی دیہات سے اگر کسی منفی سرگرمی کی اطلاع ملی یا فوج پر گولی چلائی گئی تو طیاروں سے بمباری کر کے اسے تباہ کر دیا جائے گا۔

زہریلی گیس کے ہزاروں سلنڈر دربار صاحب اور اس کے گرد و نواح کی عمارتوں میں مورچہ

بند سکھ حریت پسندوں اور ہزاروں بے گناہ سکھ یاتریوں کی ہلاکت کے لئے خاموشی سے امرتسر پہنچا دیئے گئے۔

بھارتی نیوی کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں گیس ماسک اور آکسیجن گیس کے سلنڈر ان فوجی جوانوں کے لئے خصوصی درخواست پر حاصل کئے گئے جنہوں نے زہریلی گیس پھینکنے کے بعد سکھ حریت پسندوں پر "چارج" کرنا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ان گیس ماسک کی مطلوبہ تعداد حاصل کرنے کے لئے نیوی کے بمبئی میں موجود جہازوں کا سارا ذخیرہ پنجاب منتقل کر دیا گیا تھا۔

نیوی کے غوطہ خور کمانڈوز کے خصوصی دستے دربار صاحب کے نزدیک پہنچا دیئے گئے انہوں نے دربار صاحب امرتسر میں موجود "سرور" (تالاب) کے ذریعے حریت پسندوں تک پہنچنا تھا۔

☆☆☆

اس سے پہلے 2 جون 1984ء کی صبح کی آپریشن "وڈ روز" (Woodrose) کا آغاز ہو گیا تھا۔

اس آپریشن کی رو سے پنجاب، راجستھان اور کشمیر سے ملحقہ پاکستانی سرحد پر تازہ دم بھارتی فوج کے دستے تعینات کر دیئے گئے تھے۔

فوج نے اس طرح سرحد کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا کہ پاکستانی سرحد سے کوئی بھی گھس بیٹھنا ناممکن ہو گئی تھی۔

انتظامات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سرحد پر موجود بی ایس ایف کی سرحدی چوکیاں بھی فوجیوں سے بھر گئی تھیں اور بی ایس ایف کی کمان کئی دنوں تک فوج کے ہاتھ میں رہی۔

جہاں سرحدوں پر اس طرح فوجوں کا جال بچھا دیا گیا تھا وہاں سرحدوں کی طرف آنے والے تمام راستوں پر راتوں رات بارودی سرنگیں پھیلا دی گئی تھیں ...!

یہ بارودی سرنگیں لمبے عرصے تک دیہاتیوں کے لئے مسائل پیدا کرتی رہیں اور آپریشن مکمل ہونے کے بعد تک بھی کئی بھارتی سرحدوں کے مکین اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے کئی معذور ہو گئے۔ آئے روز کسی نہ کسی جانور کی کسی سرنگ کے پھٹ جانے سے ہلاکت کے واقعات بھی سامنے آتے رہے۔

سرحدوں پر مکمل کنٹرول کرنے کے بعد بی ایس ایف، آر پی ایف اور فوج کے دستوں نے پنجاب سے ملنے والے صوبوں مقبوضہ جموں کشمیر، ہماچل پردیش، ہریانہ اور راجستھان کو اس طرح

گھیرے میں لیا کہ پنجاب فوج کی گرفت میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

اس امر کو ناممکن بنا دیا گیا کہ پاکستان یا بھارت کے کسی بھی کونے سے کوئی چڑیا بھی پنجاب کے اندر پر مار سکتی۔

سرحدوں کے ساتھ ساتھ یہ دائرہ شہروں دیہاتوں اور رہائشی علاقوں تک پھیلتا چلا گیا اور 2 جون کی رات کو حالت یہ تھی کہ پنجاب کے ہر شہر کے چوک میں بکتر بند بھارتی فوج مورچہ بند تھی۔ کچے پکے راستوں پر فوج نے پوزیشن لے رکھی تھی اور پنجاب کو ساری دنیا سے عملاً کاٹ دیا گیا تھا۔

آخری حربہ آزماتے ہوئے حکومت 2 جون کی رات کو سارے پنجاب میں کرفیو نافذ کر دیا۔

☆☆☆

آپریشن بلیوسٹار کو بنیادی طور پر تین آپریشنز میں تقسیم کیا گیا تھا..... یعنی تین مختلف طرح کی گروپنگ کی گئی تھیں جن کے مطابق یہ کام انجام پانے تھے۔

(1) آپریشن میٹال
(2) آپریشن شاپ
(3) تیسرا حصہ

آپریشن میٹال:

اس آپریشن کو 10 شقوں میں منقسم کیا گیا تھا جن پر "متعلقہ ذمہ داروں" نے عمل پیرا ہونا تھا اور اس کی کامیابی کے بعد پھر دوسرے اور آخر میں تیسرے حصے پر عمل ہونا تھا۔ جن 10 شقوں پر مرحلہ وار عمل ہونا تھا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

1۔ بھارتی فوج کے کمانڈوز جنہیں خونریزی میں کمال حاصل ہے اور جو خصوصی طور پر اس مشن کے لئے یہاں لائے گئے تھے وہ دربار صاحب امرتسر میں داخل ہوں گے اور وہاں موجود تمام مسلح اور غیر مسلح افراد کو بلا تخصیص عورت، مرد، بچہ، بوڑھا جوان قتل کر دیں گے صرف گوردوارے کے "سیوا داروں" اور "گرنتھی" کو چھوڑ دیا جائے گا۔

2۔ سکھ مذہب کے مطابق دربار صاحب میں موجود "ہرمندر صاحب" کے اندر واقع سکھوں کا مقدس ترین مقام "اکال تخت" ہے۔ یہ تخت ایک طرح سے سکھوں کی آزادی اور اقتدار اعلیٰ کا سمبل تصور کیا جاتا ہے اور جس طرح مسلمان اپنا قبلہ و کعبہ خانہ کعبہ کو جانتے ہیں اس طرح سکھ بھی اکال تخت کو نہ صرف رشد و ہدایت کا امین بلکہ سیاسی رہنمائی کا بھی مرکز خیال کرتے ہیں۔

"آپریشن میٹال" کی دوسری شق کے مطابق حملہ آور فوجوں کو حکم دیا گیا تھا کہ "اکال تخت" کو مسمار کر کے جلا کر راکھ کر دیا جائے تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اکال تخت کی تباہی کا مطلب یہ تھا کہ مذہبی طور پر سکھوں کا مورال اتنا گر جاتا کہ عملاً ان کی کمر ہی ٹوٹ جاتی اور وہ کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہتے۔

3۔ جہاں کہیں آرٹلری، انفنٹری، آرمرڈ سے سکھوں کا قتل ممکن نہ رہے وہاں بھارتی فوج کے مایہ ناز

کمانڈوز زہریلی گیس اور اعصاب کو تباہ کرنے والی گیس کے علاوہ آگ لگانے والے نیپام بم استعمال کریں اور جن بلڈنگوں میں حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی ہو انہیں ٹینکوں سمیت نیست و نابود کر کے رکھ دیں۔ (خیال رہے کہ زہریلے کیمیکل کا استعمال کرنے والے کمانڈوز کے دستے خاص طور سے یہاں منگوائے گئے تھے۔)

4۔ پنجاب میں موجود ہر قابل ذکر گوردوارے پر جہاں سے معمولی مزاحمت بھی ہو پہلے ائیر فورس کے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے بمباری کی جائے۔ جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ مزاحمت دم توڑ چکی ہے تو فوج حملہ کرے گی اور بچے کھچے سکھوں کو مار ڈالے گی۔ گوردواروں کو اس طرح تباہ کیا جائے گا کہ دوبارہ ان کی تعمیر کم از کم اس انداز میں ممکن نہ رہے جیسی یہ عمارات تباہی سے پہلے تھیں۔

ذیلی شق: پنجاب خصوصاً امرتسر میں موجود سکھ حریت پسندوں کو اگر وہ زندہ قابو آ جائیں تو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جائے۔ یہ اذیتیں عام شہریوں کے سامنے دی جائیں اور انہیں دیہاتوں کے اجتماعات میں اذیتیں پہنچانے کے بعد قتل کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ خوف و ہراس پھیلایا جائے اور عام سکھ اتنا خوفزدہ ہو جائے کہ پھر اسے سر اٹھانے کی جرأت ہی نہ ہو۔ اسی طرح مارے گئے سکھوں کی لاشوں کو پہلے تو یہاں عبرت بنا کر وہیں پھینک دیا جائے اس کے بعد انہیں ایک جگہ اکٹھے کر کے آگ لگا دی جائے تاکہ جرم کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔

5۔ دربار صاحب کمپلیکس کے ارد گرد تمام عمارات کو جہاں سکھ حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی ہے بمباری کر کے تباہ کر دیا جائے۔ ان عمارتوں میں آگ لگانے والا بارود پھینکا جائے (خیال رہے کہ بعد میں بھارتی حکومت نے بچے کھچے مکانات کو بلڈوزروں سے صاف کر دیئے تھے اور اب دربار صاحب کے ارد گرد تمام آبادی ختم کر دی گئی ہے۔)

6۔ حکم دیا گیا ہے کہ سکھوں کو قیدی بنانے سے حتی الوسع احتراز برتا جائے اور کوشش یہی کی جائے کہ انہیں گولی مار دیں۔ قیدیوں کی صورت میں اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی مرحلے پر یہ لوگ درندگی اور بربریت کی یہ کہانی عالمی پریس کے سامنے نہ لے آئیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو بھارت کی نام نہاد سیکولر اور جمہوری حکومت کی ساکھ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ موجود رہے گا۔

7۔ ہندو آبادی کو بچانے کے لئے ہر ممکن اقدام کیا جائے۔ حملے سے پہلے انہیں محفوظ پناہ گاہوں میں پہنچا دیا جائے اور سکھوں کے درمیان گھری ہندو آبادیوں کو فوج کی حفاظت میں دیا

جائے۔ اس بات کا مکمل اہتمام موجود ہو کہ ہندو آبادی سکھوں کے انتقامی حملوں سے محفوظ رہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ سکھ فوج کا انتقام ہندو آبادی پر حملہ کر کے لیں۔ سکھوں کے قتل عام کے بعد ہندوؤں کو آزادی سے جشن مسرت منانے کے لئے سہولیات فراہم کی جائیں اور ایسے ہر اقدام کی حوصلہ افزائی کی جائے جس کے تحت سکھوں کا مورال ڈاؤن ہو سکتا ہے۔

8۔ عام سکھ آبادی میں ایسے تمام اقدامات کو جن سے سکھوں میں "مذہبی جوش و خروش" پیدا ہو سکتا ہے سختی سے ختم کر دیا جائے۔ اگر کوئی سکھ "کیسری رنگ کی پگڑی" باندھے ہوئے کرپان ہاتھ میں پکڑے یا اپنی داڑھی کھول کر چلتا نظر آئے تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے۔ کیونکہ ان تینوں "ایکشن" سے سکھوں میں مذہبی جوش پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

9۔ پنجاب کے مواصلات کا نظام اس طرح کنٹرول کیا جائے کہ اس کا رابطہ بھارت اور دنیا کے تمام شہروں سے اس وقت تک کٹا رہے جب تک کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو جائیں اور آپریشن بلیو سٹار مکمل کامیابی سے ہمکنار نہ ہو جائے۔

10۔ پنجاب کے تمام مواصلاتی مراکز، اخبارات کے دفاتر، ٹیلی فون ایکسچینج کو فوج فوراً اپنے کنٹرول میں لے لے اور اس بات کو بھی ناممکن بنا دے کہ پنجاب سے کوئی خبر بھی باہر نہ جانے پائے۔

اپریشن شاپ:

دوسرے مرحلے کے احکامات:۔

1۔ تمام شہروں اور دیہاتوں کی گھر گھر تلاشی لی جائے تاکہ بچے کھچے اور پناہ لئے ہوئے سکھوں کا صفایا کیا جا سکے۔ دوران تلاشی معمولی سی مزاحمت پر بھی مزاحمت کرنے والے کو گولی مار دی جائے۔ گرفتاریوں سے احتراز برتا جائے اور موقع پر ہی گولی مار دی جائے۔

2۔ سکھ عورتوں، بچوں اور مردوں کو قتل کرتے ہوئے کسی گھبراہٹ یا خوف کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے۔ فوج اور پیرا ملٹری فورسز کے عام جوانوں کو بھی اس قتل کے لئے اپنے کسی بھی آفیسر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں نہ ہی کسی جوان یا آفیسر کے دل میں یہ خوف ہونا چاہیے کہ ان کی نگرانی پوچھ گچھ ہوگی۔

3۔ دہشت گردوں کو تلاش کرنے کے بہانے جس گھر میں بھی داخل ہونے کا موقع ملے وہاں عورتوں کو ضرور بے عزت کرنے کی کوشش کی جائے خصوصاً نوجوان لڑکیوں کو تاکہ انہیں احساس دلایا جائے کہ ان کے مردوں نے کتنا جرم کیا ہے اور اس کی سزا کتنی خوفناک

ہو سکتی ہے۔

4۔ مکانوں کی تلاشی لے کر لائسنس والا اور بغیر لائسنس ہر قسم کا اسلحہ ضبط کر لیا جائے۔ کسی گھر میں کوئی چاقو، چھری، کلہاڑی، کرپان یا کوئی ایسا کھیتی باڑی کا اوزار بھی باقی نہ رہنے دیا جائے جس سے بعد میں ہتھیار کا کام لیا جا سکے۔

5۔ اس بات کی خصوصی ہدایت کی گئی تھی کہ کسی ہندو کی تلاشی نہیں لی جائے گی (جو سکھ حریت پسند اس آپریشن میں بچنے میں کامیاب ہوئے ان میں زیادہ تعداد ان کی بھی تھی جنہوں نے ہندوؤں وڈیرا دھرم کاران کے گھروں میں پناہ لے رکھی تھی یا پھر جنہیں ہندوؤں نے انسانیت یا دوستی کے ناطے پناہ دی تھی)

6۔ کسی بھی ٹرین، بس، کار، تانگہ، ٹریکٹر، موٹر سائیکل یا سائیکل کے ذریعے پنجاب کے دیہاتوں شہروں یا پنجاب سے باہر جانے والے راستوں پر سفر کرتے ہر سکھ کی بلا تخصیص جامہ تلاشی لی جائے۔ معمولی سی ہچکچاہٹ یا غصہ ظاہر کرنے والے کو بری طرح زدوکوب کیا جائے یا گولی مار دی جائے یا زدوکوب کرنے کے بعد اسے قیدیوں کے لئے قائم ہونے والے خصوصی کیمپوں میں رہنے دیا جائے۔

تیسرا مرحلہ:

1۔ تلاشی کا مرحلہ مکمل ہو جانے کے بعد فوج شہروں، دیہاتوں کو جانے والے راستوں پر موجود بند رہے گی اور وقتاً فوقتاً نزدیکی دیہاتوں اور شہروں میں مسلح گشت کرتی رہے گی۔ اس دوران جب فوجی کمانڈر مناسب سمجھے تو ہوائی فائرنگ کر کے مقامی آبادی میں خوف و ہراس پیدا کرے تا کہ لوگ خوفزدہ ہو کر گھروں میں دبکے رہیں اور دربار صاحب کی تباہی پر ان کے اندر انتقامی جذبات جنم نہ لے سکیں۔ سکھوں کے تجارتی مراکز اور معروف گوردواروں پر ایسا مظاہرہ ضروری قرار دیا گیا۔

2۔ فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ ہندو آبادی کی حفاظت کو ضروری بنائے۔ اس ضمن میں جس ہندو آبادی پر سکھ حملہ کریں جواب میں فوج اس سکھ آبادی میں قتل عام کرے تا کہ آئندہ کسی کو ہندو آبادی پر حملے کی جرأت نہ ہو۔

3۔ فوج اور پیرا ملٹری فورسز کے مسلح اور ہر قسم کی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار دستے سارے پنجاب میں گشت کرتے رہیں اور جہاں بھی کسی مقام پر سکھ اکٹھا ہونے کی کوشش

کریں انہیں بزور شمشیر منتشر کر دیا جائے۔

4۔ ہندو کو فتح کا احساس دلانے اور خود کو سکھوں سے برتر ثابت کرنے کے لئے جہاں ان کا مورال بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے وہاں اس امر کو بھی یقینی بنایا جائے کہ سکھوں کا مورال ڈاؤن رہے اس کے لئے جو بھی حربہ مقامی کمانڈر مناسب سمجھے اختیار کرے اس کے لئے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی نہ ہی کسی قسم کی محکمانہ کارروائی عمل میں آئے گی۔

5۔ پٹرولنگ کے دوران 18 سے 35 سال کی عمر کے درمیان والے سکھ نوجوانوں پر خصوصی نظر رکھی جائے جس پر معمولی سا بھی شک گزرے اسے یا تو گولی مار دی جائے یا پھر گرفتار کر کے "ٹارچر کیمپ" بھیج دیا جائے۔ ایسے نوجوانوں کو جعلی مقابلوں میں ہلاک کر دیا جائے یا پھر ٹارچر کیمپ میں تشدد کر کے محتاج کر دیا جائے تا کہ وہ دوسروں کے لئے ہمیشہ نشان عبرت بنے رہیں۔

☆☆☆

یکم جون 1984ء

آج بھارتی فوج نے باقاعدہ حملے کا آغاز کر دیا۔۔۔۔۔!!

نماز ذرا لمحات بھارتی فوج نے دربار صاحب کمپلیکس کے ارد گرد واقع نمبادے علاقے کو گھیرے میں لے کر مقامی آبادی کو علاقہ خالی کر دینے پر مجبور کر دیا تھا۔

دربار صاحب میں بھارتی فوج کے جرنل شو بیگ سنگھ کی کمان میں مورچہ بند سکھ حریت پسندوں کی طاقت کا اندازہ لینے کے لئے بھارتی فوجیوں اور سکھوں کے درمیان گولیوں کا معمولی تبادلہ یکم جون کی صبح ہی کو شروع ہو گیا تھا اور دونوں طرف سے وقفے وقفے سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔

سکھ حریت پسندوں نے ساری عمارت اور اس سے ملحقہ بلند عمارتوں پر اس طرح مورچہ بندی کی ہوئی تھی کہ بھارتی فوج کے لئے اچانک دھاوا بول کر دربار صاحب میں داخل ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ جس طرف سے بھی بھارتی فوج حملے کی کوشش کرتی اسی سمت سے مورچہ بند سکھ جوابی فائرنگ شروع کر دیتے ۔۔۔!

یکم جون ہی کو سارے پنجاب کا مواصلاتی رابطہ امرتسر سے کاٹ دیا گیا۔۔۔!

امرتسر شہر کے سکھ ڈپٹی کمشنر کو اس کے دفتر میں پابند کر دیا گیا اور ہر اس ایسے سرکاری ملازم کو جس پر سکھ ہونے کے ناطے اس بات کا شک کیا جا سکتا تھا کہ وہ حکومت کے جارحانہ اقدام کی خبر آؤٹ نہ کر دے آرمی نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔

2 جون 1984ء کو بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا۔

یہ خطاب عین ان لمحات میں کیا جا رہا تھا جب امرتسر کا رابطہ ساری دنیا سے کاٹ دیا گیا تھا اور پنجاب کے دیہاتوں اور شہروں میں نقل و حرکت ناممکن بنا دی گئی تھی۔۔۔!

عین ان لمحات میں جب مسز اندرا گاندھی کے احکامات کے تحت فوج نے سکھوں کے خلاف آپریشن بلیوسٹار کا آغاز کر دیا تھا۔

دربار صاحب کو گھیرے میں لے لیا گیا تھا اور کسی کا بھی اس سے باہر آنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔۔۔۔۔!

اس خطاب میں چانکیائی سیاست کی علمبردار بھارتی سامراج کی نمائندہ مسز اندرا گاندھی نے بھارتی عوام اور ساری دنیا کے انسانوں کو یقین دہانی کروائی کہ وہ سکھوں کے ساتھ پر امن مذاکرات کرے گی۔

اس نے کہا کہ سکھوں نے پنجاب میں قتل عام کا بازار گرم کر رکھا ہے اور وہاں کسی بھی ہندو کی زندگی اور عزت محفوظ نہیں رہی۔

لیکن۔۔۔۔ !

ہندو قوم کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا کیونکہ یہ مٹھی بھر سر پھرے اور پاکستان کے تربیت یافتہ سکھ ہیں جنہوں نے یہ طوفان اٹھا رکھا ہے۔

بھارتی وزیر اعظم نے اپنے اس خطاب میں سکھوں کو محب وطن، بہادر، سچے اور معاملے کے کھرے لوگ قرار دیتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا کہ سکھوں کی قربانیاں آزادی کے سنگھرش میں کسی بھی قوم سے زیادہ رہی ہیں اور "بھارت ماتا" کی رکھشا کرنے میں انہوں نے کبھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔۔۔۔۔

اس تقریر میں مسز اندرا گاندھی نے سکھوں کے متبرک مقام دربار صاحب پر فوجی حملے کی خبر کو غلط اور "دشمن کا بے بنیاد پراپیگنڈہ" بتاتے ہوئے سختی سے کہا کہ بھارت ایک سیکولر اور جمہوری دیش ہے جہاں عوام کے مسائل کا حل لاٹھی گولی کی بجائے گفت و شنید سے ہی نکالا جائے گا۔

☆☆☆

بھارتی وزیر اعظم اپنی دانست میں ساری دنیا کو بے وقوف بنا رہی تھی جبکہ!

تاریخ اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ خود بہت بے وقوف تھی اور اس نے ایسا قدم اٹھایا تھا جس کی سزا رہتی دنیا تک بھارت کو بھگتنا پڑے گی۔

اس کھیل میں نہ صرف اس کی جان گئی بلکہ اس کے بعد سے آج تک بھارت میں قتل کا سلسلہ جاری ہے کبھی اس میں شدت آ جاتی ہے اور کبھی کمی ایسا کہا جا سکتا ہے کہ اب حالات حکومت کے کنٹرول میں ہیں لیکن بزور شمشیر ہی ایسا ممکن ہے۔

مسز اندرا گاندھی کے اس اقدام نے بھارت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ سکھوں کے اس عام قتل کے بعد ہی بھارت میں موجود دیگر آزادی اور علیحدگی پسند تحریکوں

میں شدت پیدا ہوئی خصوصاً تحریک آزادی کشمیر اس کی اہم مثال ہے۔

بھارتی وزیراعظم کی یہ تقریر دروغ گوئی، دھوکہ دہی اور انسانی اقدار کی پستی کی بدترین مثال تھی اس نے ایسی قوم کے ساتھ دھوکہ کیا تھا جس نے بھارت کی حفاظت اور اسے پاکستانی فوج کے قہر سے بچانے کے لئے اپنی جانوں کے تین مرتبہ نذرانے دیئے تھے.....!

کوئی احمق ہی یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کرے گا کہ 48ء، 65ء اور 71ء میں سکھوں سے زیادہ کسی قوم نے پاکستانی فوج کا مقابلہ کیا ہوگا .....!

آج مسز اندرا گاندھی اس سکھ قوم کو بالکل اسی طرح سزا دیئے جا رہی تھی جس طرح 1947ء میں ان کی قربانیوں کا انعام انہیں اس کے باپ پنڈت جواہر لال نہرو نے دیا تھا۔

ہمیشہ کے لئے غلامی کا طوق سکھوں کے گلے میں ڈال کر.....!

☆☆☆

3 جون کو سکھ اپنے گورو ارجن دیو کی شہادت کا یوم مناتے ہیں.....!

یہ سکھوں کا بہت بڑا "گرو مبیہ" (تہوار) ہوتا ہے۔ اس روز دنیا کے کونے کونے سے سکھ دربار صاحب میں جمع ہو کر اپنی عبادات کرتے ہیں۔ سارا دن متبرک لنگر یاتریوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور گورو گرنتھ صاحب (سکھوں کی مقدس کتاب) کا خصوصی پاٹھ ہوتا ہے.....!

اس موقعہ پر بھارت کے کونے کونے سے "کیرتن" کرنے والی سکھ پارٹیاں جمع ہوتی ہیں اور اپنے مذہبی اشلوک گا کر سناتے جاتے ہیں۔

3 جون کی تقریبات کا آغاز یکم جون سے اسی طرح ہو جاتا ہے کہ بھارت کے کونے کونے سے آنے والے سکھ دربار صاحب میں مقیم ہو جاتے ہیں تاکہ انہیں 5 جون کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ 3 جون تک دربار صاحب میں موجود مسافروں کی قیام گاہیں بھر جاتی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مرد، عورتیں اور بچے یہاں جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔

دنیا بھر کے مہذب انسان آج بھی حیران ہوتے ہیں کہ اگر بھارتی حکومت نے وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کرنے کی ٹھان ہی لی تھی تو وہ اپنا شوق 3 جون کے بعد بھی پورا کر سکتی تھیں۔

لیکن.....

مقام حیرت و افسوس ہے کہ انہوں نے اسی دن کو اس بھیانک کارروائی کے لئے منتخب کیا جب دربار صاحب میں ہزاروں کی تعداد میں بے گناہ اور مذہبی عقائد رکھنے والے سکھ موجود تھے۔

اس سانحے پر بھارت میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں خواہ وہ حکومت کے حق میں تھیں یا اس کے خلاف یہ سوال ضرور اٹھایا گیا ہے کہ آخر 3 جون ہی کو حملے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔

اس کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ کالی ماتا کے خون کی پیاس شاید 3 جون سے بہتر اور کسی روز نہ بجھ سکتی۔

☆☆☆

2 جون 1984ء کو 15 ویں انفنٹری کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو دربار صاحب پر حملے کا حکم دیا گیا۔

جی او سی جانتا تھا کہ 3 جون کو لاکھوں کی تعداد میں بے گناہ سکھوں کے مارے جانے کا خدشہ موجود ہے اس کے ضمیر نے اس بھیانک حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اپنے ضمیر کے اس فیصلے پر عمل کرتے ہوئے 15 ویں ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ نے جی ایچ کیو سے معذرت کر لی.....

لیکن .....!

تاریخ ضمیر فروشوں سے بھی کبھی خالی نہیں رہی' جہاں نیکی زندہ ہو وہاں برائی کا وجود ناگزیر ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم نیکی کو بھی برائی کے حوالے اور موجودگی سے ہی پہچان پاتے ہیں۔

ان لمحات میں جب پندرھویں ڈویژن کے آفیسران کمانڈ نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر کے بھارتی وزیراعظم کو پریشان کر دیا تھا۔ میجر جنرل کے ایس براڑ جو شاید اس موقع کی تلاش میں تھا خود آگے بڑھا اور اس نے آپریشن بلیوسٹار کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

شاید اس سے بہتر خوشنودی حاصل کرنے کا موقعہ اسے پھر کبھی نہ مل سکتا۔

جنرل دیال کو آپریشن بلیوسٹار کے تحت ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ امرتسر کے دربار صاحب کے علاوہ پنجاب کے دیگر 74 گوردواروں جن میں 37 تاریخی گوردوارے بھی شامل تھے میں روپوش "دہشت گردوں" کا صفایا کرے۔

کہتے ہیں تدبیر کنند بندہ تقدیر کنند خندہ۔ بھارتی حکومت نے اپنی دانست میں سکھوں کے قتل عام کا منصوبہ بڑی ہوشیاری سے تیار کیا تھا اگر دربار صاحب کے علاوہ دیگر گوردواروں کو بھی یکم جون ہی گھیرے میں لے لیا جاتا تو شاید مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہو جاتے۔

لیکن.....

15 ویں ڈویژن کے کمانڈر کی طرف سے انکار اور جنرل براڑ کے کمان سنبھالنے میں ایک دن

کا وقفہ آ گیا کیونکہ جنرل براڑ کو کم از کم 24 گھنٹے اپنی 9 ویں انفنٹری ڈویژن کو پوزیشنیں سنبھالنے کے لئے درکار تھے......

اس ایک روزہ تاخیر نے ہزاروں سکھوں کو مرنے سے بچا لیا کیونکہ اس درمیان پنجاب میں سکھوں نے فوج کو تیزی سے پوزیشنیں سنبھالتے دیکھ لیا تھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

"دربار صاحب" تو اس طرح گھیرے میں تھا کہ وہاں سے کسی کے باہر آنے یا اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ابھی دوسرے گوردواروں میں صورتحال اتنی سنگین نہیں تھی اس لئے وہاں سے یکم جون کی شام تک ہزاروں سکھ یاتریوں کو نکل جانے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ 2 جون کے بعد فوج نے کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی۔

3 جون کی شام تک دربار صاحب اور دوسرے مشتبہ گوردوارے جہاں حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی تھی بھارتی فوج کے گھیرے میں پھنس چکے تھے۔

ایم ایم جی، ایل ایم جی، مارٹر گن اور آٹومیٹک اسلحے سے لیس بھارتی فوج کے سورماؤں نے گوردواروں کو اس طرح گھیرے میں لے لیا تھا کہ وہ ہر حرکت کرتی چیز کو نشانہ بنا سکتے تھے۔

4 جون کی صبح 4 بج کر 45 منٹ پر بھارتی فوج نے دربار صاحب پر حملے کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔

سکھوں کی مزید خوش قسمتی کہ 3 جون کی شام تک بہت سے سکھ کسی نہ کسی طرح گوردواروں سے نکلتے رہے اس کی وجہ بعض گوردواروں کی تباہی پر متعین بعض فوجی جوانوں کی (اپنے لوگوں کے لئے) ہمدردی تھی جنہوں نے شاید دل سے اپنے کمانڈروں کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا تھا اور بادل نخواستہ یہ کچھ کرنے جا رہے تھے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق 4 جون کی صبح جب بھارتی فوج نے دربار صاحب پر گولہ باری شروع کی تو وہاں کم از کم 10 ہزار یاتری جن میں بچے بوڑھے اور خواتین بھی شامل تھیں، موجود تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جو 3 جون کے بعد دربار صاحب کی عمارت سے اس لئے باہر نہ جا سکے کہ ہر دروازے کے سامنے مورچہ بند بھارتی فائرنگ کر رہے تھے اور جو کوئی بھی کسی دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ان کی گولی کا نشانہ بن جاتا۔

☆☆☆

2 جون کو مسز اندرا گاندھی کی تقریر نے ان بدقسمت یاتریوں کو یقین دہانی کروائی تھی کہ بھارتی فوج دربار صاحب پر حملہ نہیں کرے گی۔ امرتسر شہر میں فوج کی نقل و حرکت اور مورچہ بندی وغیرہ دیکھ

کر اگر کسی سکھ کو شک بھی گزرتا تو صرف اس بات کا کہ دربار صاحب میں موجود جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے اور ان کے مسلح ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے لئے فوج نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

لیکن......!

جرنیل شو بیگ سنگھ ایک ایسا سکھ جرنیل ضرور اندر موجود تھا جس نے صورتحال کی سنگینی کا احساس کیا۔

جنرل شو بیگ سنگھ کی جنگی صلاحیتوں کے معترف بھارتی جرنیل بھی تھے۔ انہوں نے 1971 کی جنگ میں شو بیگ سنگھ کی خصوصی گوریلا جنگ کی مہارت کا عملی مظاہرہ بھی دیکھ لیا تھا اور جانتے تھے کہ وہ آسانی سے اندر موجود سکھ حریت پسندوں کو ان کے نشانے پر نہیں آنے دے گا۔

جنرل شو بیگ سنگھ کی طرف سے بھارتی فوج کے حملے کی پیشین گوئی جو کہ بہت پہلے کی جا چکی تھی اور اس کی ہدایت پر ہی سنت جرنیل سنگھ کو حریت پسندوں نے "ہرمندر صاحب" کی محفوظ ترین جگہ "اکال تخت" پر منتقل کر دیا تھا۔

سکھ حریت پسندوں کی خواہش تھی کہ یاتری بحفاظت واپس لوٹ جائیں یا کم از کم دربار صاحب کے انتہائی حساس اور براہ راست فائرنگ کی زد میں آنے والے حصے "سرور" (تالاب) اور "پرکرماں" (وہ راستہ جو ہرمندر صاحب کی طرف جاتا ہے) پر اجتماع نہ کریں۔ انہوں نے اپنے طور پر عام سکھوں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی اور باور کروانا چاہا کہ وہ براہ راست دشمن کی گولہ باری کی زد میں آ جائیں گے۔

لیکن......

عام سکھ یاتریوں نے اس وارننگ کو نظر انداز کر دیا۔

"سرور" (مقدس تالاب) میں غسل کرنا ان کی عبادات کا حصہ ہے اور دور دور سے آئے ہوئے سکھ یاتری اس میں غسل کرنے پر مصر تھے......

4 جون کو جب بھارتی فوج نے علی الصبح گولہ باری کا آغاز کیا تو سینکڑوں یاتری اس حساس علاقے میں اپنے مذہبی فرائض ادا کر رہے تھے کہ اچانک ان پر مارٹر، میڈیم مشین گن اور لائٹ مشین گن کے فائر گرنے لگے۔ !!

سینکڑوں بے گناہ سکھ گولیوں سے زخمی ہو کر تڑپنے لگے اور سینکڑوں آرٹلری کے فائر کی بھینٹ چڑھ گئے پلک جھپکتے میں "سرور" کا پانی ان کے لہو سے سرخ ہو گیا اور پانی کا تالاب خون کا تالاب بن گیا۔

''پرکرماں'' یعنی ہرمندر صاحب کی طرف جانے والا سنگ مرمر کے پتھروں سے بنا راستہ جسے سکھ روزانہ دودھ سے دھوتے ہیں ان کے خون سے دھلنے لگا۔ ''پرکرماں'' پر لہو کا دریا الگ سے بہنے لگا تھا۔

اس اچانک حملے نے سکھوں میں بوکھلاہٹ اور خوف تو پیدا کیا لیکن جلد ہی یہ سب کچھ غصے اور انتقام میں بدلنے لگا۔ اپنے گوروارجن دیو کی تقلید میں وہ سب:

تیرا بھانا میٹھا لاگے (ترجمہ: یا اللہ تیرا ہر فیصلہ ہم دل و جان سے قبول کرتے ہیں) پکارتے ہوئے ''گوربانی'' (سکھوں کی مقدس مذہبی آیات) کا پاٹھ کرنے لگے......!!

صورت حال ایسی تھی کہ براہ راست گولہ باری کی زد میں آنے والے ان بے گناہوں تک طبی امداد نہیں پہنچائی جا سکتی تھی۔ بہت سے ایسے جو زخمی تھے اور جن کی جانیں بچ سکتی تھیں محض اپنے زخموں سے بے تحاشہ خون بہہ جانے اور ابتدائی طبی امداد میسر نہ آنے کے سبب مارے گئے۔ عین ان لمحات میں جب بھارتی فوج نہتے اور بے گناہ سکھوں کو ان کے لیڈروں کی طرف سے 1947ء سرزد ہونے والے گناہ کی سزا دے رہی تھی۔

''ہرمندر صاحب'' میں ان سے چند گز کے فاصلے پر موجود ''اکال تخت'' سے خالصتانی حریت پسندوں کے کیرتن (مذہبی گیت گانا) کی آواز بلند ہونے لگیں۔

یہ لوگ سکھوں کے گوروؤں کی طرف سے ایسے مواقع پر گائے جانے والے اپنے جنگی ترانے گا کر مرنے والوں کا جہاں حوصلہ بڑھا رہے تھے وہاں انہیں خراج تحسین پیش کر رہے تھے سب سے پہلے جو آواز سنائی دی وہ اس ''کیرتن'' کی تھیں۔

جو تئیو پریم کھیلن کے چاؤ
سر دھر تلی گلی مورے آؤ

(ترجمہ: اگر تمہیں میرے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے تو اپنی جان تلی پر رکھ کر میرے ساتھ آن ملو)

ات مارگ پیر دھریجے
سر دیجے کانڑ نہ کیجے

(ترجمہ: اس راستے پر پاؤں دھرنے کا پہلا اصول یہی ہے کہ تمہارا سر تو کٹ جائے لیکن تم دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا)

اکال تخت پر مورچہ بند سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے حریت پسند جن کی کمان بھائی امریک سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ کورس کی شکل میں گا رہے تھے۔

گگن دمامہ باجیو
پریو نشانے گھاؤ
کھیت جو مانڈیو سورما
اب جھوجھن کو داؤ
سورا سو پہچانئے جو لڑے دین کے ہیتھ
پرزہ پرزہ کٹ مرے کبھونہ چھاڈے کھیت

ترجمہ: جنگ کا نقارہ بج چکا ہے۔ اب سکھ ماؤں کے لال دشمن کی للکار کا جواب دینے میدان جنگ میں نکل آئے ہیں۔ سکھ سورما وہی ہے جو اپنے دین دھرم کو بچانے کے لئے مردانہ وار لڑے گا۔ اس کے جسم کا پرزہ پرزہ الگ کر دیا جائے لیکن وہ زندہ حالت میں میدان سے بھاگنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جب کیرتن کرنے والوں نے گورو گوبند سنگھ کا جنگی ترانہ:

دیہہ شوا ور موہے ایہے
شبھ کرمن تے کبہوں نہ ٹروں
نہ ڈروں ارے سوں جب جائے لڑوں
نچے کر اپنی جیت کروں
ار سکھ ہوں اپنے ہی من کوں
ایہہ لالچ ہاؤ گن تاؤ اچروں
جب آو کی اودھ ندھان بنے
ات ہی تب رن میں جوجھ مروں

ترجمہ: میرے خدا وند تعالیٰ مجھے یہ بخشا ہے کہ میں اچھے کام کرنے سے کبھی نہیں ڈروں گا۔ اگرچہ مجھے میدان جنگ میں جانا پڑے تو بھی میں اپنے صدق کے سہارے جیت کر لوٹوں گا۔ سکھ بن جانے کے بعد میرے دل کی صرف ایک ہی تمنا ہے کہ جب بھی میری غیرت کو للکارا جائے میں دیوانہ وار میدان جنگ میں کودوں اور لڑتا ہوا مارا جاؤں۔

گانا شروع کیا تو دربار صاحب کے کونے کونے میں چھپے سکھوں میں ایک ولولہ تازہ پیدا ہوا۔ جوش غضب سے انہوں نے ''بولے سو نہال۔ ست سری اکال'' کے ''جے کارے'' (نعرے) بلند کرنے شروع کر دیئے۔

بھارتی فوج نے حملے کے آغاز میں دربار صاحب میں بجلی سپلائی کی لائنیں کاٹ دی تھیں لیکن بیٹری سے چلنے والے لاؤڈ سپیکروں کا گلا گھونٹنا ان کے بس کی بات نہیں تھی وہ سوائے کڑھنے کے اور کیا سکتے تھے؟

ان ولولہ انگیز ترانوں کی گونج بہت دور اور دیر تک سنائی دیتی رہی۔

☆☆☆

فریقین میں گولیوں کا تبادلہ تو یکم جون کی شام ہی کو ہونے لگا تھا۔

یکم جون کی شام سے 3 جون تک رات تک وقفے وقفے سے بھارتی فوج دربار صاحب میں مورچہ بند سکھوں پر فائرنگ کر کے دراصل ان کی طاقت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ بعد میں شائع ہونے والی رپورٹوں میں حیرت انگیز انکشاف کیا گیا کہ انٹیلی جنس کے سینکڑوں سفید پوش کی دربار صاحب میں مسلسل موجودگی کے باوجود 6 جون تک جب تک کہ بھارتی فوج نے یہ "معرکہ سر نہیں کر لیا" انہیں حریت پسندوں کی جنگی طاقت کا علم ہی نہ ہو سکا۔

دربار صاحب کی تباہی سے قبل ایک لمبے عرصے تک بھارت کی مختلف انٹیلی جنس ایجنسیوں کے درمیان سرد جنگ کی سی کیفیت طاری رہی۔ ہر ایجنسی غلط رپورٹنگ اور صورتحال کا صحیح اندازہ نہ لگانے پر ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتی رہی جب آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے حکومت کو جو رپورٹ پیش کی گئی اس میں سول انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ناقص کارکردگی پر تنقید کرتے ہوئے ان پر الزام لگایا گیا کہ بعض خفیہ مورچوں کی پہلے سے نشاندہی نہ ہونے کی وجہ سے درجنوں فوجیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے!!

دربار صاحب میں داخل ہونے والے تمام ٹروپس کمانڈروں کو انٹیلی جنس ایجنسیوں کی اطلاعات کی بنیاد پر نقشے تیار کر کے دیئے گئے تھے وہ غلط ثابت ہوئے۔۔۔!

متعدد ایسے مقامات جہاں ان ایجنسیوں کی اطلاعات کے مطابق میدان صاف تھا پر بظاہر مطمئن آگے بڑھتے بھارتی کمانڈوز پر اچانک ہی کسی تہہ خانے یا ملحقہ دیوار کے سوراخ سے جھانکتی مشین گنوں کی گولیوں کا مینہ برسنے لگتا...... اور ان کے سنبھلنے سے پہلے ان کے بہت سے جوان مارے جاتے۔

حملے کے خاتمے پر اخبار نویسوں کو بریفنگ دیتے ہوئے جنرل سندر جی اور جنرل دیال نے بڑے بڑے نقشوں کی مدد سے درجنوں ایسے خفیہ مورچے دکھائے جہاں سے خلاف توقع ان کے جوانوں پر فائرنگ ہوئی اور بھارتی فوج کو زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

اس پریس کانفرنس میں جنرل سندر جی نے اس صورتحال کا ذمہ دار براہ راست بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو قرار دیا۔

☆☆☆

4 جون کی صبح انفنٹری کے ساتھ ساتھ آرٹلری بھی حملے میں شامل ہو گئی کیونکہ 3 جون تک جنرل سندر جی نے اندازہ کر لیا تھا کہ صورتحال ان کی توقع سے کہیں زیادہ بڑھ کر خطرناک ہے۔ اس دوران ہیلی کاپٹروں سے حریت پسندوں کے سروں پر پرواز کرتے اور باریک بینی سے صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد بھارتی کمانڈرز اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ خصوصاً دربار صاحب کے تاریخی میناروں، پانی کی ٹینکیوں اور بلندی پر موجود چھتوں پر ریت کی بوریوں سے مورچے بنائے خالصتانی حریت پسندوں پر صرف انفنٹری کی مدد سے قابو نہیں پایا جا سکتا۔

پیدل فوج کی طرف سے اونچے مورچوں کی تسخیر میں جتنے زیادہ جانی نقصان کا تخمینہ لگایا گیا اسے برداشت کرنا بھارتی فوج کے لئے ممکن نہیں تھا۔

جنرل دیال نے بھی بعد میں جو وضاحت اخبار نویسوں کے سامنے پیش کی اور اس سلسلے میں جو دستاویزات بھارتی حکومت کی طرف سے منظر عام پر آئی ہیں ان میں یہی تکرار موجود ہے کہ بھارتی پیدل فوج کے لئے دہشت گردوں پر حملہ کر کے مثبت نتائج حاصل کرنا ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ ان کی کمان ایک تجربہ کار جرنیل کر رہا تھا جس نے انہیں اس انداز میں مورچہ بند کیا ہوا تھا کہ کمانڈوز اگر اچانک یلغار کر کے دربار صاحب میں داخل ہو جاتے تو سکھ انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے۔

ان حالات کو دیکھ کر اور انتہائی مایوسی کے عالم میں بھی بھارتی فوج کے کمانڈر نے آرٹلری (توپ خانے) کو میدان میں لانے کا حکم دیا اور 4 جون کو حملے کا آغاز توپ خانے کی گولہ باری سے ہوا۔

☆☆☆

4 جون کی صبح سکھوں پر آرٹلری کی طرف سے ایم ایم جی ایل ایم جی اور ایس ایل آر کا فائر پوری شدت سے آنے لگا تھا...... جس کا سلسلہ پھر 7 جون تک جاری رہا......!!

آرٹلری کے اس فائر کے لئے ''او۔ پی'' کے فرائض فضا میں گشت کرتے ہیلی کاپٹروں سے انجام پا رہے تھے اور اس فائر کو مزید موثر کرنے کے لئے مارٹر ریکارس رائفلز کا سپورٹنگ فائر بھی دیا جا رہا تھا۔

4 جون کی صبح ''ہرمندر'' اور ''پرکرماں'' میں جو تباہی آئی وہ اس کی مرہون منت تھی۔ اس کے ساتھ ہی دربار صاحب کمپلیکس کی بہت سی بلڈنگوں کو بھی زبردست نقصان پہنچا۔

''اکال تخت'' اس بمباری کا خصوصی ٹارگٹ بنا......!!

''دربار صاحب'' کے چاروں طرف موجود بازاروں میں اونچے مقامات پر فوج نے اس طرح مورچے بنا لئے تھے کہ چاروں طرف سے گولے دربار صاحب کے اندر گرتے تھے۔

4 جون کو اس شدت کے ساتھ حملے کرنے میں حکمت عملی یہ تھی کہ سکھ ''فائر پاور'' کی شدت سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں گے اور باہر نکل آئیں گے یا کم از کم یہاں سے بھاگنے کی کوشش ضرور کریں گے جنہیں کسی بھی مرحلے پر بھارتی فوج ''ٹریپ'' کر سکتی تھی......

جنرل دیال سے کہا گیا تھا کہ معاملے کو جتنی جلدی ممکن ہو ختم کرنا ہے...... پیچھا نہیں کھینچنا۔

لیکن

اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ اتنی آسان بات بھی نہیں ہے۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ دربار صاحب کے اندر مورچہ بند سکھوں کے پاس چند راکٹ لانچر ایک آدھ ایل ایم جی اور خودکار رائفلیں تھیں اور ان کے مقابل بھارتی فوج میڈیم گنیں جن میں ''ماؤنٹرز'' ماؤنٹین گنز اینٹی ٹینک میزائل اور اینٹی ٹینک رائفلز' ہیوی مارٹرز اور مسلسل آگ برسانے والی ایم ایم جی' ایل ایم جی اور ایس ایل آر استعمال کر رہی تھی۔

☆☆☆

''اپنے مورچوں میں سر جھکا کر چپ چاپ دشمن کا انتظار کرو...... جیسے ہی وہ اندر داخل ہوں انہیں بھون کر رکھ دو''......!

یہ تھا وہ ''آرڈر آف دی ڈے'' جو سکھ حریت پسندوں کو اپنے کمانڈر انچیف جنرل شوبیگ سنگھ کی طرف سے ملا۔

گوشت پوست کے یہ انسان دربار صاحب کی مختلف عمارتوں میں اینٹوں سے بنی دیواروں کے پیچھے سر جھکائے آتش و آہن کی بارش میں ''گوربانی'' کا پاٹھ کرتے اس لمحے کے منتظر تھے جب بھارتی فوج میدان صاف سمجھ کر اندر داخل ہو اور وہ بھوکے شیروں کی طرح اس پر جھپٹیں۔

مسلسل بمباری سے اعصاب تڑخنے لگے تھے ...!!

گولے ان کے گرد اگرد پھٹ رہے تھے ...!!

پتھریلی عمارت روئی کے دھنکتے ہوئے گالوں کی طرح اڑ رہی تھی......!

لیکن......!

وہ مجبور تھے ......

ان کے پاس ایسا اسلحہ نہیں تھا جس سے وہ دشمن کو اس کی زبان میں جواب دے سکتے۔ بس ایک ہی طریقہ تھا کہ جب ایک مورچہ تباہ ہونے لگتا تو وہ دوسرے مورچے میں منتقل ہو جاتے یا پھر دربار صاحب کے زیر زمین تہہ خانوں میں چھپے گولہ باری سے دربار صاحب کی تباہی کا تماشہ دیکھتے رہتے......!!

سوائے ایک دو مورچوں کے جہاں ایک آدھ لائٹ مشین گن نصب تھی اندر سے کوئی جوابی فائر نہیں آ رہا تھا......!!

سکھوں کے پاس ایسا اسلحہ بھی نہیں تھا کہ جس سے وہ کم از کم اپنے سروں پر منڈلاتے ان ہیلی کاپٹروں ہی کو نشانہ بنا سکتے جو بمباری کرنے والوں کی راہنمائی کر رہے تھے اور جن میں نصب جدید جاسوسی آلات اندر موجود نقل و حرکت نوٹ کر کے اپنی فوج کے لئے مزید آسانیاں بہم پہنچا رہے تھے۔

4 جون اس بمباری کی نذر ہو گیا......!!

5 جون کی صبح پونے پانچ بجے فوج نے چھوٹے اسلحے سے فائرنگ شروع کی۔ یہ مزید کھلے حملے کا سگنل تھا اور اس سے پہلے بھارتی فوج یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ جنگی اصولوں کے مطابق پہلے توپ خانے کے فائر سے دشمن کا ڈیفنس تباہ کرے گی اور پھر پیدل فوج سے حملہ کیا جائے گا.... !!

ٹھنڈے دماغ کا بوڑھا لیکن جوان ارادوں کا حامل جنرل شوبیگ سنگھ آنکھوں سے دوربین

لگائے "اکال تخت" کے ایک قدرے محفوظ مورچے میں کھڑا ہاتھ میں اپنی عادت کے مطابق ایک چھوٹی سی چھڑی لئے بڑے صبر سے صورتحال کا جائزہ لے رہا تھا۔

جنرل شوبیگ نے ایسی پوزیشن کر رکھی تھی جس سے اسے کم از کم اپنے مورچوں کی صحیح صورت حال کا علم ہوتا رہتا تھا۔ اپنے ساتھ موجود سکھ حریت پسند کو جس کے ہاتھ میں "واکی ٹاکی" پکڑا ہوا تھا جنرل کبھی کبھی کسی مورچے کے لئے ہدایت جاری کر دیتا۔ جسے اس "واکی ٹاکی" کے ذریعے متعلقہ مورچے تک پہنچا دیا جاتا۔

جہاں یہ سلسلہ ناپید تھا وہاں سکھ حریت پسند اس قیامت کی گولہ باری میں بھاگ بھاگ کر جنرل شوبیگ سنگھ کے احکامات پہنچاتے رہے۔

اس مسلسل گولہ باری نے "پرکرماں" اور اس کے اردگرد کی عمارات میں چھپے بے گناہ سکھ یاتریوں ہی کو خون میں نہیں نہلایا تھا بلکہ بھارتی سورماؤں کو اس قیامت خیز گولہ باری سے دو اہم کامیابیاں بھی نصیب ہوئی تھیں۔

سکھ حریت پسندوں کے دو اہم مورچے جو "رام گڑھیا بنگانہ" (دو مینا روں) اور اونچائی پر بنے پانی کے ٹینکوں پر قائم کیے گئے تھے اور ان مورچوں ہی سے اب تک بھارتی فوج کو تھوڑا بہت جواب بھی مل رہا تھا بھارتی فوج نے تباہ کر دیئے۔

ان مورچوں کی کمان "بیر خالصہ" اور "سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے جتھیدار کر رہے تھے۔

انہوں نے اپنی بساط کے مطابق یہاں رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں لیکن 7 اور 13 انچ دھانے کے "ہاؤٹزر" کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی......

معمولی سا جانی نقصان اٹھانے کے بعد بیر خالصہ اور فیڈریشن کے بچے کھچے جانباز جن میں زیادہ تعداد زخمیوں کی تھی مورچے خالی کر کے محفوظ پناہ گاہوں میں چلے آئے۔

اب تک شوبیگ سنگھ نے جوابی فائرنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔

بوڑھا جرنیل اپنی گولیاں کسی اچھے وقت کے لئے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ پوری توانائی کے ساتھ جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا۔

لیکن......

ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

دونوں مورچوں کی تباہی کے بعد بھارتی فوج نے سمجھ لیا کہ میدان مار لیا ہے۔

جنرل دیال کم از کم جانی نقصان اٹھا کر فتح حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے 5 جون کی شام تک یہی حکمت عملی اپنائے رکھی اور 5 جون کی شام کو حالت یہ تھی کہ دربار صاحب کے اندر متعدد عمارتوں کو آگ لگ چکی تھی......!!

اس کے ساتھ ہی دربار صاحب کے باہر موجود بازار اور عمارات کو آگ لگا دی گئی۔ اب "دربار صاحب" کی ساری عمارت آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکی تھی اور چاروں طرف آگ کا دریا بہہ رہا تھا۔

سکھ حریت پسندوں کے لئے کسی بھی عمارت کی آگ بجھانا ناممکن تھا کیونکہ دشمن نے پانی اور بجلی کی سپلائی معطل کر رکھی تھی...... جبکہ دربار صاحب کی مختلف عمارات میں پھنسے ہزاروں بے گناہ سکھ عورتیں اور بچے پانی کے لئے بلک رہے تھے......!!

جون کا مہینہ قیامت کی گرمی کا مہینہ تھا............!!

پانی اور بجلی بند......

چاروں طرف آتش و آہن کا سیلاب تھا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

اس عالم میں عمارت میں محبوس بے گناہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر کیا قیامت گزر رہی ہوگی اس کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

36 گھنٹے مسلسل گولہ باری کے بعد جنرل آر ایس دیال کے اپنا ہراول دستہ حملے کے لئے روانہ کر دیا۔

یہ بھارتی فوج کے مایہ ناز "ایس ایف کمانڈوز" تھے جن کا تعلق "چکراتا" کی 122 سٹیبلشمنٹ سے تھا......

انہیں بطور خاص دربار صاحب پر حملے کی ریہرسل کروائی گئی تھی......!!

اکال تخت کے بائیں کونے سے بھارتی کمانڈوز ہینڈ گرنیڈ پھینکتے ہاتھوں میں آٹو میٹک اسلحہ تھامے "ست سری اکال" چلاتے حملہ آور ہوئے۔ حملے کا آغاز 5 جون کی صبح 8 بجے ہوا......

یکم جون سے صبر و استقامت کے پتلے بنے سکھ حریت پسندوں کو ان کے کمانڈر انچیف نے پہلی مرتبہ فائرنگ کا حکم دیا تھا...... قہر و غضب میں بھڑکتے سکھ حریت پسندوں نے منٹوں میں درجنوں کمانڈوز کا صفایا کر دیا...... خالصتانی سکھ زمین دوز مورچوں، پتھریلی جالیوں کی آڑ سے اور دیواروں میں سوراخوں کے پیچھے اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا......!!

یکے بعد دیگرے تین گروپس جنرل دیال نے اندر بھیجے......

لیکن......

فوج کے بہترین حصے کا اس طرح صفایا کروانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا!! درجنوں کمانڈوز موقع پر مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے......!! جلد ہی جنرل دیال کو اندازہ ہو گیا کہ کم از کم اس راستے سے حملہ ممکن نہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری سمت سے حملہ آور فوج کو آگے بڑھایا۔

یہ فلم دربار صاحب کے مین گیٹ پر گھنٹہ گھر کی سمت سے "10 گارڈز" اور "بہار رجمنٹ" کی دو کمپنیوں نے کیا......!!

لیکن......

انہیں کمانڈوز سے بھی زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بھارتی فوج کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ دروازہ سے ملحقہ سیڑھیوں اور "پرکرماں" کی گہرائی میں جنرل شوبیگ سنگھ نے پانچ مضبوط مورچے اس ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار کر رکھے تھے......

ان مورچوں کی پوزیشن ایسی تھی کہ مین گیٹ سے آنے والی چڑیا بھی ان کی زد سے محفوظ نہ رہتی......

محتاط ترین اندازے کے مطابق اس جگہ ستر اور اسی کے درمیان بھارتی فوجی مارے گئے۔ درجنوں زخمی ہوئے اور حملہ بری طرح پسپا کر دیا گیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ جنرل دیال نے جہاں ایک طرف مین گیٹ پر حملہ کیا تھا۔ وہیں "بیرانے گردوارام داس" کی سمت سے 26 مدارس اور کماؤنی رجمنٹ کے خصوصی تربیت یافتہ سورماؤں کو بھی آگے بڑھایا۔ جن کے استقبال کے لئے "ببر خالصہ" اور "فیڈریشن" نے پہلے ہی سے اس طرف مورچہ بندیاں کر رکھی تھیں۔

"مینا روں" (بنگا صاحب) کے مورچے تباہ ہونے کے بعد دونوں ایل ایم جی اب یہاں مورچہ بند خالصتانیوں کے پاس موجود تھیں۔ جنہوں نے اپنے دونوں مورچوں کی تباہی کا قرضہ بھی یہیں چکا دیا اور اس حملے کا شاید ہی کوئی زخمی خوش نصیب ایسا ہوگا جو یہاں سے زندہ بچ کر باہر نکلا ہو......

صبح 10 بجے تک صورتحال یہ تھی کہ 2 ہزار بے گناہ یاتری اور بھارتی فوجی اس حملے میں

مارے گئے تھے۔

مختلف بٹالین اور یونٹوں کی طرف سے مختلف اطراف سے حملوں نے بھارتی فوج کے لئے مضحکہ خیز صورتحال پیدا کر دی تھی۔ بہت سے بھارتی فوجی تو بھارتی فوج کی مختلف یونٹوں کے "کور فائر" ہی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

تقریباً تمام کمانڈروں نے اپنے جوانوں کو ہر "حرکت کرتے ٹارگیٹ" کو نشانہ بنانے کا حکم دیا تھا اور کسی بھی طرف سے معمولی سی حرکت پر بھی بھارتی فوج فوراً فائرنگ کرنے لگتی تھی۔

بڑی مضحکہ خیز صورتحال تھی۔

خالصتانی سکھ تو اپنے مورچوں میں محفوظ آسانی سے شکار کھیل رہے تھے جب کہ سامنے کھلے میدان میں بھارتی فوجی گھرے ہوئے تھے۔

ان میں وہ بدقسمت زخمی بھی تھے جو گھسیٹتے ہوئے باہر آنے کی کوشش کرتے اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ یوں بھی کھلے میدان میں موجود یہ فوجی جہاں سکھوں کے نشانے پر تھے وہاں اپنی فوج کی سکھوں پر ہونے والی فائرنگ سے بھی بچ نہیں سکتے تھے...!!

☆☆☆

جب 9ویں انفنٹری ڈویژن کے "ڈویژنل ریزروز" بھی کوئی کارنامہ انجام دینے سے قاصر رہے اور مکمل ناکام ہو گئے تو جنرل دیال اور "جنرل سندر جی" (جی او سی آف ویسٹرن کمانڈ) نے 15ویں انفنٹری ڈویژن کو آگے بڑھایا۔

پندرھویں انفنٹری ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈر بریگیڈیئر اے۔ کے۔ دیوان نے اس حملے کی قیادت خود کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ یہ معاملہ اپنے جونیئرز پر چھوڑ کر 9ویں ڈویژن کی تاریخ نہیں دہرانا چاہتا تھا...

بریگیڈیئر دیوان کو بعد میں اس حملے میں "بہادری" دکھانے پر 2 اعلیٰ فوجی اعزازات سے نوازتے ہوئے میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔

پانچ اور چھ جون کی درمیانی رات کو بریگیڈیئر دیوان کی کمانڈ میں 7ویں بٹالین اور "گروال رجمنٹ" کے جوانوں نے "پرکرماں" پر حملہ کیا۔

بریگیڈیئر دیوان نے اس عزم کے ساتھ حملہ کیا تھا کہ وہ "اموات" کی پرواہ کئے بغیر آخری کامیابی تک جنگ لڑے گا۔

اور

اس نے ایسا ہی کیا......!!

پیدل فوج نے سب سے بڑا اور خونریز معرکہ یہاں لڑا۔ تین گھنٹے کی دست بدست لڑائی کے بعد جب "پرکرماں" پر کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ بریگیڈیئر دیوان بہرحال اس علاقے میں قدم جما چکا تھا۔ اس کے جوانوں نے سکھوں کے پانچوں مورچوں پر فتح حاصل کر لی تھی۔

اس بات کا علم تو انہیں بہت بعد میں ہوا کہ ان پانچ مورچوں میں "فتح" حاصل کرنے تک مارے جانے والے سکھوں کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہیں تھی جبکہ بھارتی فوج کی گنتی سینکڑوں میں پہنچ چکی تھی۔

دوپہر تک بریگیڈیئر دیوان اپنے کمانڈروں کو "پرکرماں" فتح کرنے کی نوید سنا رہا تھا۔ اب سب سے بڑا مرحلہ تھا "اکال تخت" پر قابض ہونا......

اس مرتبہ 9 ویں اور 15 ڈویژن کی مشترکہ کوششوں کے بعد بھی ناکامی ہوئی اور "اکال تخت" پر قبضہ ممکن نہ ہو سکا۔

☆☆☆

6 جون کی دوپہر کو جنرل آر ایس دیال اور جنرل سندر جی نے بھارتی وزیراعظم کو "سی او ایس" پر ریڈیو کے ذریعے رابطہ کر کے درخواست کی کہ "اکال تخت" پر قبضہ کرنے کے لئے انہیں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں دربار صاحب کے اندر لے جانے کی اجازت دی جائے کیونکہ اس کے علاوہ "اکال تخت" کی فتح کا اور کوئی محفوظ راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔

"مجھے ادھر کرودھ کی آگ میں پھینکنے" مسز اندرا گاندھی نے جواب دیا۔

اس کا غصہ بے قابو ہوا جا رہا تھا کہ گزشتہ پانچ دن سے فوج امرتسر میں جھک مار رہی تھی حالانکہ انہیں ہر ممکن سہولت اور مکمل اختیارات کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا۔!!

مسز اندرا گاندھی کو فوجی جرنیلوں نے یہ بھی یقین دہانی کروائی تھی کہ وہ 24 گھنٹے کے اندر اندر دربار صاحب فتح کر لیں گے۔

اور......

اب یہی بے وقوف جرنیل اس سے ٹینک دربار صاحب کے اندر لے جانے کی اجازت مانگ رہے تھے جبکہ دوسری طرف ساری دنیا میں اس حملے کی خبر پھیل چکی تھی اور یورپ امریکہ اور کینیڈا میں بھارتی سفارت خانوں کے سامنے سکھوں نے احتجاج شروع کر دیا تھا۔

ساری دنیا کا مہذب پریس بھارتی فوج کی اس ہمیت پر سراپا احتجاج بن گیا تھا۔ مسز اندرا

گاندھی کی خواہش تھی کہ اس سے پہلے کہ ملک کے اندر اپوزیشن اس کے خلاف کوئی طوفان کھڑا کر دے اور اسے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

یہ خونی ڈرامہ ختم ہو جانا چاہیے......!!

"جنرل اسے ختم کرو...... ختم کرو...... فوراً ہر قیمت پر۔ ڈیم اٹ" ...اس نے غصے سے پھنکارتے ہوئے فون کریڈل پر پٹخا تھا۔

☆☆☆

16 ویں کیولری کے جن ٹینکوں کو سب سے پہلے گوردوارام داس سرائے کی طرف سے دربار صاحب میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ان کو ایک بڑی قباحت یہ درپیش تھی کہ پہلے راستے کی رکاوٹوں کو صاف کیا جاتا۔

اس کے لیے پہلے بمباری کرتے اس سمت کا بڑا دروازہ توڑا گیا۔ اس کے بعد سیڑھیوں کا طویل سلسلہ ختم کیا گیا۔ اسی دوران شام ڈھلنے لگی تھی جب ٹینکو کے لئے میدان صاف ہوا بھارتی فوج کو یقین تھا کہ اس علاقے میں موجود مورچوں میں کوئی اینٹی ٹینک اسلحہ نہیں ہے۔ اس لئے شاید "پرکرماں" کی طرف سے ہی اندر داخل ہونے کی کوشش کی گئی تھی۔

بھارتی فوج کی طرف سے جو پہلا "آرمڈ پرسنل کیریئر" (APC) اندر داخل ہوا۔ وہ اکال تخت کے بائیں سمت کی طرف بڑھا۔ اچانک ہی اس طرف سے راکٹ لانچر فائر ہوا اور اس کے پرزے اڑنے لگے......

اس صورتحال کا اندازہ کرتے ہوئے اب جنرل برار نے نئی حکمت عملی اختیار کی چونکہ سکھوں کے مورچے "اکال تخت" میں تھے جہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ جنرل برار نے جو ٹینک اندر بھیجے ان کی تعداد 13 تھی۔

ان ٹینکوں پر آنکھوں کی روشنی ختم کرنے والے خطرناک لیمپ (Xenon Lamps) نصب تھے۔ جن کا رخ اوپر کی سمت سکھوں کے مورچوں کی طرف تھا جہاں سے بھارتی فوج پر فائر آ رہا تھا۔

آنکھوں کو اندھا کر دینے والے ان لیمپوں سے دہرا فائدہ ہوا ایک تو اکال تخت پر مورچہ زن خالصتانی حریت پسندوں کے لئے اس طرف دیکھ کر نشانہ لگانا ممکن نہ رہا لیمپوں کی تیز روشنیاں براہ راست ان پر پڑتی تھیں اور دوسری طرف ٹینکوں کے عقب میں اندر داخل ہونے والی بھارتی پیدل فوج کے لئے میدان صاف ہو گیا کہ وہ آسانی سے صورت حال کا جائزہ لے سکیں۔

جب "خالصہ فوج" کے لئے اور کچھ ممکن نہ رہا تو 16 سال کی عمر کی ایک سکھ نوجوان نے اپنے جسم سے بارود باندھ کر اکال تخت کی طرف حرکت کرتے ایک ٹینک پر چھلانگ لگا دی اور اس "خود

کشی مشن" نے اس ٹینک کو ناکارہ کر دیا۔

یہ ٹینک "پرکرماں" میں بابا ادیب سنگھ کی سادھی کے سامنے پھنس گیا اس کے چین ٹوٹ چکے تھے جس کی وجہ سے حرکت نہیں رہی تھی۔ بعد میں بھارتی فوج نے بڑی مشکل سے خصوصی کرین منگوا کر اس ٹینک کو باہر نکالا کیونکہ جس پوزیشن میں یہ ٹینک تباہ ہوا تھا اس کا باہر نکالنا ہی کار دارد تھا۔

رات گئے تک صورت حال یہ تھی کہ اب 13 ٹینک "اکال تخت" کے بالکل سامنے پوزیشن لے چکے تھے۔ انہیں اکال تخت کی تباہی کا "کارنامہ" انجام دینا تھا۔

☆☆☆

ان ٹینکوں نے حکم ملتے ہی "اکال تخت" اور اس سے ملحقہ عمارتوں پر آگ برسانی شروع کر دی۔

اس گولہ باری کا نشانہ خاص طور پر "پرکرماں" کے ساتھ ساتھ کمروں میں پناہ لینے والے بے گناہ سکھ یاتری بنے۔ اس کے ساتھ ہی زہریلی گیس کے کنستر "اکال تخت" پر پھینکے جانے لگے۔

اپنی دانست میں بھارتی فوج نے ان مورچوں میں چھپے سکھ حریت پسندوں کی موت کا ہر ممکن سامان پیدا کر دیا تھا۔

اس کے باوجود کہ ٹینکوں کی مسلسل گولہ باری نے "اکال تخت" کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا اور بظاہر اس طرف سے مزاحمت کے تمام امکانات ختم ہوتے نظر آ رہے تھے۔

لیکن......

بھارتی فوج کے پیدل سورماؤں کو ابھی تک اکال تخت میں داخل ہونے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ رات سے صبح دیر گئے تک انہوں نے جب بھی اکال تخت پر حملہ کر کے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ بچے کھچے خالصتانی سکھوں نے دلیرانہ جوابی حملے سے ان کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔

بھارتی فوجیوں کے لئے جب "دہشت گردوں" پر قابو پانا ممکن نہ رہا تو انہوں نے اپنا غصہ بے گناہ اور نہتے یاتریوں پر اتارنا شروع کر دیا۔

زہریلی گیسوں سے ملبوس فوجی کے جیالے ان کمروں میں جا گھسے جہاں عورتوں بچوں اور بوڑھوں نے پناہ لے رکھی تھی اور انہوں نے ان ناکسوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دی......

گیس سے اگر کوئی بروقت بچ نکلتا اور کسی نہ کسی طرح کمرے سے باہر آنے میں کامیاب ہو جاتا تو بھارتی فوج اسے گولیوں سے بھون ڈالتی۔ ..

درندگی اور بہیمیت کا یہ اندوہناک مظاہرہ سیکولر بھارت کی بہادر افواج کی اخلاقی پستی کی انتہا

تھی۔

انہوں نے انگریزی کی اس کہاوت کو سچ ثابت کر دیا تھا کہ "بزدل ظالم ہوتے ہیں" صبح کا اجالا پھیل رہا تھا......!!

بھارتی سورماؤں نے اس درمیان زہریلی گیس کے سینکڑوں بم پھینک کر، ٹینکوں کی گولہ باری، مارٹرز کی گولہ باری اور ایل ایم جی اور ایم ایم جی کے اندھا دھند فائر کی مدد سے دربار صاحب کے قریباً 3 بٹا 4 حصے پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا تھا......

اپنے سینکڑوں فوجیوں کی بلی چڑھا کر اور اندھا دھند بمباری سے بھارتی فوج نے اکال تخت کو قریباً تباہ کر دیا تھا لیکن 6 جون کی شام تک اکال تخت سے مزاحمت جاری رہی البتہ "پرکرماں" پر مکمل سکوت طاری تھا......!!

یہاں اب بھارتی سورماؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی حریت پسند زندہ نہیں رہا تھا۔ بھارتی فوج نے اب "پرکرماں" کے مورچوں پر قبضہ جما لیا تھا جہاں زخموں سے سسکتے سکھ حریت پسندوں کو اذیتیں دے دے کر مارا گیا۔

دربار صاحب کے جو مورچے "گورو رام داس سرائے" اور "گورو نانک نواس" کی طرف تھے وہ چونکہ براہ راست دشمن کے حملے کی زد میں تھے اور ان کھلے میدان میں خالصتانی سکھوں کے لئے بھارتی فوج کی تباہ کن گولہ باری کا مقابلہ ممکن نہیں تھا......!!

5 جون کو رات گئے تک یہ لوگ مقابلے پر ڈٹے رہے پھر 5 اور 6 جون کی درمیانی رات کو بچے کھچے اور زخمی ساتھیوں کے ساتھ گورو نانک نواس کے عقب میں ایک تنگ راستے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے......

جب بھارت کی "فاتح افواج" یہاں پہنچیں اور کوئی زندہ یا زخمی حریت پسند ان کے ہاتھ نہ لگا تو ان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا......!

بھارتی فوجیوں نے ان "سرائوں" میں پناہ لینے والے قریباً چھ ہزار سکھ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مردوں کو زہریلی گیس اور گولیوں سے موت کی نیند سلا کر حریت پسندوں کا بدلہ چکا دیا۔

☆☆☆

اپنے نہتے ہم مذہبوں کو بھارتی فوج کے ہاتھوں مرتے دیکھ کر ان مسافر خانوں میں پناہ گزین سکھ یاتریوں نے فوج سے اپنی جانیں بچانے کے لئے دروازوں کو اندر سے کنڈیاں لگانا شروع کر دیں۔

لیکن......!

بھارتی سورماؤں نے بند کمروں میں ہینڈ گرینیڈ اور زہریلی گیس کے بم پھینک پھینک کر ان کو یا تو کمروں ہی میں مار ڈالا یا پھر کمروں سے باہر آنے پر مجبور کر دیا جہاں انہیں بے دردی سے مار دیا گیا۔

بھارتی فوجی اپنی درندگی کی ایسی ایسی مثالیں یہاں قائم کر رہے تھے جنہیں لکھتے ہوئے قلم بھی تھرا جاتا ہے۔ انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کی رپورٹوں کے مطابق یہاں موجود سکھ نوجوان اور کم عمر لڑکیوں سے اجتماعی زنا کاری کی گئی۔

سکولوں کی نوعمر بچیاں جو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے اپنے اپنے سکول کی نمائندگی کرتے یہاں آئی تھیں اور جن کی عمریں بمشکل 12 یا 14 سال تک تھیں کے ساتھ بھارتی فوجیوں نے اجتماعی آبروریزی کی اور انہیں اتنی اذیتیں پہنچائی گئیں کہ ان میں سے بہت سی بچیوں کی موت واقع ہو گئی......

نوجوان لڑکیوں کو بھارتی فوجی کھینچتے ہوئے مذہبی مقامات کے قریب لے جاتے اور انہیں برہنہ کرنے کے بعد ان کی آبروریزی کی جاتی۔ ان میں سے بہت سی لڑکیوں کو نشان عبرت بنانے کے لئے زندہ چھوڑ دیا گیا جن کی کہانیاں آج تک عالمی ادارہ انصاف کی فائلوں میں رقم ہیں...... کئی لڑکیاں اس بے رحمانہ سلوک سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں۔

جب بھارتی پریس کی پہلی ٹیم دربار صاحب میں گئی تو اس نے یہاں بیشتر دیواروں سے خون اور گوشت کے لوتھڑے چپکے دیکھے۔ بھارتی فوج نے تو اس کی کوئی اور توجیہہ پیش کی ہو گی۔

لیکن......!

بھارتی پریس میں یہ بات متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے کہ دراصل یہ وہ نومولود بچے تھے جنہیں بھارتی فوجیوں نے ان کی ماؤں کی آبروریزی کرنے سے پہلے ان کی گود سے چھینا اور انہیں زمین پر پھینک کر اپنے بوٹ پر اس طرح زور سے اچھالتے کے بچے گیند کی طرح دیوار سے ٹکراتے......

کئی بچوں کو ان وحشیوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر اس زور سے دیوار پر مارا کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں......

یہاں جو گورکھا اور مرہٹہ فوجی داخل ہوئے انہوں نے سگریٹ سلگائے ہوئے تھے۔ وہ شراب کے نشے میں دھت تھے اور ہر غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکت کر رہے تھے۔

اتنا خون بہایا گیا کہ قدم اس میں دھنستے تھے بعد میں کافی عرصہ تک بھارتی حکومت نے

گناہوں کے خون کے نشانات مختلف کیمیکلز سے مٹاتی رہی لیکن مکمل کامیابی سے کبھی اپنے جنگی جرائم کے نشان نہیں مٹا سکی۔

☆☆☆

یہاں بھارتی فوجیوں نے صرف قتل وغارت گری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے سکھوں کی مذہبی اساس کو تباہ کرنے کے لئے ان کی مذہبی عمارات ”گورو رام داس“ ”تیجا سنگھ سمندری ہال“ کو آگ لگادی اور یہاں پناہ گزین سینکڑوں بچے عورتیں اور مرد بھی اندر ہی جل کر خاک ہو گئے۔

جن عورتوں یا بچوں نے اپنی جان بچانے کے لئے غسل خانوں اور ٹائلٹس کا رخ۔ ان پر گرنیڈ اور زہریلی گیس کے کنستر پھینکے گئے...

کئی عورتوں کی لاشیں بعد میں اس حالت میں ملیں کہ ان کی چھاتیاں ننگی تھیں اور بچے دودھ پیتے ہوئے اپنی ماؤں سمیت موت کی نیند سو گئے تھے۔

☆☆☆

بھارتی فوج نے ”دمدمی ٹکسال“ کے 8 سے 12 سال کے درمیان سو بچوں کو یہاں اکٹھا کر کے ان کے ہاتھ باندھ کر انہیں قطار میں کھڑا کردیا۔ چونکہ ”دمدمی ٹکسال“ سکھوں کا سب سے بڑا مذہبی مدرسہ ہے اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ بھی اسی ”ٹکسال“ کے سربراہ تھے اس لئے ان بچوں کا گناہ بھارتی فوج کے لئے ناقابل معافی تھا......!!

ان بچوں سے بھارتی فوجیوں نے پوچھا کہ اب بھی وہ خالصتان چاہتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں انہوں نے اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق اپنا جنگی نعرہ ”جو بولے سو نہال...... ست سری اکال“ بلند کیا۔

اس نعرے نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بھارتی فوجیوں نے ان تمام بچوں کو پہلے بندوقوں کے بٹ سے بے تحاشا زدوکوب کیا جس کے بعد ان میں سے بیشتر کو گولی ماردی گئی۔ ”بہادری“ کی ایسی مثالیں شاید دنیا کی بہیمیت کی تاریخ میں اور کہیں نہ مل سکیں جس کا مظاہرہ بھارتی فوج کے سورما کررہے تھے......!!

”بہادر بھارتی افواج“ نے لنگر کی خدمت پر مامور بابا کھڑک سنگھ کے سیواداروں کو بھی نہیں بخشا جن کا گناہ یہ تھا کہ وہ گزشتہ چندرہ بیس سال سے یہاں آنے والے ہر مذہب کے باشندے کو کھانے کی سہولت بہم پہنچا رہے تھے۔

ان کی پگڑیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی داڑھی مونچھیں کاٹنے کے بعد ہندو فوجیوں نے انہیں بے رحمی سے زدوکوب کیا۔ ان کی تعداد 20 تھی جن میں سے دو کی عمر 70 سال سے زائد تھی۔

یہ دونوں بوڑھے سیوادار بھارتی فوجیوں کے اس بے رحمانہ تشدد کا زیادہ دیر مقابلہ نہ کرسکے اور بالآخر اپنی جان کی بازی ہار گئے۔

”آپریشن بلیوسٹار“ کے دوران بھارتی فوج نے جتنے بھی انسانیت سوز جرائم کا ارتکاب کیا ان میں یہ دونوں جرائم ناقابل معافی تھے......

ہیومن رائٹس کے بھارتی گروپوں نے اس سانحے پر جو رپورٹیں شائع کی ہیں ان میں دمدمی ٹکسال کے بچوں اور ان بوڑھے خدمت گاروں کی ہلاکت پر بھارتی فوج کی طرف سے پیش کی گئی کسی بھی وضاحت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اسے ناقابل تلافی جرم قرار دیا گیا۔

☆☆☆

آپریشن بلیوسٹار سے پہلے بھارتی حکام کی طرف سے گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو جن دہشت گردوں کی لسٹ فراہم کی گئی تھی ان کی تعداد 30 تھی۔

بھارتی حکومت کا کہنا تھا کہ ان 30 دہشت گردوں نے دربار صاحب میں پناہ لے رکھی ہے جنہیں بھارتی حکومت کے حوالے کردیا جائے۔

مقام حیرت ہے کہ ان 30 دہشت گردوں کی گرفتاری یا تباہی کے لئے بھارتی فوج نے جب دربار صاحب پر حملہ کیا تو 8 ہزار عورتیں، بوڑھوں، شیر خوار بچوں اور نوجوانوں کو بھی مار ڈالا......!!

یوں تو حکومت کی طرف سے 45 دہشت گردوں کی لسٹ جاری کی گئی تھی لیکن ان میں 11 غیر ممالک میں فرار ہوچکے تھے۔ 4 وہ تھے جو اس سے پہلے ہی ”پولیس مقابلے“ میں مارے جاچکے تھے۔ اسی طرح محض 30 دہشت گردوں کو مارنے کے لئے بھارتی فوج نے 8 ہزار سکھوں کو مار ڈالا۔

سکھوں کا مذہبی تشخص تباہ کرنے کے لئے دربار صاحب میں موجود ”سکھ ریسرچ اینڈ ریفرنس لائبریری“ کو بھارتی فوج نے نذر آتش کردیا۔ جس میں سکھوں کا سارا مذہبی ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا تھا۔

اس تاریخی لائبریری کے نذر آتش ہونے سے جہاں سکھوں کا تاریخی مذہبی ریکارڈ جل کر راکھ ہوا وہاں ”گورو گرنتھ صاحب“ سکھوں کی مذہبی کتاب کے 700 نسخے بھی جل کر راکھ ہو گئے۔

یہ کارنامے تو دربار صاحب کی دوسری سمت واقع عمارات یعنی ”گورو رام داس سرائے“

گورونانک نواس اور سکھ ریسرچ اینڈ ریفرنس لائبریری" میں انجام پائے جہاں مزاحمت 6 جون کی صبح تک دم توڑ گئی تھی اور اس طرف مورچہ بند سکھ حریت پسند جن میں زیادہ تعداد میں "ببر خالصہ" کے سکھ شامل تھے جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

☆☆☆

اکال تخت پر بھارتی فوج 7 جون کی صبح تک قبضہ نہیں کر سکی... !!

بھارتی فوجیوں کو اب اپنے زہریلے بموں پر بھی اعتماد نہیں رہا تھا۔ انہوں نے 6 جون کی صبح اپنے ساتھیوں کا جو حشر "پرکرما اور اکال تخت" پر دیکھا تھا اس کے بعد وہ اکال تخت کے نزدیک اس وقت تک جانے کے لئے تیار نہیں تھے جب تک کہ انہیں یقین نہ ہو جاتا کہ یہاں ایک بھی زندہ سکھ موجود نہیں ہے......!!

7 جون کو اکال تخت مکمل مسمار ہو چکا تھا......!!

اس طرف سے بھارتی سورماؤں کو جواب دینے والا اب کوئی سکھ زندہ نہیں بچا تھا۔ 7 جون کی دوپہر کو اپنے اعلیٰ افسران کے حکم پر !! آخر بھارتی فوجی اکال تخت کی طرف بڑھے اور جب انہوں نے یہاں کا منظر دیکھا تو ضرور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال لیا ہوگا۔

یہاں 40 سکھوں کی لاشیں پڑی تھیں......!!!

ان میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ، جنرل شبیگ سنگھ اور بھائی امریک سنگھ بھی شامل تھے......!!

بھارتیوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان 40 سکھوں نے ان کی فوج کا یہ حشر کیا ہوگا اور انہیں اتنی زیادہ ذلت اٹھانے کے بعد کامیابی حاصل ہوئی ہوگی۔

یہاں موجود تین لاشوں کے علاوہ باقی تمام لاشوں کو بھارتی فوج نے لے کر ٹرکوں میں رکھ کر نذر آتش کیا.....

سنت جرنیل سنگھ، جنرل شبیگ سنگھ اور بھائی امریک سنگھ کی لاشیں ان کے ورثاء کو اس حکم کے ساتھ سونپی گئیں کہ چپ چاپ ان کا "انتم سنسکار" کر دیا جائے۔

اس ایریا میں مرنے والے ہندو فوجیوں کی تعداد 2 ہزار تھی۔ جن میں سے بیشتر فوجی وہ تھے جو 5 اور 6 جون کی درمیانی رات کو اندھیرے میں اپنے ہی ساتھیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔

دنیا کی کوئی بھی بہادر فوج ہوتی تو ان 40 حریت پسندوں کو سلیوٹ کرتی۔

لیکن......

بھارتی سورماؤں کو ان کے ساتھیوں کی موت نے پاگل کر دیا تھا۔ انہوں نے جوش انتقام میں اندھے ہو کر جہاں 8 ہزار سکھ یاتریوں کو دربار صاحب کے اندر مار ڈالا وہاں ایک اور کارنامہ بھی انجام دیا اور شراب کے نشے میں دھت "آتش انتقام میں جلتے فوجی امرتسر میں پھیل گئے۔

ہر وہ سکھ نوجوان جس نے کالی نیلی اور پیلی پگڑی پہن رکھی تھی ان کا نشانہ بن گیا..... 8 جون کی صبح تک امرتسر اور اس کے گرد و نواح میں بھارتی فوج کے ہاتھوں 12 ہزار سکھ مارے جا چکے تھے۔

ان میں وہ 8 ہزار شامل نہیں ہیں جنہیں بھارتی فوج نے دربار صاحب کے اندر مار ڈالا تھا۔

بھارتی فوج کے ٹرکوں، ٹرالوں میں ان لاشوں کو لاد کر نامعلوم جگہ لے جایا جاتا جہاں ان پر کیروسین آئل، ڈیزل اور پٹرول چھڑک کر انہیں نذر آتش کر دیا جاتا۔ کسی بھی مرنے والے کے لواحقین کو اس کی مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت نہ دی گئی......

کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا... ...!!

کسی کو اپنے مرنے والے پیارے کا آخری دیدار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

☆☆☆

آپریشن بلیوسٹار صرف دربار صاحب تک محدود نہیں تھا......!!

دربار صاحب کے علاوہ بہت سے دوسرے گوردواروں کو بھی نشانہ بنایا گیا جن میں ایک بڑا، اہم تاریخی گوردوارہ پٹیالہ کا "گوردوارہ دکھ نوارن" تھا......!!

اس گوردوارے کو بھارتی فوج نے تین جون کی رات کو گھیرے میں لے لیا... کیونکہ 3 جون کو بہار سکھ یاتری اپنے گوروارجن دیو کی برسی منانے کے لئے جمع ہو چکے تھے۔

جون کی بلا کی گرمی میں سکھ یاتریوں کی زیادہ تعداد گوردوارے کے کھلے صحن میں تھی یا پھر اس کے مقدس تالاب میں نہا رہی تھی کہ اچانک ان پر آتش و آہن کی بارش ہونے لگی۔

اس بات کا علم تو انہیں تھا کہ پنجاب کو فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے اور اب کسی بھی لمحے فوج دربار صاحب میں داخل ہو کر وہاں موجود سکھ حریت پسندوں کو مار ڈالے گی۔

لیکن......

یہ تو کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بھارتی فوج ایسی ہی درندگی کا مظاہرہ دوسرے بہت سے گوردواروں میں بھی کرے گی۔

2 جون کی مسز اندرا گاندھی کی تقریر نے پٹیالہ کے عوام کو جو بار بار کانگریس کا خاص اثر و رسوخ تھا اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ ان کی بھارت ماتا کی فوج ان کے خلاف کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھائے گی۔

لیکن......

احمقوں کی جنت میں رہنے والے سکھ 37 سال تک براہمن کی آمریت کا مزہ چکھنے کے بعد بھی اس سے متعلق غلط فہمی کا شکار تھے......

جب اچانک ان پر ایل ایم جی، ایم جی اور ایس ایل آر کا فائر گرا تو انہوں نے بھاگ کر گوردوارے ہی میں پناہ گاہ ڈھونڈنا چاہی......اس دوران کھلے میدان اور تالاب میں نہانے والے اپنے ہی خون میں نہا گئے۔

4 جون کی صبح بھارتی فوج گوردوارے میں داخل ہو گئی اور اس نے یہاں مختلف کونوں میں چھپے سکھ بچوں اور بڑوں کا قتل عام شروع کر دیا......!!

نوجوان لڑکیوں کے ساتھ اجتماعی درندگی کا مظاہرہ ان کے لواحقین کے سامنے ہونے لگا......

اگر کسی نے غیرت کا مظاہرہ کیا تو بھارتی فوجیوں نے اسے موقع پر اس غیرت کی سزا دے ڈالی اور اذیتیں دے دے کر موت کی گہری نیند سلا دیا۔

☆☆☆

اس گوردوارے کے مختلف حصوں سے ہندو فوجیوں نے 13 سکھ نوجوانوں کو جنہوں نے پیلے رنگ کی پگڑیاں پہن رکھی تھیں ایک طرف کھڑے کر کے ان کی پگڑیوں کے ساتھ ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ان کے بال کھول کر ان کے حلقوم پر بل دے کر کس دیئے اس کے بعد انہیں پیٹ کے بل زمین پر گرا دیا گیا......!!

اب ایک ایک نوجوان کی گردن پر جس کا منہ فرش سے لگا تھا۔ بھارتی فوجیوں نے اپنے بوٹ جما دیئے وہ ہر ایک سکھ سے کہتے۔

"اگر تمہیں خالصتان چاہیے تو وہاں بھیج دیں"؟

پہلے تو بے بس اور بندھے ہوئے سکھوں نے خاموشی اختیار کی۔ جب ہندو فوجیوں نے انہیں گالیاں دینی شروع کیں تو ان میں سے ایک نوجوان نے اپنا جنگی نعرہ

"بولے سو نہال ست سری اکال" بلند کیا۔

اس کی تقلید باقی نوجوانوں نے کی اور ہندو فوجیوں کی آتش انتقام بھڑکنے لگی۔

انہوں نے اس حالت میں لیٹے سکھ نوجوانوں پر گولیوں کا مینہ برسا دیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلنے لگے۔

یہ کہانی شاید مہذب دنیا کے علم میں کبھی نہ آتی۔

لیکن......!

مارنے والے سے بچانے والا بہرحال زیادہ طاقتور اور بااختیار ہے......

13 سال کا ایک سکھ نوجوان بیر سنگھ جو گوردوارے کے ایک تاریک کونے میں چھپا ہوا تھا یہ سارا خونی منظر دیکھتا رہا۔ جب بھارتی فوجی اپنا کام مکمل کر کے چلے گئے تو وہ کسی نہ کسی طرح اپنے گھر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ کہانی بیر سنگھ کے ذریعے ہیومن رائٹس کمیشن کے علم میں آئی۔

☆☆☆

''مکستر'' بھارتی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی ایک تحصیل ہے اور یہاں سکھوں کا ایک تاریخی گوردوارہ موجود ہے۔ 1704ء میں مغل فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے جانے والے سکھوں سے منسوب ہے۔

3 جون کو مکستر شہر کو ایک آرٹلری ڈویژن نے گھیرے میں لے لیا۔ 3 جون کی شام کو گوردوارے پر بمباری کا آغاز ہوا اور یہاں بھی وہی خونی ڈرامہ کھیلا گیا جس کے بعد 4 جون کی صبح بھارتی انفنٹری گوردوارے میں داخل ہو گئی۔

انہوں نے بچے کھچے اور کونوں کھدروں میں چھپے سکھوں میں سے گوردوارے کے گرنتھی اور اس کے نوجوان ساتھیوں کو باہر نکالا اور ان کے کپڑے اتار کر ان کی پگڑیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔

4 جون دوپہر 12 بجے جب یہاں درجہ حرارت 47 ڈگری سنٹی گریڈ تک تھا اور سنگ مرمر کے فرش پر ایک منٹ کے لئے ننگے پاؤں کھڑے ہونا ناممکن تھا۔ بھارتی فوجیوں نے انہیں منہ کے بل زمین پر لٹا کر ان کی کمر پر کھڑے ہو کر انہیں گالیاں دینا شروع کیں۔

ان گرنتھیوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں۔

جب بھی جلتے سنگ مرمر کی تپش سے بیقرار ہو کر کوئی مظلوب معمولی سی جنبش کرتا بھارتی فوجی اسے بوٹوں سے مارنا شروع کر دیتے......!!

انہوں نے ان بے گناہوں کو اسی طرح دھوپ میں سنگ مرمر کے فرش پر ننگے لٹائے رکھا اور گوردوارے کے لنگر خانے میں سور کا گوشت پکانے لگے۔ یہ کھانا انہوں نے پھر ان کے سامنے کھانا شروع کیا......!!

یاد رہے کہ سکھ اپنے گوردوارے میں سگریٹ اور گوشت لے جانا حرام خیال کرتے ہیں۔ کسی بدقسمت سکھ نے ان کے اس اقدام پر ہلکا سا احتجاج کیا تو بھارتی فوجیوں نے اسے گولی مار دی۔

سہ پہر 3 بجے دھوپ کی تپش سے سلگتے اور پیاس سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ان سکھوں کو حکم ملا کہ وہ اس طرح پیٹ کے بل رینگتے ہوئے تالاب کے کنارے تک جائیں اور دھوپ کی تپش سے کھولتا ہوا پانی زبان سے چاٹیں......!!

پیاس سے بے حال تین چار نوجوان جب دیوانہ وار اس طرح گھسیٹتے ہوئے تالاب کے کنارے تک پہنچے اور انہوں نے اپنی زبانیں کھولتے پانی سے لگائیں تو تڑپ کر پیچھے ہٹ گئے......

لیکن......

ان تینوں کو بھارتی فوجیوں نے بے بس بطخوں کی طرح گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور ان کا خون اب ''ہر کرماں'' سے پانی کے تالاب (سرور) میں گرنے لگا۔

''پانی ضرور ملے گا......لیکن اس کے لئے خالصتان کی سیر کرنی پڑے گی''

مرہٹہ حوالدار نے جو شراب کے نشے میں دھت تھا اپنی بندوق کو دوبارہ کندھے پر لٹکاتے ہوئے زمین بوس سکھوں کو ٹھوکریں مارتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دیوانہ وار قہقہے بلند کرنے لگے۔

11 بجے دن سے 6 بجے شام تک وہ ایسے ہی حیلے بہانوں سے قصائیوں کی طرح سکھوں کو تڑپا تڑپا کر مارتے رہے۔

اس درمیان زمین بوس سکھ اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ اب فوجی انہیں مردہ جانوروں کی طرح ٹانگ سے گھسیٹتے ہوئے ٹرالر تک لاتے اور اس میں پھینک دیتے۔

آج تک اس بات کا علم نہیں کہ ''مکستر'' گوردوارہ کے یہ سکھ کہاں ہیں؟

اس ضمن میں دو مفروضات قائم کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک یقیناً صحیح ہوگا کیونکہ تیسرا کوئی نظریہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

یا تو انہیں نیم مردہ حالت میں زندہ نذر آتش کر دیا گیا ہے؟

یا آج تک وہ کسی گمنام عقوبت خانے میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں؟

کیونکہ اس کے بعد ان کا کوئی نام ونشان نظر نہیں آیا اور ان کے لواحقین کی طرف سے ملک کی تمام عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے کے بعد بھی ان بدقسمتوں کی شنوائی نہیں ہو سکی۔

بابا سنت ہربنس سنگھ جو دہلی کے گوردوارے کا سنت تھا یہاں صرف ''کار سیوا'' کے لئے اپنے ''پیروکاروں'' کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ واضح ہدایات کے باوجود فوجیوں نے اس کے پیروکاروں کو بری طرح زدوکوب کیا اور بیشتر کی ڈاڑھیوں کو ماچس کی تیلیوں سے جلاتے رہے......!!

ایک ماہ تک مکستر شہر اور گوردوارہ فوج کے گھیرے میں رہا اور یہاں کرفیو کا عالم طاری رہتا تھا۔ اس درمیان بھارتی فوجیوں نے کسی بچے، عورت، بوڑھے پر رحم نہیں کھایا۔

وہ دندناتے اپنے شکار پر نکلتے اور زخموں سے چور بے ہوش اور مردہ سکھوں کو ایک ہی ٹرالر یا ٹرالی میں لاد کر شہر سے باہر کسی نامعلوم مقام پر لے جاتے اور ان زخمی اور مردہ سکھوں کو ایک ہی جگہ پھینک کر ان پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیتے......!!

ایک ماہ تک بھارتی فوجی اپنے جرائم کے نشانات مٹاتے رہے اور جب انہوں نے

گوردوارے سے خون کے تمام دھبے صاف کروا دیئے اور اس کی دوبارہ مرمت ہو گئی اس کے بعد عام سکھوں کی تلاشی لینے کے بعد یہاں عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔

☆☆☆

انسانیت کو شرما دینے والے ان بھیانک جرائم کا ارتکاب بھارتی فوج نے صرف اپنی "تفنن طبع" کے لئے نہیں کیا تھا...... بلکہ انہیں خاص طور پر یہ ہدایات دی گئی تھیں۔ جن پر انہوں نے اپنی حکومت کی توقعات پر پورا اترتے ہوئے کسی بھی ملک کے وفادار فوجیوں کی طرح عمل کیا......

ایسی ہی کہانیاں پنجاب کے ہر قابل ذکر گوردوارے میں دہرائی گئیں......!!

سوائے ان "اکالی دل" کے سرکردہ راہنماؤں کے جن کو حکومت کی اچھے وقت کے لئے بچا کر رکھنا تھی اور کسی کو معاف نہیں کیا گیا......!!

1947ء میں ہندوؤں کی سازش کا شکار ہو کر سکھوں نے مسلمانوں کے خلاف جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ بھیانک سزا انہیں ان کے آقاؤں کی طرف سے 1984ء میں مل گئی......

لیکن......

ابھی مکافات عمل کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا......!!

اس کے بعد پھر مسز اندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح سکھوں کے خون سے سرکاری سرپرستی میں ہولی کھیلی گئی وہ انسانیت کی تاریخ کا ناقابل فراموش اور المناک باب ہے۔

☆☆☆

مرکزی حکومت کی طرف سے پی اے پی (پنجاب آرمڈ پولیس) بی ایس ایف (بارڈر سکیورٹی فورسز) اور سی آر پی ایف (سنٹرل ریزرو پولیس فورس) کو واضح احکامات جاری ہو چکے تھے کہ جیسے ہی آپریشن بلیوسٹار پر عمل درآمد شروع ہو وہ دیہاتوں میں گھس جائیں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں نوجوان سکھوں خصوصاً طلبا کو گرفتار کر کے اپنی حراست میں لے لیں تاکہ یہ لوگ امرتسر کی طرف نہ جا سکیں اور نہ ہی انہیں دربار صاحب پہنچنے کا موقع ملے......

اس حکم پر 27 مئی 1984ء سے بھارتی پیرا ملٹری فورسز نے عمل کرنا شروع کر دیا تھا انہوں نے اس دوران ہزاروں سکھ نوجوانوں کو گروپوں کی شکل میں گرفتار کر کے جیلوں میں بند کرنا شروع کر دیا جنہیں پھر 1985ء کے آخر میں جیلوں سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔

ان میں سینکڑوں وہ بدقسمت بھی ہیں جو آج تک اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹے اور ان کی ماؤں کی آنکھیں اپنے جگر گوشوں کے انتظار میں پتھرا چکی ہیں۔

27 مئی کے بعد سے آپریشن بلیوسٹار کے آغاز تک 50 ہزار کے لگ بھگ سکھ نوجوانوں کو پنجاب اور ہریانہ کے مختلف علاقوں سے گرفتار کر کے غائب کر دیا گیا......!! ان میں سے بے شمار ایسے تھے جو پھر کبھی لوٹ کر واپس نہ آئے۔

یہ سلسلہ آج تک جاری ہے......!!

آج بھی پنجاب میں پولیس یا فوج کے لئے کسی بھی شخص کو معمولی شک کی بنا پر اغوا کر لینا' تشدد کرنا یا جان سے مار ڈالنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں سمجھی جاتی۔

☆☆☆

"سنڈے آبزرور" کی امرتا ابراہام وہ پہلی خاتون صحافی تھی جس نے اس سانحے کے بعد اگست کے اوائل میں جب فوج نے اپنے جرائم کے نشانات تقریباً مٹا دیئے تھے پنجاب کا پانچ روز خفیہ دورہ بھیس بدل کر کیا تھا۔

15 اگست 1984ء کے سنڈے آبزرور میں اس نے لکھا:

پنجاب کے دیہات کا سرپنچ فوج نے اغوا کرایا۔ ان سرپنچوں کو خصوصی ٹیموں کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے سختی سے پوچھ گچھ کی گئی کہ ان کے علاقے میں کون کون سے نوجوان مشتبہ ہیں؟ سرپنچوں نے اپنی جان بچانے کے لئے جہاں نہ چاہتے ہوئے نوجوانوں کے نام لکھوائے وہاں اپنی ذاتی دشمنیوں کا بدلہ بھی اس چکر میں چکا دیا اور کئی بے گناہوں کو تاریک سیلوں کی سیر کروا دی۔

فوج اور پولیس کے دستے نوجوانوں کو ان کے گھروں سے گرفتار کر کے پکی سڑک پر لے آتے جہاں ان کے کپڑے اتروا کر انہیں تپتی سڑکوں پر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لٹا دیا جاتا ہے۔ انہیں ننگے پاؤں دھوپ میں جلتی سڑکوں پر بھاگنے پر مجبور کیا جاتا جس کے بعد تاریک سیلوں میں پہنچا دیا جاتا جہاں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا......!!

ان میں سینکڑوں وہ نوجوان تھے جو انتہائی کم عمری میں بھارتی فوجیوں کے جنسی تشدد کی بھینٹ چڑھ گئے اور انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے......!!

اس بہیمانہ اور انسانیت سوز جرم کا سب سے زیادہ قابل نفرت اور اذیتناک پہلو یہ تھا کہ مرنے والوں کے لواحقین کو ان کے پیاروں کی موت سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔

پنجاب میں مارشل لاء کا دور دورہ تھا۔ ان لواحقین کے لئے کوئی ایسا راستہ نہیں تھا کہ وہ کم از کم اپنے پیاروں کی موت کی تصدیق ہی کر سکتے یہ سب کچھ شاید اس لئے کیا جا رہا تھا کہ ان جرائم کا

کوئی ثبوت باقی نہ رہے اور بھارتی فوج کے گناہوں کی پردہ پوشی کی جا سکے۔

لیکن.....!

آج کی مہذب دنیا میں یہ ممکن نہیں رہا کہ دنیا کی کسی فوج کے جرائم ہمیشہ کے لئے چھپے رہیں......!

ظلم کی ہر وہ روایت جو انسانی تاریخ کے کسی دور میں موجود رہی ہوگی زندہ کی گئی۔

زندہ انسانوں کی آگ میں جلایا گیا......!!

عورتوں اور کم عمر نوجوانوں کو جنسی تشدد کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

ایک مدت تک پنجاب "رومن اکھاڑہ" بنا رہا!

درندگی اور بہیمیت کا ننگا ناچ جاری رہا!

لیکن......!

عالمی پریس "انٹرنیشنل ریڈ کراس" ہیومن رائٹس یا کسی بھی غیر ملکی وفد کو پنجاب میں داخلے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی گئی جب تک کہ وہاں سے بھارتی فوج نے اپنے جرائم کے تمام نشانات مٹا نہیں ڈالے......

اب کہانیاں باقی رہ گئی تھیں......!

کہانیاں جنہیں بھارتی حکومت نے جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جو اتنی سچی ہیں جتنی بھارتی حکمرانوں کی درندگی......!!

6 جون 1984ء کو طاقت اور اقتدار کے نشے میں دھت بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے دربار صاحب میں فوج داخل کر کے شاید اپنی دانست میں "سکھ مسئلے" کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔

لیکن......!

اس کی توقعات کے برعکس اس کا نتیجہ بڑا بھیانک نکلا نہ صرف مسز اندرا گاندھی بلکہ اس آپریشن کے تقریباً ہر متحرک کردار کو سکھوں نے مار ڈالا......

چھپ کر بھی......

اعلان کر کے مار ڈالا۔

اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے......

پنجاب کے سکھ اور بھارتی حکمرانوں کے درمیان ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ جاری ہے

اور یہ جنگ بڑی تیزی سے اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے کبھی اس کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے کبھی اس کی حدت کم پڑنے لگتی ہے......!

آپریشن بلیو سٹار انسانیت کے منہ پر ایسا بھرپور طمانچہ ہے جس کی مثال نہ گزشتہ ادوار میں نظر آتی ہے اور نہ آنے والی صدیوں میں شاید کوئی انسان نما بھیڑیا وحشت اور درندگی کی روایت کو دہرانے کی جرأت کر سکے گا۔

☆☆☆

29 ستمبر 1981ء کو دل خالصہ کے صدر سردار گجندر سنگھ نے جو پنجابی کے سکالر اور شاعر بھی ہیں اور اپنی انقلابی جدوجہد کے حوالے سے ایک خاص مقام کے حامل رہے ہیں سکھوں پر ہونے والے مظالم کی داستان دنیا کے سامنے لانے کے لئے اپنے چار ساتھیوں کی مدد سے بھارتی ائیرلائن کا ایک جہاز اغوا کیا اور اسے لاہور کے ہوائی اڈے پر اترنے پر مجبور کر دیا۔

یہ اس لحاظ سے دنیا کا انوکھا اغوا تھا کہ جہاز کے اغوا کے لئے کوئی باقاعدہ اسلحہ استعمال نہیں کیا گیا۔ سکھوں نے صرف کرپانوں کی مدد سے جہاز کو اغوا کیا اس میں سوار مسافروں کو ایک لمحے کے لئے بھی اس بات کا احساس نہ ہونے دیا کہ انکا پالا دہشت گردوں یا اغوا کاروں سے پڑا ہے۔ ان کے ساتھ "مثالی برتاؤ" کیا اور لاہور کے ہوائی اڈے پر جہاز اتارنے کے بعد خود کو حکام کے حوالے کر دیا۔ انہیں بعد میں عمر قید کی سزا ہوئی اپنی قید مکمل ہونے کے بعد وہ رہا ہو کر پاکستان سے جا چکے ہیں لیکن ابھی تک آزاد خالصتان کے لئے ان کی جدوجہد جاری ہے۔

سردار گجندر سنگھ اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ چلا اور سردار گجندر سنگھ کو عمر قید کی سزا ہوئی۔ انہوں نے لاہور کی خصوصی عدالت میں جو بیان ریکارڈ کروایا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور آپریشن بلیو سٹار کو سمجھنے میں بے حد مددگار ہے۔ سردار گجندر سنگھ کا بیان پیش خدمت ہے۔

آج جب کہ میں ساڑھے تین سال سے زیادہ عرصہ جیل کی اونچی دیواروں اور لوہے کی سلاخوں اور الگ الگ نمبر کے تالوں کے پیچھے قید رہنے کے بعد اس عدالت کے کٹہرے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہوں تو کئی نظریں مجھ پر جمی ہیں کسی کے لئے میں مجرم ہوں، کسی کے لئے میں ہیرو، کسی کے لئے غدار ہوں کسی کے لئے قوم پرست، کسی کے لئے انتہا پسند اور کسی کے لئے حریت پسند ہوں۔ آخر میں کیا ہوں؟ شاید اسی بات کا فیصلہ اس معزز عدالت نے کرنا ہے۔

میرے عدالت کے کٹہرے تک پہنچنے سے پہلے ایک لمبی کہانی ہے۔ میری قوم کی بدنصیبی کی کہانی۔ میری قوم کے نا اہل کم عقل اور غدار لیڈروں کی کہانی، ہندوؤں کی طرف سے کئے گئے وشواش گھات (دھوکے) کی کہانی۔ میری قوم پر ہوئے ظلم و تشدد کی کہانی اور میری قوم کے بہتے ہوئے پوتر خون کی کہانی۔

ایک وہ وقت بھی تھا جب ہم بھی دنیا کی آزاد قوموں میں سر اٹھا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس برصغیر پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے ساتھ ہی ہماری آزادی کا سورج بھی غروب ہو گیا، پھر اس برصغیر کی باقی قوموں کے ساتھ ہم نے بھی مل کر جنگ آزادی میں حصہ لیا اور اپنے آبادی کی نسبت کہیں زیادہ قربانیاں دیں۔

1947ء سے پہلے جب کبھی برصغیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے انگریز سرکار نے کوئی بات کی تو ہندو مسلمان اور سکھوں کے نمائندوں کو طلب کیا جاتا تھا۔ ان اقوام کو برصغیر کے مالک جانتے ہوئے ہی تمام فیصلے ہوتے رہے۔ ہندوؤں کی نمائندگی دھرم نرپکھتا (سیکولرازم) کی آڑ میں کانگریس کر رہی تھی۔ جو برصغیر کی سب سے بڑی جماعت اور اس کے تمام معاملات کا خود کو ٹھیکیدار کہلانے کی دعویدار تھی۔

مسلمانوں کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی۔ جس کے لیڈر مسلمانوں کے لئے علیحدہ "ہوم لینڈ" کا مطالبہ کر کے اسی سمت پیش رفت کر رہے تھے۔ سکھوں کی نمائندگی اکالی دل کر رہی تھی جس کے لیڈر سیاسی بصیرت سے عاری اور سکھ قوم کی خواہشات کے بالکل برعکس آپس کی خلفشار کا شکار ہو چکے تھے۔

14 اگست 1947ء آن پہنچا۔ مسلم لیگ نے قائداعظم کی لیڈرشپ میں برصغیر میں علیحدہ مملکت پاکستان حاصل کر لی اور کانگریس نے برصغیر کے باقی حصے پر دھرم نرپکھتا کی آڑ میں قابض ہو کر اسے ہندوستان کا نام دیا اور اس پر ہندو کی بالا دستی قائم کر دی۔ اکالی دل جو سکھوں کی نمائندگی کر رہی تھی کے ہاتھ کانگریس کے جھوٹے وعدوں اور وشواش گھات (دھوکے) کے سوا اور کچھ نہ آیا۔ کانگریس کی ہندو لیڈرشپ کی طرف سے اکالی دل کے ساتھ کئے گئے وعدے اور دیئے گئے دھوکے کیا تھے آیئے اس پر ایک نظر ڈالیں۔

☆☆☆

26/27 دسمبر 1929ء لاہور کانگریس مشن نے ایک قرارداد پاس کی جس کی رو سے سکھوں سے وعدہ کیا گیا کہ ہندوستان کی آزادی کے فوراً بعد سکھوں کے حقوق کی مکمل رکھوالی کی جائے گی اور آزاد ہندوستان میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو سکھوں کو نامنظور ہو۔ کانگریس کے مختلف لیڈر 1947ء تک بار بار اس وعدے پر عمل کرنے کی یقین دہانی اپنے بیانات کے ذریعے کرواتے رہے۔

6 جولائی 1946ء کو پنڈت نہرو نے سکھوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں کا اعلان کرتے ہوئے

کہا:

"پنجاب کے سکھ خصوصی سلوک (ہمدردی) کے مستحق ہیں۔ مجھے اس بات میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی اگر ہندوستان کے شمال مغرب (اتر پچھم) میں ایک ایسا آزاد خطہ سکھوں کو دے دیا جائے جہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔"

یہ تھے وعدے اور دھوکے جن پر یقین کرتے ہوئے سکھوں کے لیڈروں نے اپنی قوم کا مستقبل ہندو کے ہاتھ میں دے دیا اور یوں 15 اگست 1947 کے بعد میری بدقسمت قوم کی غلامی کا آغاز دوبارہ شروع ہو گیا۔

جب میں اپنی قوم کے لیڈروں کی کم عقلی اور نااہلی کا رونا روتا ہوں تو اس کے پس پردہ کچھ محرکات ہیں جن میں سے ایک دو کا بیان ضروری ہے۔ یہ ذکر ایک ملاقات کا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے۔ پٹیالہ ریاست کے سابق پردھان منتری ہری دت سنگھ کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح اور سکھ لیڈروں کے درمیان ہونے والی ملاقات کا ذکر جس میں وہ خود بھی شامل تھے۔ اپنے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے۔ یہ ملاقات کا ذکر جس میں وہ خود بھی شامل تھے۔ اپنے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے۔ یہ ملاقات سر تیجا سنگھ کی کوٹھی 4 بھگوان داس روڈ دہلی میں ہوئی۔ مسلم لیگ کے سربراہ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ اس ملاقات میں اکالی دل کے سربراہ ماسٹر تارا سنگھ جی گیانی کرتار سنگھ جی مہاراجہ پٹیالہ اور ان کے پردھان منتری ہری دت سنگھ شامل تھے۔

سکھ عوام 1947ء سے پہلے ہی اپنے لیڈروں سے اپنے مستقبل کی دوسری پارٹیوں سے ضمانت حاصل کرنے کی توقع کر رہے تھے۔ ہری دت سنگھ بتاتے ہیں کہ اس ملاقات میں قائداعظم نے سکھوں کے لئے اتنی فراخدلی کا مظاہرہ کیا کہ میٹنگ میں موجود تمام سکھ لیڈر حیران اور لاجواب ہو کر رہ گئے۔ مسلم لیگ کی لیڈرشپ کے اس فراخدلانہ سلوک کے باوجود کانگریس کے پنجوں میں کھلونا بنی ہوئی سکھ لیڈرشپ مسلم لیگ کے ساتھ کسی فارمولے یا سمجھوتے پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ سکھ دانشور سردار کپور سنگھ جی اپنی کتاب "ساچی ساکھی" میں لکھتے ہیں کہ 1947ء سے پہلے قائداعظم نے سکھ نوجوانوں کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا۔

"سکھوں نے ہندو کو غلام دیکھا ہے وہ نہیں جانتے آزادی حاصل کرتے ہی یہ کتنا خطرناک ہو جائے گا۔"

قائداعظم کے ان الفاظ کی حقیقت 1947ء کے فوراً بعد ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ کاش! سکھ قوم

ان الفاظ کے مطلب پر پہلے غور کیا ہوتا تو یقیناً میں آج عدالت کے اس کٹہرے میں نہ کھڑا ہوتا۔

سکھ قوم نے برصغیر میں انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی تحریک آزادی میں اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں بڑھ کر قربانیاں دی ہیں جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

سزا	کل	سکھ
عمر قید (کالے پانی کی سزا)	2664	2187
جلیانوالہ باغ کا سانحہ	1302	799
پھانسی چڑھے	121	93
بجبج گھاٹ (کلکتہ) گولیوں سے مارے گئے۔	نامعلوم	67
ملیر کوٹلہ توپوں سے اڑائے گئے	نامعلوم	91
ببرا کالی لہر کے شہید	نامعلوم	160
گوردوارہ سدھار کے لہر کے شہید		887
قید اور گرفتاریاں		21587

☆☆☆

اس جنگی سنگھرش اور بے شمار قربانیوں کے باوجود اکالی لیڈرشپ سکھ قوم کے لئے محفوظ مستقل اور آبرومندانہ آزادی سے زندگی گزارنے کے مواقع بھی حاصل نہ کر سکی۔ سکھ لیڈرشپ کے غلط فیصلے کی وجہ سے سکھوں کی کل تعداد کے 40% کے گھربار اجڑ گئے اور انہیں ہجرت کر کے آنا پڑا اور بربادی ان کا مقدر بنی۔

مسلمانوں کے اٹھائے گئے نقصان کے بدلے پاکستان کے حصول اور آزادی کی خوشی پر تسلی حاصل تھی۔ جبکہ سکھوں کے پاس اٹھائے گئے نقصان کے بدلے دکھ اور پچھتاوے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

1947ء کی آزادی کے فوراً بعد ہندو قوم نے آزادی اور طاقت کے گھمنڈ میں چور ہو کر سکھوں سے غلاموں والا سلوک شروع کر دیا۔ جس کی کچھ مثالیں حاضر ہیں۔

1948ء ہی میں پوربی پنجاب کی حکومت نے بڑی کرپان پر پابندی لگا دی۔ جو سکھ قوم کے دھرم اور عظیم روایات (سمپیا چارک اتے ورثہ) کا حصہ ہے اور ہر سکھ خاندان کی عزت سمجھی جاتی ہے۔ یہ

سکھ قوم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کھلی حرکت تھی جس کا اکالی دل نے نوٹس لیا اور یہ پابندی واپس لے لی گئی۔

1948ء میں پنجاب کے گورنر چندو لال ترویدی کی طرف سے ایک سرکاری سرکلر جاری کر کے سکھ قوم کو جرائم پیشہ قرار دیا گیا۔ جب اکالی دل کو علم ہوا تو اس کی طرف سے زبردست احتجاج کے بعد یہ سرکلر واپس لیا گیا۔

یہ دونوں گھناؤنی بھارت کی نئی سرکار کی "کوئی دفتری غلطیاں (Clerical Mistakes) نہیں تھیں بلکہ سکھ قوم کے متعلق ان کی سوچ اور ذہنیت کی عکاس تھیں۔

26 جون 1951ء کو ہندوستان میں جو قانون نافذ کیا گیا وہ کانگریس کی ہندو قیادت کی طرف 1947ء سے قبل کیے گئے وعدوں کے برعکس تھا۔ اس قانون کی رو سے سکھوں کو "بدھوں اور جینیوں" کی طرح ہندو سماج کا ایک حصہ قرار دے دیا گیا اور سکھوں پر ہندوؤں کے بنائے گئے قوانین ہی ٹھونس دیئے گئے۔

یہ سکھ قوم لیے ناقابل برداشت تھا۔

قانون ساز کمیٹی کے دو سکھ ممبران سردار حکم سنگھ اور سردار بھوپندر سنگھ نے یہ کہہ کر اس مسودہ قانون پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

"یہ قانون سکھوں کے حقوق کی پاسداری نہیں کرتا اس لئے ہم اسے نامنظور کرتے ہیں رد کرتے ہیں۔"

اس طرح سکھوں کی طرف سے نامنظور اور رد کیے گئے قوانین ہی آج تک سکھوں پر ٹھونسے جا رہے ہیں۔

☆☆☆

نیا قانون سکھوں کی مرضی کے خلاف ان پر ٹھونسے جانے پر سکھ قوم کی سیاسی لیڈرشپ میں سکھ قوم کے مستقبل سے متعلق دو علیحدہ علیحدہ نظریات سامنے آئے۔ ایک وچار یہ تھا کہ ہندو کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے آزاد خالصتان کے حصول کی جدوجہد شروع کی جائے۔ اس گروپ کی نمائندگی اکالی لیڈر جتھیدار پریتم سنگھ گوجرال کر رہے تھے۔ دوسرا وچار یہ تھا کہ نئے حالات کو قبول کرتے ہوئے بھارت کے اندر رہتے ہوئے سکھ قوم کی بہتری کے لئے کوئی نئی راہ اختیار کی جائے۔ دوسرے گروپ کی نمائندگی ماسٹر تارا سنگھ کر رہے تھے۔

اس گروپ کی طرف سے اندرونی خودمختاری کی بنیاد پر پنجابی صوبے کا مطالبہ کیا گیا۔ جہاں اس گروپ کے کہنے کے مطابق سکھ قوم کا مستقبل محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کشمکش میں ماسٹر تارا سنگھ جی کے گروپ کو کامیابی حاصل ہوئی اور اکالی دل کی طرف سے "پنجابی صوبے" کی مانگ سکھوں کے "سیاسی نشانے" کے طور پر سامنے آئی۔

تمام ہندوستان میں لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم عمل میں آئی لیکن 1953ء میں سٹیٹ ری آرگنائزیشن کمیشن (Src) نے پنجابی صوبے کا مطالبہ رد کر دیا۔ پنجابی صوبے کی مانگ کیوں رد کی گئی؟! کیونکہ پنجابی بھاشا کو سکھوں کی بھاشا ہی سمجھا گیا اور پنجابی صوبے کی مانگ کی سکھوں کی مانگ کی وجہ سے شک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

ہندو قوم کے اس رویے نے سکھوں کے جذبات کو اور ابھارا۔ 1955ء میں اکالی دل کی طرف سے پنجابی صوبے کے حصول کے لئے باقاعدہ مہم شروع کر دی گئی۔ پنجاب سرکار کی طرف سے پنجابی صوبے کے مطالبے پر پابندی لگی اور پولیس نے دربار صاحب کے "کرماں" میں داخل ہو کر قتل کے گھر کی (گوردوارہ) بے حرمتی کی۔

ہندو سرکار، ہندو پولیس اور ہندو جماعتوں کی طرف سے سکھوں کے خلاف نفرت کی ایک پرزور مہم کا آغاز ہو گیا۔

1956ء میں "آریہ سماج" کی طرف سے "ہندی بھاشا" کے نام پر "ہندی ایجی ٹیشن" کے دوران نکالے گئے جلوسوں میں سکھوں کے خلاف نفرت انگیز نعرے لگائے گئے جیسے:

"اوڑا ارڑی نہیں پڑھیں گے... جوڑا جوڑی کاٹ دیں گے۔"

"کیسا کنگا کڑا کرپان..... بھیج دیاں گے پاکستان۔"

ان جلوسوں کے شرکاء نے سکھوں کے گھروں اور کاروباری اداروں پر حملے کیے اور آگ لگائی۔ اس طرح سکھ اور ہندو سماج میں نفرت کی بھاؤنا نے بالآخر ٹکراؤ کا روپ اختیار کر لیا۔

30 اپریل 1960ء کو اکالی دل کی طرف سے پنجابی صوبے کے حصول کے لئے ایک نیا مورچہ لگایا گیا۔ اس دوران 57 ہزار سکھوں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ سکھ لیڈر سنت فتح سنگھ جی نے 18 دسمبر 1960ء کو مرن برت رکھا لیکن سرکار پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ہندو سرکار کے سکھوں کے خلاف درشت رویے نے جو ٹکراؤ کی فضا پیدا کر دی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1965ء "سکھ ہوم لینڈ" کے مطالبے نے جنم لیا۔

اکالی دل ماسٹر تارا سنگھ گروپ کی طرف سے 1965ء میں لدھیانہ میں "ہری سنگھ نلوا کانفرنس" میں سکھ ہوم لینڈ کی قرارداد پاس کر دی گئی۔ اس قرارداد کی رو سے پنجابی بولنے والے علاقوں پر مشتمل

سکھ ہوم لینڈ کا مطالبہ کیا گیا جس میں دفاع، قانون کے محکمے ہندوستان سرکار کو دینے تجویز کئے گئے سکھ سیاست جب نیا رخ اختیار کرنے لگی تو ہندوستان سرکار کو بہت تکلیف پہنچی۔

1965ء کی ہند پاک جنگ کے بعد وزیر اعظم لال بہادر شاستری کی موت کے بعد اندرا گاندھی برسر اقتدار آئی تو اس نے مارچ 1965ء میں پنجابی صوبے کی مانگ کو اصولی طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا اور نئی حد بندیاں قائم کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دیا گیا۔ یکم نومبر 1966ء کو پنجابی صوبہ قائم کر دیا گیا لیکن چنڈی گڑھ اور بہت سارے پنجابی سکھ کلچر کے علاقے نئے صوبے سے باہر رکھے گئے۔ بھاکڑا ڈیم کا کنٹرول مرکزی حکومت نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ لسانی بنیاد پر قائم شدہ نئے پنجابی صوبے کا رقبہ 20 ہزار 5 سو چوراسی 20584 مربع میل اور آبادی ایک کروڑ 15 لاکھ چوراسی ہزار تھی جس میں 56 فی صد سکھ تھے۔

ہندوستان کی کل سکھ آبادی کا 88 فیصد اس صوبے میں آباد تھا۔ پنجابی صوبے کے حصول کے بعد بھی جب دہلی سرکار کی سکھوں کے خلاف شر انگیز مہم جاری رہی۔ پنجاب کے ساتھ ہوئے دھوکے سکھ نوجوانوں کے دلوں میں کھٹکتے رہے اور سکھوں کے قومی جذبات ہوا پانے لگے تو سکھ قوم کے اندر آزادی حاصل کرنے کا رجحان پھر سے پیدا ہونے لگا۔ اس نئے رجحان کی نمائندگی ایک بزرگ سکھ لیڈر شہید درشن سنگھ جی پھیرومان نے کی۔ شہید درشن سنگھ جی نے پنجاب کے ساتھ ہوئے دھوکے کو ختم کروانے کے لئے 15 اگست 1969ء کو مرن برت شروع کیا 74 دن کے مرن برت کے بعد 27 اکتوبر 1969ء کو آپ شہید ہو گئے۔ شہید درشن سنگھ جی پھیرومان نے قوم کے نام اپنی آخری وصیت میں سکھ ہوم لینڈ کو قوم کی منزل قرار دیا ہندوستانی سرکار کی سکھوں کے ساتھ بے انصافیاں دھوکے اور زیادتیاں جاری رہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں سکھ قوم کا اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے سنگھرش بھی جاری رہی۔

1965ء میں لدھیانے کی "ہری سنگھ نلوا کانفرنس" میں سکھ لینڈ کی قرارداد پاس ہونے سے سردار درشن سنگھ جی کی شہادت تک کا عرصہ سکھ سیاست میں سیاسی تبدیلیوں کا عرصہ کہلائے گا۔ ان تبدیلیوں میں سکھ دانشور کپور سنگھ کی زیر قیادت سکھ نوجوانوں کا پڑھا لکھا طبقہ سکھ قوم کے مستقبل کے لئے جدوجہد میں مصروف ہو گیا ان نوجوانوں کا تعلق سکھ سٹوڈنٹ فیڈریشن سے تھا اور سکھ ہوم لینڈ کا حصول ان کا مقصود تھا۔

دسمبر 1971ء میں میں بھی اس تحریک کا ایک حصہ بنا رہا اور ایک لمبے سفر سے گزر کر عدالت کے اس کٹہرے تک پہنچا ہوں۔

اپنے قومی حقوق کے حصول کے لئے میری جدوجہد نے کئی گرم سرد دور بتائے اور کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں لیکن میں نے کبھی ان کا اثر قبول نہیں کیا اور کبھی ان سے ہار نہیں مانی۔

دسمبر 1971ء میں جب میں سٹوڈنٹ فیڈریشن چنڈی گڑھ کا پریذیڈنٹ تھا مجھے پردھان منتری اندرا گاندھی کے جلسے میں سکھ ہوم لینڈ سے متعلق پمفلٹ تقسیم کرنے کے الزام میں اپنے تین ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس پمفلٹ پر لکھی گئی عبارت آج تک مجھے لفظ بہ لفظ یاد نہیں لیکن اس کا مدعا کچھ یوں تھا۔

> "1947ء سے پہلے سکھ قوم کے ساتھ جو وعدے کانگریس کی ہندو لیڈر شپ نے کئے تھے انہیں پورے کروانے کا وقت آ گیا ہے ہم آج اعلان کرتے ہیں کہ سکھ ہوم لینڈ کے حصول کے لئے ہماری جدوجہد آج سے شروع۔"

1971ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے لندن جا کر خالصتان کا نعرہ بلند کیا اور بھارت میں ان کے داخلے پر پابندی لگ گئی۔

1972ء کے آخر میں سکھ سٹوڈنٹ فیڈریشن کے جاری کئے گئے ماہوار میگزین جدوجہد (جس کا میں بعد میں ایڈیٹر رہا) میں چھپی میری ایک نظم اور مضمون کی وجہ سے مجھے دو اور ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔

یہ مقدمہ تقریباً 4 سال کے بعد 1976ء میں واپس لے لیا گیا جب خالصتان لہر سکھ عوام میں دن بدن طاقت پکڑنے لگی اور پنجابی صوبے میں بننے والی اکالی وزارتوں کو دلی حکومت کی دخل اندازی کی وجہ بار بار توڑا جانے لگا۔

1973ء میں اکالی دل نے آنند پور صاحب میں اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد پاس کر کے اپنے سیاسی نشانے کو نئے سرے سے مقرر کیا۔ اس اجلاس میں پاس کی گئی قرارداد ہی کو "آنند پور صاحب ریزولوشن" کہا جاتا ہے۔

اس قرارداد کے ذریعے موجودہ پنجابی صوبے سے باہر رہ گئے پنجابی بولنے والے علاقے پنجابی صوبے میں شامل کر کے اس کے لئے اندرونی خود مختاری کی مانگ کی گئی ہے جہاں سکھوں کو مکمل مذہبی اور معاشرتی آزادی میسر ہو۔ اس خود مختار خطے کا علیحدہ اپنا قانون ہو اور دلی حکومت کے ساتھ اس کی سانجھ صرف ڈیفنس امور خارجہ کرنسی اور تجارت کے اصولوں تک رہے۔ 75-1974ء کے دوران میں خالصتان تحریک کے نمائندہ میگزین (جنگ) کا ایڈیٹر رہا ہوں۔

13 اپریل 1975ء کو میرا پہلا شعری مجموعہ "پنج تیر ھوں" سکھ ساہیت کی طرف سے شائع کیا گیا جس کی 10 کاپیاں میں نے پاکستانی لکھاریوں کو ڈاک کے ذریعے بھیجیں جو ہندوستان کے سنسر بورڈ نے روک لیں اور اس کے بعد دسمبر 1975ء میں "پنج تیر ھوں" ضبط کر لی گئی اور مجھے پندرہ مہینے بعد محکمہ تعلیم کی نوکری سے برطرف کر دیا گیا اس کتاب میں میری ایک نظم ہے۔

"گنگوتوں نگا ہی تک" جو میرے خیالات کی عکاسی کرتی ہے۔

1978ء سکھ تحریک میں خاص مقام رکھتا ہے ایمرجنسی کے بعد اندرا حکومت ختم ہو چکی تھی اور دلی میں ایک نئی جماعت جنتا پارٹی طاقت پکڑ رہی تھی۔

جنوری 1978ء میں ہریانہ کے ایک گاؤں پنڈوری میں چار نہنگ سکھوں کو گوردوارے کی زمین کے جھگڑے کی وجہ سے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

13 اکتوبر 1978ء کو سری امرتسر صاحب میں ایک سانحہ جس کو دلی سرکار اور پریس اکثر "نرنکاری سکھ ٹکراؤ" کا نام دیتا ہے اس سانحہ میں بھائی فوجا سنگھ جی شہید کی زیر کمان 13 سکھ شہید اور تقریباً بیاسی زخمی ہوئے یہ نرنکاری کون ہیں۔ ان کا مقصد کیا ہے؟ ان کے ساتھ سکھوں کے جھگڑے کی کیا وجوہات ہیں؟

یہ ایک لمبا معاملہ ہے یہ کہانی انتہائی کافی ہے کہ یہ سکھوں سے الگ گروہ ہے جسے ہندوؤں اور ہندو سرکار کی پوری پوری پشت پناہی حاصل ہے اس سانحہ میں 13 سکھوں کی شہادت آج کی سکھ تحریک کی بنیاد ہے۔

13 اپریل 1978ء کے سری امرتسر صاحب کے سانحہ کے بعد سکھوں میں جو غصے بھرے جذبات کا طوفان اٹھا۔ اس کے نتیجے میں جگہ جگہ نرنکاریوں اور ان کی پشت پناہی کر رہی دلی سرکار کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ ان مظاہروں نے سکھ قوم کے دلوں میں آزادی کے لئے تڑپ غلامی کا احساس پیدا کیا ان ابھرتے ہوئے جذبات کی رہنمائی کرنے کے لئے عظیم رہنما سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے سامنے آئے جنہوں نے سکھ قوم کو ناامیدی کے اندھیروں سے نکال کے جدوجہد آزادی کے راستے پر ڈال دیا۔

6 اگست 1978ء کو خالصتان لہر کو منظم کرنے کے لئے چندی گڑھ میں دل خالصہ قائم کیا گیا۔ اعلانیہ طور پر ہندوستان کی غلامی سے نجات کا اعلان کیا اور آزادی کے لئے سنگھرش کا ڈنکا بجایا۔

14 ستمبر 1978ء کانپور میں ایک اور سانحہ ہوا جس میں سکھ نرنکاری ٹکراؤ کے نتیجے میں سات سکھ شہید ہوئے جن کی کمان میرے نزدیکی ساتھی اور دوست بھائی جگجیت سنگھ جی کر رہے تھے۔

5 دسمبر 1978ء دلی میں ایک اور سانحہ ہوا۔ سکھ نرنکاری ٹکراؤ جس میں دو سکھ شہید ہوئے۔

1978ء کے دوسرے مہینے میری قومی نظموں کا دوسرا مجموعہ "گفتگو دی روح" سکھ ساہیت کیندر چندی گڑھ نے شائع کی جو بعد میں ضبط ہو گئی۔

دل خالصہ کی طرف سے ماہوار میگزین "وسے جتریا" جاری کیا گیا جس کو میں ایڈٹ کرتا تھا۔

1979ء کا سال بھی خالصتان تحریک میں مظاہروں اور کانفرنسوں کا سال رہا اس دوران دلی حکومت کے خلاف سکھ قوم کے کھڑے ہوتے ہوئے جذبات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔

14 اگست 1980ء کو نرنکاری گروہ کے سربراہ گربچن سنگھ کا دلی میں قتل ہو گیا اس قتل کے بعد دلی سرکار کے خلاف دل خالصہ پانچ بڑے نشانے لے کے آگے بڑھا۔

نمبر 1۔ سکھوں کو مکمل آزادی کے لئے خالصتان کا حصول۔

نمبر 2۔ دنیا بھر میں موجود آزادی کی تحریکوں سے تال میل پیدا کرنا۔

نمبر 3۔ سکھوں میں مذہبی بیداری اور تجدید مذہب کی تحریک پیدا کرنا۔

نمبر 4۔ پنتھ کے مخالف جماعتوں اداروں اور نقلی گوروکاڈٹ کے مقابلہ کرنا۔

نمبر 5۔ سکھ قوم کے مخالف عناصر کا ہر سطح پر مقابلہ کرنا۔

☆☆☆

1977ء میں ایمرجنسی کے خاتمے کے بعد جب جنتا پارٹی طاقت میں آئی تو ہندوستان کے سیاسی مزاج میں تبدیلیوں کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مگر اس دور کی عمر بہت تھوڑی ہی ثابت ہوئی۔ ان تبدیلیوں کا جو اثر سکھ قوم اور سکھ تحریک پر پڑا وہ 1978ء کے دوران سامنے آیا۔ آیئے ذرا ان کے تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

1947ء سے 1977ء تک 30 سال لگاتار ہندوستان میں ایک پارٹی کی حکومت رہی ہے اس دور میں ہندوستان کانگریس اور نہرو خاندان ایک ہی چیز کے تین روپ سمجھے جانے لگے تھے۔

1975ء تا 1977ء کی ایمرجنسی کے دوران ایمرجنسی کے دور میں اس حقیقت کا کانگریس کے پلیٹ فارم سے کھلے عام اشارہ ملنے لگا تھا۔

انڈین نیشنل کانگریس کے پریذیڈنٹ مسٹر بروکتا نے تو "انڈیا از انڈیا اینڈ اندرا از اندرا" کا نعرہ لگا کے خاندانی حکومت کی حقیقت کو 1947ء کے بعد کی ہندوستانی سیاست کے اتہاس میں شامل کر دیا ہے۔

آج مسٹر راجیو گاندھی کے پردھان منتری بننے کے بعد اس معاملے میں کسی شک کی گنجائش

نہیں رہ جاتی۔

1977ء میں تیس سال بعد پہلی بار ایمرجنسی، کانگریس اور مسز اندرا گاندھی کے خلاف اُٹھی منفی لہر کے نتیجے میں دلی میں ایک حکومت طاقت میں آئی اس کا نام جنتا پارٹی تھا۔

1974-75ء میں بہار میں شروع کی ہوئی طالب علموں کی احتجاجی تحریک جس کی کمان سرووئے نے سنبھالی۔ جے پرکاش نارائن کر رہے تھے جب سارے ہندوستان میں پھیلنے لگی تو اندرا حکومت نے 25 جون 1975ء کو ایمرجنسی کا اعلان کر دیا...... اور جے پرکاش نارائن سمیت تمام اپوزیشن لیڈروں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔ اس ایمرجنسی کے خلاف ہندوستان کی اپوزیشن جماعتوں نے اپنی جدوجہد جمہوریت کے لئے جاری رکھی گئی لیکن پنجاب میں اکالی دل کی طرف سے لگایا گیا مورچہ سب سے علیحدہ اور شکتی شالی (طاقتور) تھا جو ایمرجنسی کے لاگو ہونے تک جاری رہا۔

28 فروری 1977ء کو جب ایمرجنسی کو نرم کر کے اپوزیشن لیڈر رہا کئے گئے۔ اور اندرا حکومت کی طرف سے مارچ میں ہوئی کاروائی کا اعلان کیا گیا تو وہ تمام اپوزیشن جماعتیں جن کے لیڈر ایمرجنسی کے مخالف ہونے کی وجہ سے جیلوں میں بند کر دیئے گئے تھے۔ جے پرکاش نارائن کے زیر کمان جنتا پارٹی کے نام سے اکٹھے ہو گئے اس جنتا پارٹی میں کانگریس کو چھوڑ کے آئے مسز اندرا گاندھی کے مخالف گروپ کانگریسی اور چندر شیکھر کے علاوہ جن سنگھ شمالی بھارت کے ہندو کسانوں کی جماعت چوہدری چرن سنگھ بھارتیہ لوک دل سابقہ مہاراجے اور سرمایہ داروں کی ساتھی سوتنترا پارٹی بائیں بازو کی پارٹیاں سوشلسٹ پارٹی، پرجا سوشلسٹ پارٹی اور ریپبلک پارٹی آف انڈیا شامل ہو گئیں۔

جنتا پارٹی نے کچھ علاقائی پارٹیوں کے ساتھ انتخابی سمجھوتہ بھی کیا۔ جن میں اکالی دل شامل تھی دو بڑی کمیونسٹ پارٹیوں میں ایک بھارتی کمیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری رنجھا اگاندھی کے ساتھ تھا اور مارکسی کمیونسٹ پارٹیوں کا سمجھوتہ جنتا پارٹی کے ساتھ تھا۔

پارلیمنٹری چناؤ کے نتیجے جنتا پارٹی کے حق میں گئے اور کانگریس اور ہندو خاندان کی 30 سالہ حکومت کا عارضی خاتمہ ہو گیا۔

☆☆☆

اس نئی طاقت میں آئی جنتا پارٹی میں مسلمانوں اور سکھوں کے خلاف بغض رکھنے والا طبقہ بڑی تعداد میں تھا۔ سکھوں کی بڑی جماعت اکالی دل بڑی سوچ بچار کے بعد اس فیصلے پر پہنچ گئی کہ سکھوں کی تکلیف کی وجہ صرف کانگریس اور ہندو آبادی میں ہے کیونکہ اکالی دل کا واسطہ پچھلے

تیس سالوں میں یا اس سے بھی پہلے صرف کانگریس کے ساتھ ہی رہا تھا سکھوں میں یہ طبقہ اس خیال کا حامی تھا اگر کانگریس کی حکومت ختم ہو جائے تو سکھوں کے تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس خیال کے سبب اکالی دل مرکز میں بھی جنتا پارٹی کا بھی وال بنا اور اس کے دو ممبر لئے گئے۔ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد سکھوں کے ساتھ رویہ جب سامنے آیا تو ہندوستانی سیاست کی اس نئی طاقت نے سکھوں کے پہلے والے خیالات کو بڑی گہری چوٹ لگائی۔

اس نئی جنتا پارٹی نے جنوری 1978ء میں بنسی پنڈوری کی ہریانہ میں چار تینک سکھ شہید کر کے سکھ قوم کو پہلا تحفہ دیا اس کے بعد 13 اپریل 1978ء دسمبر 1978ء امرتسر کانپور اور دلی میں تین سانحہ ہوئے جن میں تیرہ سات اور دو سکھ شہید ہوئے۔

نرنکاری سکھ مسئلے کے لئے نئی قائم شدہ حکومت کا رویہ پہلی حکومتوں سے کہیں زیادہ سکھوں کے خلاف تھا۔ جنتا دور کے پردھان منتری مسٹر مرار جی ڈیسائی کا رویہ تو خصوصاً سکھوں کے معاملے میں نفرت سے بھرپور تھا اس کی ایک سیاسی وجہ ہے۔ 13 اپریل کے سانحہ کے بعد نرنکاری ٹولے کا سربراہ گربچن سنگھ کے قتل کے بعد امرتسر سے فرار ہو کے دلی پہنچا تو وہ سیدھا مرار جی ڈیسائی کو ملنے گیا۔ مسٹر ڈیسائی نے ان تیرہ قتلوں کے ذمہ دار کو خاص مہمانوں کی طرح جانا اور اس کی خاطر تواضع کی۔

جب 14 مئی 1978ء کو اس کے برعکس جب 13 سکھوں کے قتل کے خلاف احتجاجی جلوس کی شکل میں جوگا سنگھ دلی میں مرار جی ڈیسائی کی کوٹھی پر پہنچا تو وہ میمورنڈم لینے کے لئے باہر نہ آئے اور جان بوجھ کر کچھ دیر پہلے باہر چلے گئے تھے۔ یہ حرکت سکھوں کے جذبات کو کچل دینے کے مترادف تھی۔

جنتا لیڈرشپ کے اس رویے نے سکھوں کی سوچ میں نیا انقلاب پیدا کیا۔ کانگریس کی سکھ دشمنی وہ گزشتہ 30 سال سے دیکھتے آ رہے تھے اور اس کی مخالف جماعتیں جن سے اکالی دل کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اور وہ ان کی اتحادی بنی ہوئی تھی جب کانگریس کے بدلتے روپ میں طاقت میں آئی تو انہوں نے آتے ہی سکھوں کے خلاف اسی دشمنی سے بھرپور رویے کا اظہار کر دیا اب سکھوں کے پاس سوائے اس کے سوچنے کے کچھ نہیں تھا کہ ہندوستان میں کوئی سیاسی جماعت ان کی دوست نہیں ہے اور سکھ کا ٹکراؤ کانگریس یا جنتا پارٹی سے نہیں بلکہ دلی کی حکومت سے ہے۔ میں نے ان حالات کو اپنی ایک نظم "گنگو دی روح" جو میری دوسری کتاب کی مرکزی نظم ہے میں اس طرح بیان کیا تھا:۔

اے گاندھی اندرا یا نہرو دی دھی

سلسلہ ختم ہوندا نئیں

سلسلہ جاری اے

تے ہُن

گنگو دے وارثاں دی واری اے

☆☆☆

ہندوستان میں تین بنیادی نظریات کی حامل سیاسی جماعتیں ہیں ایک کانگرس ہے جو سیکولرازم اور سوشلزم کی دعویدار ہونے کے باوجود شروع سے ہی ہندو خیالات کے زیر اثر رہی اور اپنی سکھ دشمنی ثابت کر چکی ہے۔

دوسرا چوں چوں کا مربہ ہے یہ 1977ء جنتا پارٹی کے نام تلے اکٹھے ہوئے اور 1980ء میں دوبارہ بکھر گئے۔ آج ان کے بکھرے ہوئے دھڑے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں تلے کام کر رہے ہیں اور اس میں سابقہ جن سنگھ اور موجودہ بھارتی جنتا پارٹی جیسے دائیں بازو کی ہندو جماعتیں بھی ہیں۔ چوہدری چرن سنگھ کا لوک دل بھی ہے جو اپنے کئی نام بدل چکا ہے لیکن اصل میں یہ ہندو کسانوں اور جاٹوں کی جماعت ہے جو سکھ دشمنی میں کسی بھی طرح بھارتی جنتا پارٹی سے پیچھے نہیں اور جنتا پارٹی جیسی جماعت بھی ہے جس میں چندر شیکھر جیسے جنتا وادی بھی ہیں اور ڈیسائی جیسے دائیں بازو کے ہندو دماغ والے سیاست دان بھی' ان کے علاوہ کچھ کانگریس سے الگ ہوئے بھی ہیں جیسے کانگرس ایس اور کانگرس جے جن کا دائرہ اثر مخصوص حلقوں یا علاقوں تک محدود ہے ان سب کا سانجھا روپ جنتا پارٹی کا دور بھی سکھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

تیسرا دھڑا کمیونسٹ ہے جس میں بھارتی کمیونسٹ مارکس وادی، کمیونسٹ پارٹی، آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی اور ان کے علاوہ اپنے آپ کو کرانتی کاری (انقلابی) کہلاتے والی کمیونسٹ مارکسسٹ مکسلن پارٹی بھی شامل ہیں۔ بنیادی روپ میں یہ سب مذہب کے خلاف ہیں اور سکھ قوم جس کی سیاست کی بنیاد ہی مذہب ہے ان سے کوئی امید نہیں رکھ سکتی ایسے حالات میں ہندوستان میں سکھوں کا مستقبل سوائے ناامیدی کے اندھیروں کے کیا ہو سکتا ہے؟

☆☆☆

اپنے حقوق کے لئے بالآخر سکھوں نے اکالی دل کے جھنڈے تلے مورچہ لگایا تو حکومت کی طرف سے ان پر تشدد شروع ہو گیا۔ بڑی تعداد میں سکھوں کو گرفتار کیا گیا اور سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کی گرفتاری کی کوشش بھی شروع ہو گئی۔ دلی سرکار کے اس رویے کے خلاف

سکھوں میں بھی جوابی غصہ بیدار ہوا اور سرکار کے خلاف ہونے والے مظاہروں نے زور پکڑا۔

1980ء کے آخر میں میری قومی نظموں کا تیسرا مجموعہ (وصیت نامہ) سکھ ساہیت کیندر نے شائع کیا بعد کی خبروں کے مطابق اسے بھی ہند سرکار نے ضبط کر لیا ہے۔ 1981ء کا سال صحیح معنوں میں خالصتان کا سال تھا اس سال کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس دن خالصتان تحریک سے وابستہ کوئی واقعہ نہ ہوا ہو۔ 13 اگست 1981ء کو آنند پور صاحب میں دل خالصہ کی طرف سے کئے گئے خالصتان مارچ کے بعد سرکار کی طرف سے نیشنل سیکورٹی ایکٹ سکھوں کے خلاف نافذ کر دیا گیا۔ خالصتان تحریک سے وابستہ ہونے کی بنا پر سکھوں کے خلاف بغاوت کے کیس درج ہوئے۔ گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہوا تھا۔ ایسے کچھ کیس مجھ پر بھی تھے۔

مئی 1971ء سے دل خالصہ کے خلاف کئی مقدمے درج کئے جا چکے تھے۔ ان دنوں خالصہ نے "خالصتان سماچار" جاری کیا۔ جس کا میں ایڈیٹر تھا۔ سرکار کی سختی کی وجہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع نہ کیا جا سکا۔

9 ستمبر 1981ء کو ایک ہندو اخبار نویس لالہ جگت نرائن جو سکھ دشمنی میں بہت آگے بڑھ چکا تھا کا قتل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پنجاب ایک جوالا مکھی کی طرح پھٹ پڑا۔ پنجاب کے کئی شہر ہندو سکھ ٹکراؤ کی زد میں آ گئے جالندھر میں سکھ آبادی اور سکھ اخباروں کے دفاتر پر حملے کئے گئے' آگ لگائی گئی۔

اس قتل کے سلسلے میں سکھ قوم کے عظیم رہنما سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی گرفتاری کے لئے ہندو جماعتوں اور ہندو پریس نے آسمان پر سر اٹھا لیا۔

13 اگست 1981ء کی رات کو ہریانے کے ایک گاؤں چندو کلاں میں سنت جی کی گرفتاری کے لئے پولیس نے بڑی تعداد میں چھاپہ مارا سنت جی گرفتار نہ کئے جا سکے لیکن پولیس نے بدلے کی آگ میں جلتے ہوئے گاؤں کی سکھ آبادی پر تشدد کیا اور سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کی "دھرم پرچارک بس" کو آگ لگا دی جس میں سکھ مذہب کی مقدس کتابیں (گرو گرنتھ صاحب کے گٹکے) رکھے ہوئے تھے۔

چندو کلاں کے اس واقعے نے سکھوں کے دلوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اس زیادتی کا جواب دینے کے لیے دل خالصہ کے ایک کارکن سردار گرجنت سنگھ نے جالندھر میں سرعام ہندوستان کے جھنڈے اور قانون کو آگ لگائی۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے نے اعلان کیا کہ وہ 20 ستمبر کو اپنے ہیڈ کوارٹر گوردوارہ گرودرشن پرکاش' چوک مہتا سے اپنی گرفتاری پیش کریں گے یہ اعلان سنتے ہی پنجاب اور ہندوستان کے کونے کونے سے سکھوں کے جتھے امرتسر شہر سے تقریباً 35 کلومیٹر دور چوک مہتا میں پہنچنے لگے۔

20 ستمبر کی صبح کو گوردوارہ "گرودرشن پرکاش" میں ایک بھاری دیوان سجایا گیا جس سے سکھوں کی تمام پارٹیوں کے لیڈروں نے خطاب کیا آخر میں سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے نے قوم کے حالات ہندو سرکار کی طرف سے سکھوں کے خلاف ہونے والے ظلم اور اپنی گرفتاری کے سلسلہ میں بہت جذباتی لہجے میں اپنے خیالات سکھوں کے سامنے پیش کئے اور اپنی گرفتاری کے بعد سکھوں کو پر امن رہنے کی اپیل کی۔

تقریر کے خاتمے کے بعد سنت جی نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ سنت جی کو بھاری پہرے کے اندر جلوس میں سے نکال کر لے جایا گیا۔ اس وقت جذباتی نعروں کی للکار بلند ہو رہی تھی۔ جوش اور غصے میں بھرے ہوئے سکھ ہر طرف نظر آ رہے تھے۔ اچانک ایک طرف سے پولیس نے سکھوں پر فائرنگ شروع کر دی اور گولیوں سے سکھ ایک ایک کر کے زمین پر گرنے لگے۔ بوڑھے بچے جوان عورتیں مرد کچھ بھی نہ دیکھا گیا جو سامنے آیا گولی کا نشانہ بن گیا۔ جب سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی گرفتاری اور چوک مہتا کے قتل عام کی خبر دنیا بھر کے سکھوں تک پہنچی تو ان کے دلوں میں جوش و جذبے کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہر سکھ نے محسوس کیا کہ چوک مہتا میں اس کا خون گرا ہے بعد کی الگ الگ رپورٹوں کے مطابق سو سے زائد سکھ شہید ہوئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔

☆☆☆

یہ تھے وہ حالات جن میں دل خالصہ نے سوچا کہ سنت جرنیل سنگھ جی بھنڈرانوالے کی گرفتاری اور چوک مہتا میں سکھوں کے قتل عام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی ضروری ہے۔ دلی کے ہندو سامراج کی طرف سے سکھوں پر ہوئے ظلم و تشدد کو دنیا کے سامنے ننگا کرنے کی ضرورت ہے۔ خالصتان کی آزادی کے لئے سکھ قوم کے جذبات دنیا کے سامنے پہنچانے ضروری ہیں یہی سوچ تھی جسے سامنے رکھ کر دل خالصہ کے فیصلے کے مطابق ان پانچ سکھوں نے سکھ قوم کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا جس کو جرم کا نام دے کر ہمیں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔

ہماری کاروائی کو جرم اور ہم پانچوں کے لئے مجرموں کے لفظ کا استعمال کرنے والوں کے لئے

کیا کوئی ایسی ایک بھی مثال موجود ہے جب ہم نے اپنے قومی مقصد کو حاصل کرنے کے دوران جہاز کے عملے یا سواریوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی غیر اخلاقی بات یہ کوئی برا برتاؤ کیا ہو؟

سچ تو یہ ہے کہ ایسا برتاؤ ہماری سوچ ہماری فطرت کا حصہ ہی نہیں ایسے حالات میں مروجہ روایات کے برعکس جہاز کے عملے اور سواریوں کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کیا گیا انہیں دوستانہ ماحول دیا گیا ان کے لئے طبی سہولتوں کا انتظام کیا گیا ان کے لئے وقت کی ضرورت کے مطابق کھانے پینے کا انتظام کیا گیا ان کی سہولت کے لئے ضرورت کے مطابق ٹائلٹ کی صفائی کروائی جاتی رہی انہیں جہاز سے نیچے اتر کر ٹہلنے اور سگریٹ پینے کی اجازت دی گئی اس سب کچھ کے علاوہ بیمار مسافر بغیر کسی شرط کے لاہور اترنے کے فوراً بعد رہا کر دیئے گئے اس کے کچھ دیر بعد عورتیں اور بچے رہا کر دیئے گئے اور پھر سارے غیر ملکی مسافروں اور جہاز میں موجود کچھ سکھ مسافر بھی رہا کر دیئے گئے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اپنے روایتی مذہبی ہتھیار کرپان کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ جس کے سلسلے میں ہم پر فرض عائد ہے کہ اس کا استعمال صرف دھرم کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے اور یہی کچھ ہم نے کیا۔

کیا مجرم ایسے اخلاق کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں؟

ہمارے رویے کے برعکس 29 ستمبر 1981ء کے بعد ہندوستانی پولیس نے کئی سکھ نوجوانوں کو گرفتار کر کے ان پر ظلم و تشدد کیا۔ ان کے گھر گھاٹ بلڈوزروں کے ساتھ مسمار کر دیئے گئے۔ جھوٹے پولیس مقابلے بنا کے بہادر سکھوں کو قتل کیا گیا کون سا ظلم ہے جو جمہوریہ کے نام کے اس ہندو راج نے سکھوں پر نہیں کیا۔ سکھوں کے قومی حقوق کے لئے آواز بلند کرنے والی تنظیموں دل خالصہ اور نیشنل کونسل آف خالصتان پر پابندی لگا دی گئی۔

دھرتی کا یہ خطہ جسے ہندوستان کہا جاتا ہے یہ میرا دیش نہیں ہے۔ میری روح نے اسے کبھی بھی اپنے دیش کے روپ میں قبول نہیں کیا۔ میں جنم سے ہی اپنے آپ کو بے گھر محسوس کرتا ہوں اور جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے قومی گھر نیشنل ہوم لینڈ کے لئے سنگھرش کو ہی زندگی سمجھا ہے۔ جب کوئی اس ملک کے لئے بھارت ماتا کا لفظ استعمال کرتا ہے تو میری سوچ کے سامنے ایک ایسی عورت کی تصویر ابھرتی ہے جس کے لمبے لمبے دانت سکھوں کے تازہ لہو سے بھرے ہیں اور جس نے اپنے گلے میں سکھوں کی کھوپڑیوں کی مالا پہن رکھی ہے آج تو کسی بھی سچے سکھ کے نام کے ساتھ ہندوستان کا نام جوڑنا ظلم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کسی کو اپنے بے گھر ہونے کا احساس کچھ دیر پہلے ہو گیا تھا اور کسی کو بعد میں ہوا۔

میں اپنے بیان کیئے گئے خیالات کے ذریعے اس دیش اور یہاں کی حکومت پر سکھوں کے احسانات کی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن اس صداقت سے بھی کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کہ آج سے لے کے ملک کی حفاظت تک کے معاملات میں اس زمین کا چپہ چپہ سکھ قوم کے احسانات تلے دبا ہوا ہے ان احسانات کے بدلے میں بھارت نے سکھ قوم کو کیا دیا؟

ان کی قومی حیثیت کو ختم کر کے ہندوؤں کا طفیلی ایک فرقہ بنانے کی کوشش کی گئی۔

ان کو جرائم پیشہ قوم قرار دیا۔

سکھوں کی مذہبی روایات کو سازش کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

ایک سازش کے ذریعے سرداروں کی اس قوم کو گھسیارے بنانے کی کوشش کی گئی۔ گوردواروں کو جلایا اور گورو گرنتھ صاحب کی بے حرمتی کی گئی۔

سکھوں کے رہن سہن کا مذاق اڑایا گیا۔

کچھا کنگھا کڑا کرپان۔

بھیج دیاں گے پاکستان۔

جیسے نعرے لگائے گئے اور پنجاب سے نئی شہروں کی سڑکوں پر اور بہت کچھ لکھا اور کہا گیا۔

سری دربار صاحب پر حملہ کر کے سری اکال تخت کو تباہ کر دیا گیا اور ہزاروں سکھوں کا قتل عام کیا گیا۔

دلی کے بازاروں اور گلیوں کو سکھوں کے خون سے رنگا گیا اور ماؤں بیٹیوں کی عزتیں برباد کی گئیں۔

29 ستمبر 1981ء کی ہماری کارروائی دلی کے ہندو سامراج کے خلاف سکھ قوم کی آزادی کی جنگ کا ایک حصہ ہے ہماری کارروائی کے کچھ دن بعد 25 ستمبر 1981ء کو سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کو بیگناہ قرار دے کر رہا کر دیا گیا۔ سنت جی کی رہائی ہماری کارروائی کا بڑا مقصد تھا اور ان کا کچھ دن کے اندر ہی رہا کر دیا جانا ہماری کارروائی کے حق بجانب ہونے کی پہلی ٹھوس دلیل ہے۔

ہماری کارروائی کے بعد اس سلسلے میں جو ری ایکشن سامنے آیا ان کی دو الگ الگ قسمیں ہیں۔ ایک ری ایکشن سکھ قوم کا تھا جس نے کھلے روپ میں اسے خوش آمدید کہا اس کی بھرپور تعریف کی اور اس کارروائی کو کرنے والوں کو قومی ہیرو قرار دیا گیا۔

ہماری قوم کے عظیم رہنما سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے نے اس کارروائی کی بھرپور حمایت کی

اور تقریباً اپنے ہر خطاب میں اس کا ذکر بڑے فخریہ الفاظ میں کیا۔ امریکہ میں رہنے والے سکھ قوم کے ایک مانے ہوئے لیڈر سردار گنگا سنگھ ڈھلوں نے سردار ستوندر سنگھ کی دلی سے چھپی کتاب میں ہماری کارروائی کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور اسے سکھوں کی قومی غیرت کی مثال قرار دیا ہے۔

اس کتاب میں چندی گڑھ سے میری والدہ کا ایک انٹرویو بھی چھپا ہے جس میں اس نے کہا۔

"مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے اس نے جو کیا ہے مذہب کی حفاظت کے لئے کیا ہے۔"

ہماری کارروائی کی حمایت میں اور بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہے اور یہ مثالیں اس بات کا پکا ثبوت ہیں کہ ہماری کارروائی کو سکھ قوم کی پوری پوری حمایت حاصل تھی اور ہے اور یہ سکھ قوم کے جذبات کی بھرپور ترجمانی ہے۔

دوسری طرف ہندو پریس ہندو جماعتیں اور ہندوستان کی حکومت کا رویہ ہماری کارروائی اس کے برعکس ہے اور ہمیں دہشت گرد بنایا جا رہا ہے۔

☆☆☆

ہندوستان میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں بے انصافیوں اور ظلم کی صحیح تصویر اس عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لئے جو وقت اور سہولتیں درکار ہیں وہ ہمیں حاصل نہیں یہاں تو میں نے صرف اس کی مبہم سی تصویر ہی کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ میرے ایک شاعر دوست پروفیسر کلونت سنگھ گریوال نے کافی دیر پہلے بھارتی سکھوں کے احساسات کی ترجمانی ایک نظم کی کچھ سطروں میں کی تھی۔

کیہڑا دیس۔ تے کیہڑی بولی تے رہنا کون ٹھکانا۔
کائی بس او کاں وانگوں جی کے وقت لنگھانا
ہندوستان تیرا گھر وسندا اے۔
پر میتوں سمجھ نہ کائی۔
دیوے نوں انہا کر دیندی دیوے دی روشنائی۔
ساری رات اساں مر مر جس گھر دی تیر منائی۔
بڑ ھک مار اوسے گھر والے بن بیٹھے ہرجائی۔

اس انوکھی جمہوریت میں انصاف کا روپ ہندوؤں اور ان کے ایجنٹوں کے لئے اور ہے اور سکھوں کے لئے اور۔ سکھوں کے معاملات میں عدالتیں وہی کچھ کرتی ہیں جو حکومت چاہتی ہے اور

حکومت وہی کچھ چاہتی ہے جس سے سکھوں کی جڑوں پر چلنے والی آری کو اور تقویت ملے۔

13 اپریل 1979ء کو سری امرتسر صاحب کا سانحہ ہوا۔ 13 سکھ سرکار کے ایجنٹوں نرنکاریوں کی طرف سے قتل کئے گئے۔ مقدمے امرتسر سے ہریانہ کے شہر کرنال بدل دیئے گئے۔ مقدمہ چلا فیصلہ ہوا قتل ہونے والوں کو دوشی قرار دیا گیا اور قاتل باعزت بری کر دیئے گئے۔ یہ ایک مثال ہے ایسی اور کئی مثالیں موجود ہیں۔

سکھ انصاف کس سے مانگیں؟ ہندو سے جو خود سکھوں کا قاتل ہے ان حالات میں کوئی بتا سکتا ہے کہ سکھوں کے پاس انصاف حاصل کرنے کا طریقہ جنگ کے بغیر اور کیا ہے؟

میں آج موجودہ دور کی تاریخ کے اندھیروں میں کھوئی ہوئی قوم کا ایک حصہ ہوں جو اپنی پہچان ڈھونڈنے نکلی ہے۔

غلامی کی اس سیاہ اور تاریک رات میں میری جدوجہد ہی میری پہچان ہے۔ میری جدوجہد ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ عزت کے ساتھ جینا ہی میری خواہش ہے اور میرے اس سنگھرش کو میرے دشمن کے لٹیرے انتہاپسندی کا نام دیتے ہیں۔

لاہور کی سب جیل پچھے جس سیل میں مجھے ایک لمبے عرصے سے بند رکھا گیا اس کے سامنے اکثر چڑیوں کا گھونسلا بنا رہتا تھا۔ وہ چڑیاں مجھے اپنی ہمدرد لگتی تھیں اپنی ایک نظم میں میں نے ان چڑیوں کے ساتھ کچھ باتیں کیں ان کی چند سطریں حاضر ہیں۔

آزادی لئی لڑدے جاں
ایس گی تالے بناں اِں چڑیو
بے گھر بانی بے او کے جنس
ایس لئی وحشت ترڈاں چڑیو

سکھ اپنے الگ مذہب، الگ زبان، الگ تاریخ، الگ روایات، الگ مزاج اور رہن سہن کے اپنے انداز کی وجہ سے کبھی بھی ہندو سماج کا حصہ نہیں بن سکتے۔

1947ء کی تقسیم تک ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرح ہی سکھوں کی علیحدہ حیثیت کو تسلیم کیا جاتا رہا اور برصغیر کے مستقبل کے لئے تین قوموں کی نمائندگی کے اصول کو تسلیم کیا جاتا رہا آج سے تقریباً دو سال پہلے برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کی طرف سے ایک سکھ نوجوان کو برطانیہ کے ایک سکول میں پگڑی باندھنے کی اجازت کے سلسلے میں مقدمے کے فیصلے میں قانونی طور پر سکھوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دیا۔

سکھ ایک علیحدہ قوم ہے اور ایک علیحدہ قوم کی حیثیت میں زندگی گزارنے کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنی قسمت کا آپ فیصلہ کرنے کا حق مانگتی ہے تو کیا یہ جرم ہے؟

اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنی کھوئی ہوئی آزادی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے آواز بلند کرتی ہے تو کیا یہ انتہاپسندی ہے؟

اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنے قومی حقوق کے لئے سنگھرش کرتی ہے تو یہ گناہ ہے؟

اگر سکھ قوم پر ہو رہے مظالم کی کہانی دنیا کو سنانے کے لئے یا اپنی قوم کی آزادی کے لئے تڑپ کا اظہار دنیا کے سامنے کرنے کے لئے اٹھائے گئے قدم کے لئے ہم گنہگار ہیں مجرم ہیں۔ انتہاپسند ہیں تو فلسطین کا ہر بچہ نمیبیا کا ہر بہادر، افغانستان کا ہر مجاہد، کشمیر کا ہر حریت پسند بھی گنہگار ہے، مجرم ہے، انتہاپسند ہے۔

اگر دنیا کے 46 لاکھ فلسطینی، دس لاکھ نمیبین، ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افغان اور 90 لاکھ کشمیریوں کے اپنی قسمت کے آپ فیصلہ کرنے کے حق کو تسلیم کیا جا سکتا ہے تو دنیا کے دو کروڑ سکھوں کے لئے یہ حق کیوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟

کیا ایک بڑی حکومت کو طاقت کے بل بوتے پر ایک چھوٹی گنتی کے لوگوں کے حقوق کو ہڑپ کر جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ کیا کوئی قانون یا اخلاقی اصول دلی کے ہندو سامراج کو سیکولرازم اور لوک راج کے خوبصورت پردے تلے سکھوں کے حقوق کو کچلنے کی اجازت دیتا ہے؟

کیپ ٹاؤن میں انہتر یا انیس دکنی افریقی مارے جائیں، جنوبی شتیلہ میں 600 فلسطینی قتل کر دیئے جائیں یا سری لنکا میں تامل مارے جائیں تو دنیا بھر میں آہ و بکا مچ جاتی ہے۔

انسانی حقوق کی حفاظت کی دعوے دار تنظیمیں یو این او، آزادی اور انسانی حقوق کے ترجمان ملک اس کے خلاف قراردادیں پاس کرتے ہیں اگر سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب پر ہندوستانی فوج حملہ کر کے اکال تخت صاحب شہید کر دے ہزاروں سکھ مرد عورتیں بوڑھوں بچوں کو قتل کر دیا جائے یا دلی کی سڑکوں پر ہزاروں سکھ ہندوستان کی سرکاری رپورٹ کے مطابق 3000 "مہاشٹریہ ایکتا" کے نام پر دن دہاڑے قتل کر دیئے جائیں تو انسانی حقوق کے علمبرداروں، یو این او اور آزادی...... کی زبانوں پر تالے کیوں لگ جاتے ہیں۔ کیا سکھوں کا لہو لہو نہیں پانی ہے؟

سکھوں پر ہو رہے ظلم کو ہندوستان کا اندرونی معاملہ کہہ کر اس سے آنکھیں بند کر لینے کی اجازت دینا کا کون سا مذہب، کون سا فلسفہ یا کون سا قانون دیتا ہے؟

ہندوستان کی حکومت کی طرف سے خالصتان کے حامی لوگوں کے لئے [illegible]
الفاظ کا استعمال مدت سے کیا جا رہا ہے اور باہر کی دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ سکھوں کی زیادہ تعداد ہندوستان کی غلامی میں خوش ہے اور اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہے۔

سری دربار صاحب پر ہندوستانی فوج کے حملے کے دوران اس سے پہلے اور بعد میں ہزاروں آزادی پسند بہادر سکھوں کو قتل کرنے کے بعد بھی اگر ''مٹھی بھر لوگ'' جیسے الفاظ کا کوئی مطلب رہ جاتا ہے تو میں ہندو سرکار کو کہنا چاہوں گا کہ وہ پنجاب ہندوستان یا دنیا بھر کے سکھوں کا ریفرنڈم خالصتان کے ایشو پر کسی عالمی عدالت سے کروا لے تاکہ سکھ جذبات کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے آ سکے۔

میں یہ بات کسی جھجک کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ خالصتان کے حامی ''مٹھی بھر لوگ'' سکھ قوم کا 90 فیصد حصہ ضرور ہیں۔

یو این او کی جنرل اسمبلی کی لیگل کمیٹی نے پاکستان کے نمائندے مسٹر منظور حسین شاہ نے انٹر راشٹری گربڑ پر قابو پانے کے سلسلے میں جن باتوں کا ذکر کیا تھا ان کے مطابق بھی ہماری کارروائی کو ''بین الاقوامی دہشت گردی'' نہیں کہا جا سکتا۔

آج ہم اسی حق کے حصول کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ جو مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے 38 سال پہلے پاکستان کے روپ میں حاصل کر لیا تھا۔

ہم مجرم ہیں تو صرف تقدیر کے مجرم ہیں کہ ہماری قوم کو 1947ء سے پہلے کوئی علامہ اقبال نہیں ملا کوئی قائداعظم نہیں مل سکا۔

آج اس عدالت میں ہمارے اوپر مقدمہ قائم کیا جا رہا ہے تو عدالت کے اس کٹہرے میں میرے ساتھی ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے ہزاروں آزادی پسند کھڑے ہیں۔ اس کٹہرے میں تحریک پاکستان کے سپاہی بھی کھڑے ہیں یہاں فلسطینی نمیبیا، کشمیر اور خالصتان کے مجاہدین بھی کھڑے ہیں فیصلہ پانچ خالصتانی سکھوں کے مقدمے کا نہیں فیصلہ غلامی کی زندگی اور آزادی کی جدوجہد کے متعلق قائداعظم کے ملک پاکستان کے قانون کے مطابق ہونا چاہیئے۔

☆☆☆

پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے ایک انٹرویو میں جو روزنامہ نوائے وقت لاہور کے 16 دسمبر 1983ء کے انگریزی ایڈیشن میں چھپا ہے۔ (دلی سے چھپنے والے ایک ماہوار میگزین دہلی ریکارڈر سے لیا گیا۔) ضیاء صاحب کا یہاں انٹرویو دہلی ریکارڈر کے مسٹر راج پال سنگھ چوپڑہ نے اسلام آباد میں لیا۔ مسٹر راج پال سنگھ کے اس سوال کے جواب میں ''کہ ان سکھوں پر جنہوں نے

[illegible]
کچھ کہا وہ ہماری کارروائی کے سیاسی ہونے کی حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔ ضیاء صاحب کہتے ہیں:

"It was a political Problem in this sense it was not a Real Hi-Jack, but a Political act."

یہ بات ہماری کارروائی کے مجرمانہ ہونے اور ایک سیاسی کارروائی ہونے کے حق کی ایک بڑی دلیل ہے۔ ہمارا بھی نقطہ نظر یہی ہے کہ یہ ایک سیاسی کارروائی تھی جو سکھ قوم کے جذبات کی ترجمانی کے لئے کی گئی اس سیاسی کارروائی کو مجرمانہ کارروائی کے دائرے میں نہیں رکھا جانا چاہیئے اور نہ ہی اس کارروائی کو کرنے والوں کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جانا چاہیئے۔

1947ء سے پہلے جن وجوہات نے پاکستان کے مطالبے کو جنم دیا آج انہی وجوہات نے خالصتان کے مطالبے کو جنم دیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ اس کا احساس ہماری قوم کو سب کچھ گنوا کے ہوا لیکن قوموں کی زندگی میں تین چار یا پانچ دہائیوں کا لفظ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔

دنیا کے نقشے میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ کئی قومیں دنیا کے نقشے پر سے لمبے عرصے تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ ابھری ہیں، اور کئی قومیں عالمی ''گھٹنا چار'' کے جبر کا شکار ہو کے اپنی آزادی گنوا چکی ہیں۔ کچھ کھوئی قومیں ''گھٹنا چار'' کے جبر کے ساتھ سمجھوتہ کر کے چپ ہو کے بیٹھ چکی ہیں اور کچھ اپنے بیتے سنہرے ماضی کو واپس لانے کے لئے جبر کے خلاف جنگ کر رہی ہیں۔ سکھ ایسی ہی ایک سنگھرش کرنے والی قوم کا نام ہے۔

بیان کی گئی حقیقتوں کو مسلم لیگ کی لیڈرشپ نے 1947ء سے پہلے جان لیا تھا۔ سمجھ لیا تھا ہم آج ان حقیقتوں کے کانٹوں پر چل کے لہولہان ہو رہے ہیں۔

دلی والے ہوئے بیٹھے
یار وساڈے لہو دے پیاسے
اپنی جان لے کے آن بیٹھے ہاں
اللہ والے لوکاں پاسے

☆☆☆

پاکستان کی خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی میں ریکارڈ کیا گیا سردار گجندر سنگھ کا یہ بیان وقت کی دھول میں گم ہو چکا ہے۔ اس فائل پر بڑی گرد جم گئی ہے۔

جدید دور کا المیہ یہ ہے کہ یہاں سچائیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں کیونکہ ان کو ناپنے اور جانچنے

والے بیانیے بدلتے رہتے ہیں۔ آج کا انسان مصلحتوں کا شکار اور حکومتیں منافقتوں کی شاہکار ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے بزعم خویش کاروبار حیات چلانے کا ٹھیکہ سنبھال رکھا ہے اپنے مفادات کے حوالے سے سچ اور جھوٹ کا تعین کرتے ہیں۔

انسانی حقوق کے نام پر انسانیت پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ ایک جیسے دو انسانوں کا قتل ایک جیسے انصاف کا متقاضی نہیں جانتے۔

لیکن..... اس حقیقت سے وہ بھی آگاہ ہیں کہ مکافات عمل رکتا نہیں کسی کو یقین نہ ہو تو ماضی کے "سوویت سوشلسٹ ری پبلک آف رشیا" کی تاریخ پڑھ لے۔

ہے کوئی تاریخ سے سبق سیکھنے والا؟

طارق اسمٰعیل لاہور

☆☆☆

نواں گھلوگھارا

افضل احسن رندھاوا

(اپریشن بلیو سٹار تے)

سُن راہیا! کرماں والیا! کیہا لے کر جی دی بات
میرا چڑھدا سورج ڈُبیا، میرے دن نوں کھا گئی رات
میری ساوی سُکھ جنا ئیں جیہڑی گورو تیغاں تے بیر
اَج تیدی بھٹھی بن گئی تے اوہ دی سُکھ اسیر
اَج تیدی بھٹھی بن گئی میری ساوی سُکھ اخیر
وِچ بھٹھیاں وانگوں کھڑیے میرے شیر جوان تے ہیر
اَج تیدی بھٹھی بن گئی میری مہکاں دنڈ دی سُکھ
اَج میرے تھناں جوں جھنگھڑے میرے بچے ہوگئے دُکھ

اج تیدی بھٹھی بن گئی میری مست سمندر اکھ
اج جھلی جاندی نہ تک توں میرے شہیدیاں لاں دکھ
اج تیدی بھٹھی بن گئی میری جوڑے دال باہر
اج وِچ شہیدی جھنڈیاں ہے میرا جھنڈڑا تاہر
اج تیدی بھٹھی بن گیا میرا سنگلے والا بیر
اج ویریاں کڈھ دکھالیا ہے تیغ صدیاں دا ویر
اج تیدی بھٹھی بن گئی میری ڈُدھاں وند دی حیات
میں اپنی رت وچ ڈب گئی پر باہر نہ ماری جھات

اج تیدی بھٹھی بن گیا میرا مکھن جیا سریر
میں مکھ سری دے وچ سڑ مرے میرا رانجھا میری ہیر
اج تیدی بھٹھی بن گیا میرا ڈھولکاں مار دا رنگ
میں مرجانی وچ سڑ گیا اج میرا اک اک انگ
اَج تیدی بھٹھی بن گئی میرے ویہڑے دی ہر اِٹ
جیتھے دنیا متھا ٹیک دی اوہ لوہاں کھیڈی بھِٹ
میرے برج منارے ڈھا دتے، ڈھیا دا تخت اکال
میرا سونے رنگا رنگ اج میرے لہو نال ہالو لال
میریاں کھتیاں ٹینکاں بینڈھیاں میری لوہی بھاں گت
میرے کچھڑ اَتھیاں گولیاں، بھُن سُٹے میرے پُت
میرا جوڑا رات سہاگ دا ہویا ایہاں لیر و لیر
جیاں کرچی کرچی ہوگئی میری شیشے دی تصویر
میرا شیرا بہادر، سورما، جرنیلاں دا جرنیل

اوس موت دیاں ہسکے اوہدے دل تے رتا نہ میل
پر کوئی نہ اوہنوں لوہڑیا، اوہنوں ویریاں ماریا گھیر
اُنج ڈُکے رہ گئے گھر وچ میرے کنھاں پتر شیر

نی راہیا! کراں والیا! ایس بے کرمی دی بات
میرا چڑھدا سورج ڈُبیا میرے دن نوں کھا گئی رات

میرے لوں لوں چوں پئی وگدی بھانویں ہنجوواں دی اک اک نہر
میں اجے جیوندی جاگدی، میں جھل گئی سارا قہر
میں مر نہیں سکدی کدے وی، بھانویں وڈھن اٹھو پہر
بھانویں دین تسیئے رج کے، بھانویں رج پیاون زہر
میرے پتر ساگر زور دا، ہر ہر بانہہ اک اک لہر
میرے پتر پنڈ و پنڈ نے، میرے پتر شہرو شہر
جیہڑا تکنا عمر کتاب دا ویکھ لے، توں ہر ہر ورقہ پڑھ
جدوں بھاری بنی لے اودے میرے پتر آئے چڑھ
پڑھ! کنی واری مار آئے، اوہناں واری اپنی جان
پڑھ! کس دن اپنی مار دا اوہناں نئیں سی رکھیا مان

سن راہیا! راہے جاندیا! توں کجھ رکھیں ایہہ بات
میرا ڈُبیا سورج چڑھے گا اوڑک مکے گی رات۔

9 جون 1984ء